

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

1-11

Ms. No. 111

Osmania University Library

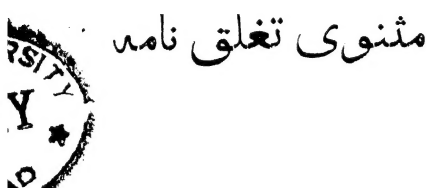
Call No. 22915.111.1

Accession No.

Author

Title

This book should be returned on or before the date last marked below.



مثنوی تغلق نامہ

شائع کردہ مجلس مخطوطات فارسیہ - حیدرآباد دکن

به حسن اعانت دولت آصفیہ دام اقبالہا

$$\begin{array}{r} 12322 \\ \hline 14322 \end{array}$$

سلسلہء مخیطوطات سید فاضل (۱)

تعلق نامہ مشنوی سرودہلوی

تذیب و تحشیہ

سید ماشی فرید آبادی

بر اہتمام محمد صدیق حسن صاحب، مطبع اردو، اورنگ آباد، دکن، طبع گردید

۱۳۵۶ھ
۱۹۳۳ع

حیدر آباد بک ڈپو، حیدر آباد دکن

اردکان مجلس مخطوطات فارسی

۱ - نواب سر اکبر حیدر نواز جنگ بهادر (صدر نشین)

۲ - نواب معتمد یار جنگ

۳ - مولوی عبدالعق صاحب

۴ - مولوی قلام یزدانی صاحب

۵ - مولوی عبداللہ العہدانی صاحب

۶ - سید ہاشمی (معتمد اعزازی)

اردکان
مجلس
مخطوطات
فارسی

۷ - سر سید مسعود جنگ

۸ - نواب صدر یار جنگ شروانی

۹ - ڈاکٹر عبدالعق صاحب پروفیسر عربی

۱۰ - ڈاکٹر نظام الدین صاحب پروفیسر فارسی

۱۱ - ڈاکٹر قاری کلہم اللہ صاحب

فہرست اجزائے کتاب

نشان	اجزائے کتاب	صفحات
۱	دیباچہ (بقلم سید ہاشمی)	۱ - ۲۲
۲	خلاصہ مثنوی (ایضاً)	۲۵ - ۷۲
۳	مقدمہ نا تمام مولوی رشید احمد	۷۳ - ۹۳
۴	”کتاب خانہ حبیب گنج کے قلمی نسخہ کا ایک صفحہ“ (عکس)	
۵	معن مولوی تغلق نامہ	۱ - ۱۵۱

دینا چہ

(بقلم سید ہاشمی فرید آبادی)

تغلق نامہ کی تاریخ نویسی | جیسا کہ امیر خسرو کے سوانح ، تذکروں اور فارسی
تاریخوں سے ثابت ہے ، ان کی سب سے آخری
تصنیف تغلق نامہ ہے جو انہوں نے صاحب منتخب التواریخ کے
بقول سلطان فیات الدین تغلق اول کی فرمائش سے تحریر کی
تھی *۔ قرآن السعدین ، دول رانی خضر خاں ، خزائن الفتح اور
نہ سہر کی طرح یہ بھی اپنے عہد کی نہایت دلچسپ اور مفید
تاریخی نظم ہے جس میں سلطان قطب الدین مبارک شاہ کے
قتل ، خسرو خاں کی چند روزہ بادشاہی اور پھر فیات الدین
تغلق کی فتح اور تخت نشینی کے حالات درج ہیں ۔ یہ تمام
واقعات شاعر کی زندگی اور بعض اوقات اس کی موجودگی میں
ہوئے تھے ۔ اگر کشف الظنون اور ملا عبد القادر کا قول صحیح مانا
جائے کہ یہ مثنوی سنہ ۷۲۵ھ میں نظم ہوئی تو احتمال ہوتا ہے
کہ اس میں تغلق اول کے بادشاہی کے حالات بھی ہوں گے جو

کتاب کے آخری اوراق ضائع ہونے کی وجہ سے اب مفقود ہو گئے۔

لیکن کشف الظلمون اور بعض تذکروں میں یہ بھی
تعداد اشعار لکھا ہے کہ اس مثنوی کے کل اشعار کی تعداد تین

ہزار تھی۔ اور جو نسخہ اب ہمیں دستیاب ہوا، اس میں سے
حیاتی کاشی کے (۱۷۹) اشعار خارج کر دیئے گئے ہیں جو اشعار
م محفوظ ہیں (مع ملاحظہ عنوانات) ان کی تعداد (۲۷۴۲) باقی
رہتی ہے۔ یہ تھیک اندازہ نہیں کیا جاسکتا کہ ابتدائی اشعار
جو تلف ہوئے ان کی تعداد کتنی تھی۔ تاہم یہ قیاس کرنا بجا
نہ ہوگا کہ آخر کے جو اشعار اب نہیں ملتے وہ کم و بیش دوسو ہوں گے
اور اس کے معنی یہ ہیں کہ شاعر نے اپنے مہدوح کی تخت نشینی
کے بعد اس عہد کے دوسرے واقعات قلم بند نہیں کئے اور کہے
بھی تو بہت سرسری طور پر ان کا ذکر کیا ہوگا۔

اس میں شک نہیں کہ امیر خسرو بلکالہ کی
سنہ تصنیف فوج کشی تک تغلق اول کے ہمراہ اور بادشاہ کے

قدیم تھے لیکن ان کی تاریخ وفات ۱۸ شوال سنہ ۷۲۵ھ ہے۔
اور زندگی کے آخری چند مہینے انہوں نے اپنے محبوب و معتمد
پیر کے ماتم میں گزارے۔ پس یہ قول کسی قدر مشکوک معلوم
ہوتا ہے کہ امیر خسرو نے یہ پوری مثنوی زندگی کے اسی آخری
سال میں نظم کی ہو *۔

* مولوی رشید احمد صاحب مرحوم نے اپنے ناتمام مقدمے میں کشف
الظلمون کا یہ قول لکھا ہے کہ ”یہ نظم تمام ہونے نہیں پائی تھی
(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

بہر حال چونکہ یہ مثنوی امیر خسرو کے آخری زمانے اور پیرانہ سالی کی تصدیق ہے دوسرے ایک ایسے بادشاہ کے ایہا سے لکھی گئی جس کی نسبت مشہور ہے کہ وہ ان کے محترم مرشد سے چنداں حسن عقودت نہ رکھتا تھا، بظاہر اسی لئے اس مثنوی میں وہ جوش و ولولہ نہیں پایا جاتا جو حضرت طوطی ہند کی سب سے پہلی تاریخی مثنوی قرآن السعدین کا امتیاز ہے۔

ادبی حیثیت | قادم کلام کی استادانہ پختگی اور بھان کی حیرت انگیز قوت و قدرت ہر ورق سے نمایاں ہے۔ تاریخی

جزئیات کی صحت کا پاس ہر داستان سے آشکارا ہے۔ اور یہ وہ خصوصیت ہے جس کی بدولت یہ فنر آہز دعوں کرنا بالکل بجا ہوگا کہ شاید دنیا کی کسی قوم نے ایسا شاعر نہیں پیدا کیا جس نے طویل اور اہم تاریخی واقعات کو شاعرانہ حسن گفتار کے ساتھ اتنی صحت سے نظم کا جامہ پہنائے میں کامیابی پائی ہو جیسی کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

کہ حضرت امیر کی وفات ہوگئی مگر کشف الظنون (مطبوعہ لائپزگ سنہ ۱۸۳۵ ع) کی جلد دوم صفحہ (۳۲۱) میں تغلق فارسہ کے متعلق صرف یہ عبارت درج ہے :-

”تغلق نامہ خسرو الدہاوی المعروف سنہ ۷۲۵ھ وہو نظم فارسی فی ثلاثة آلاف بیت“ (تغلق کی بجائے ”تغلق“ صریحاً کاتب کی فاطمی ہے - ۱۲) -

اس عبارت سے مولوی رشید احمد صاحب کا تھاس ثابت نہیں ہو سکتا۔ مگر ممکن ہے کسی دوسری جگہ کشف الظنون میں ضمناً کوئی ایسی عبارت آگئی ہو جس سے ان مرحوم نے یہ نتیجہ اخذ کیا - ۱۲ -

پرائی دہلی کے اس درباری شاعر کے حصے میں آئی ۔ —

مگر جیسا کہ ہم کہہ رہے تھے تغلق نامہ میں شاعرانہ رنگہنیاں کم تھیں ۔ صنایع بدائع جن میں امیر خسرو کو بڑی مہارت حاصل ہے ، ان کی مثالیں اتناقتی طور پر کہیں کہیں نظر آجاتی ہیں ۔ اور مجموعی طور پر یہ مثنوی ہندوستان کے اس بے مثل ادیب کے

تاریخی مرتبہ | بہترین ادبی یا شاعرانہ کارناموں میں شمار نہیں ہو سکتی بلکہ یہ محض ایک بھس بہا بلند پایہ

تاریخی نظم ہے۔ دوسری تاریخی مثنویوں کے خلاف اس میں بہت تھوڑے زمانے کے حالات نظم کیے گئے ہیں۔ اور سب سے بڑے جو بات اس موقع پر ہم جتنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس مثنوی کا پورا حصہ سلطان قطب الدین کے قتل ، سلاطین خلجی کے خاندان کی تباہی ، اور ایک ادنیٰ درجے کے نو مسلم ، نو دولت کے غصب سلطنت اور پائے تخت دہلی کے مسلمانوں پر مصائب و شہادت کے درد انگیز حالات پر مشتمل ہے ۔

نمایابی کے اسباب | مسلمانوں کے اعلیٰ طبقات میں آج سے سو برس پہلے تک ہفت اقلیم کی بادشاہی کا جو غرور

و ناز ، اور اسی نسبت سے ان کی عظمت و خود داری جس مرتبے کی تھی ، اگر اس کا لحاظ رکھا جائے تو یہ قیاس محض لایعنی نہ ہوگا کہ تغلق نامہ کی سادہ بھائی سے بڑے کر اس کا تاریخی موضوع ایسا تھا کہ آج سے چلند صدی پہلے کے تعلیم یافتہ مسلمانوں

* سر ہنری الیٹ نے بھی اپنی مشہور تاریخ ہند میں ایک

انگریز مستشرق کی قریب قریب یہی رائے نقل کی ہے (جلد سوم ضمیمہ)۔

میں درجۂ قبول حاصل نہ کر سکا۔ ادھر پہلے تو سلطان محمد تغلق نے پائے تخت دہلی کی آبادی دکن میں منتقل کی اور اس شہر کو بالکل دہران زبے چراغ کر دیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد قیصر کے خوفناک حملے اور بعد کی طوائف الملوک کے ہتکاسوں میں جہاں اور علم و فن کے خزانے غارت ہوئے، وہاں بظاہر یہ کتاب بھی قریب قریب مفقود ہو گئی۔

امیر خسرو کی بعض اور تصانیف زمانے کی اس دست برد سے محفوظ نہیں رہیں اور جیسا کہ بعض مبصرین کا اندازہ ہے ان کا آدھ سے زیادہ کلام بے نشان ہو گیا۔ اسی میں مثنوی تغلق نامہ کو بھی شامل سمجھنا چاہیے۔ چنانچہ اکبر کے عہد میں جب دوبارہ ہندوستان میں اسن و اسان اور علم و فن کا چرچا ہوا تو اس وقت یہ مثنوی بہت ہی کم یاب ہو گئی تھی۔

اس بارے میں سب سے دلچسپ اور قیمتی شہادت فیضی کا رقعہ ہے

اس بارے میں سب سے دلچسپ اور قیمتی شہادت

ملک الشعراء فیضی کے رقعے سے ہم پہنچے ہیں جو

اس نے راجہ علی خان فاروقی والی خانہ بدیس کو تحریر کیا تھا۔

یہ رقعہ سر ہندو الیمت کے کفیات کے ساتھ معصف برطانیہ میں محفوظ ہے اور اس تک میری دہنہائی لندن یونیورسٹی کے ایک طالب علم محمد اشرف صاحب نے کی جو خود بھی غالباً امیر خسرو کی شاعری کے متعلق علمی تحقیقات کر رہے تھے۔ اس معارف پر میں ان کا دل سے مشکور ہوں۔ رقعے کی عبارت یہ ہے:—

”ہ سلطنت و اتہت پناہ سیدالانراں راجے علی خان فاروقی والی خانہ بدیس اسد کہ نواب معلی القاب مژگی اوصاف مویہ و منصور پاشیہ۔ این

ذکر ہے نام و نشان خاک نشین را چہ یارا کہ دم از اشتیاق ...
 بموجب ضرور استعداد می نماید کہ از کتاب تغلق نامہ کہ از انفس
 مقدسہ امیر خسرو ہست ، چند ورق از اول و چاندے از آخر رقعہ ،
 التماس فرمودہ دو جز از اول و ہمیں قدر از آخر بہ یکے از
 خدمت کاران اس فرمایند کہ بہر خطے مسودہ نمودہ بصحت بندہ
 مصحوب حاملان عریضہ فرستند ۔ اس وقت کہ مکارم عالیہ را عذر پذیر
 اہل جرأت و تصدیع خواہند داشت ۔ ادام اللہ افضالکم —

العبد الاقل فیضی —

اس رقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مثنوی اکبر بادشاہ
 کے زمانے میں کم سے کم شہالی ہندوستان میں بہت نادر الوجود
 ہو گئی تھی ۔ دوسرے یہ کہ بظاہر شاہی کتب خانہ میں اس کا
 جو نسخہ موجود تھا اس کے ابتدائی اور آخری اوراق ضایع ہو گئے
 صاحب فرہنگ جہانگیری | تھے ۔ تغلق نامہ کا جو نسخہ مولف فرہنگ
 اور تغلق نامہ | جہانگیری جمال الدین انجو کے سامنے

تھا ممکن ہے وہ کوئی دوسرا اور مکمل نسخہ ہو لیکن اول تو اس
 نے اپنے نسخے کا جس سے کام لیا کوئی ذکر نہیں کیا دوسرے یہ بات
 بعد از قیاس ہے کہ فیضی کو اس نسخے کا علم نہ ہوا ہو کہوں کہ انجو
 اکبر بادشاہ ہی کے حکم سے اس کے آخری زمانے میں فرہنگ جہانگیری
 کی تالیف میں مصروف تھا ۔ خود اس مولف لغت کا تغلق نامہ سے
 کام لینا متعدد اغمار سے ثابت ہے جو اس نے سند میں نقل کھے
 ہیں اور انہیں ہم آگے اپنے ناظرین کے سامنے پیش کریں گے —

فرشتہ کا قول | اس موقع پر محمد قاسم فرشتہ کا قول بھی نقل کر دینا چاہئے۔ اس نے اپنی مشہور تاریخ (کم سے کم

اس کے ابتدائی مقالے) سنہ ۱۰۱۵ھ یعنی عہد چہانگیری کے بالکل ابتدا میں تالیف کی۔ اور وہ بھی بیان کرتا ہے کہ تغلق نامہ جسے امیر خسرو نے غیاث الدین تغلق کے نام لکھا تھا، کم یاب ہو گیا ہے۔ اس مورخ نے تغلق نامہ کے چار شعر نقل کیے ہیں جن کا مولوی رشید احمد صاحب نے اپنے مقدمہ میں حوالہ دیا ہے +۔ لیکن یہ شعر سلطان معزالدین کی قیادت کے حالات کی ضمن میں درج ہیں۔ قطب الدین مبارک، خسرو خاں یا خود غیاث الدین تغلق کے حالات میں اس مثنوی کا کوئی شعر نقل نہیں کیا حالانکہ جا بجا دوسرے اشعار اور قطعات موجود ہیں۔

مذکورہ بالا اسباب کو پڑھنے کے بعد حیاتی کاشی | حیاتی کا بیان کی عبارت جو اس نے کتاب کے عنوان میں لکھی ہے سمجھنی آسان ہو جاتی ہے :-

* جلد اول مطبوعہ نول کشور صفحہ ۱۳۲ -

+ اشعار یہ ہیں :-

نہا ی پادشہ را مست بودن	نہ در عشق و ہوس پھوست بودن
بود شہ پاسبان خلقی پھوست	خطا باشد کہ باشد پاسہاں مست
شہاں چوں شد خراب از بادۂ ناب	رہ در معہ گدگل کند خواب
در آئینے کہ رسم ملک داری است	ثبات کار ہا در ہوشیاری است

(فرشتہ - طبع نول کشور - جلد اول - صفحہ ۸۹)

تغلق نامہ میں ان اشعار کا نشان ۲۷۹ تا ۲۸۲ ہے -

” آغاز سخن در شرح چگونگی بلطیم آوردن اہل چنہ
 داستانی و با تمام رسانہیں کتاب تغلق نامہ سخن
 پورائے گلزار ہر تازگی و نوی گلچور خواجہ معنوی امیر
 خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کہ نہ از نقوش دیباچہ
 اہل اثرے بود و نہ از نگارہں خانہ اش خبرے ، نہ
 حقیقتِ حمدی را در ہا باز و نہ گاشن مدحت را
 داستان سرائے بآواز “ —

نسخہ میں ” خانہ اہل “ کی بجائے ” خانہ اش “ درج ہے
 مگر یہ صریحاً کتابت کی غلطی ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ حواشی
 نے صرف ” اہل چنہ داستان “ نظم کرنے کا دعویٰ کیا ہے اور
 کتاب تغلق نامہ کو جس میں دیباچہ حمد روح خانہ موجود
 ہے وہاں اتمام کو پہنچایا ہے ۔ نہ یہ کہ پوری کتاب خود لکھے کا
 ادعا کیا ہو ۔ ایسی مظلوم تہمت مہں بھی حمد اور بادشاہ وقت
 جہانگیر کی صفت و ثناء کے بعد حیاتی لکھتا ہے کہ سنہ ۱۰۱۹ھ
 میں ایک رات بادشاہ نے امیر خسرو کے تغلق نامہ کا ذکر کیا :
 ع ” کہ • در تاریخ سال شش صد و اند “

من جملہ اور مظلوم تصانیف کے یہ کتاب بھی خسرو نے

* یہ جہانگیر یا خود حواشی کی غلطی ہے ۔ امیر خسرو
 کی عمر کا بڑا زمانہ ” شش صد و اند “ یعنی ساتویں صدی میں
 گزرا لیکن جہاں کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اور خود مثنوی
 کے واقعات سے جو سنہ ۷۲۰ھ میں ہوئے ، ظاہر ہے ، کہ تغلق نامہ
 آٹھویں صدی کی تصنیف ہے ۔

لکھی مگر اس کے آغاز و آخر کے اشعار غایب ہو گئے ہیں —
 ازاں دہرے، ولے ز آغاز و انجام سخن را نے نشان نے قصہ را نام
 اور اسی کمی کو پورا کرنے کا حیاتی کو حکم دیا۔ حیاتی کے
 اشعار کی تعداد اور ان کا لب لباب ہم نے اپنے خلاصہ مثنوی میں
 لکھ دیا ہے اور مولوی رشید احمد صاحب کے قاتھام مقالے میں بھی
 یہ بحث خاصی تفصیل سے موجود ہے —

حیاتی کے اشعار کی | تعداد اور ان کا صلہ (۱۷۵) ہے۔ ممکن ہے کہ اس نے اخیر
 کے بھی کچھ شعر جن کا وعدہ کیا ہے (دیکھو بیت ۱۶۸ تا
 ۱۷۷) تعداد پر کیے ہوں لیکن وہ اب مفقود ہیں۔ ان محفوظ
 تہمیدی اشعار کی تاریخی اہمیت اور معنوی خوبی تقریباً صفر
 ہے مگر اس میں شک نہیں کہ ادبی اعتبار سے یہ شعر نہایت
 صاف و شگفتہ ہیں۔ کم سے کم اس کے مدوح جہانگیر کو تو
 وہ اتنے پسند آئے کہ اس نے حیاتی کو زر سونہ و سفید سے
 تلو کر اس کے ہم وزن درہم انعام دیا۔ تذکروں میں سعیدائے
 گیلانی کا یہ قطعہ تاریخ اس واقعے کی یادگار میں نقل
 کیا ہے :-

چوں چھانی را ہزر سنجید شاعرشاه مصر
 بادشاہ عدل گستر شاہ گروں اقتدار
 شاہ نورالدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ
 آفتاب ہمت کشور سایہ پروردگار
 بہر تاریخش بروے گفہ مہولن چرخ

شاعر سنجہد شاهی رزم زد روزگار

احوال حیاتی کاشی | اس موقع پر حیاتی کاشی کے حالات میں مختصر طور پر یہ بتانا دلچسپی سے خالی

نہ ہوگا کہ یہ شاعر اپنے وطن ایران سے پہلے احمد نگر آیا اور بظاہر اپنے آخری زمانے میں جہانگیری دربار میں پہنچا تھا۔ مہد جہانگیری کی مشہور تاریخوں میں اس کا حال نہیں ملتا۔ تزک جہانگیری بھی اسے سونے چاندی میں تولنے کا ذکر نہیں کرتی۔ قریب العصر تاریخی تذکرہ یعنی 'طبقات شاہ جہانی' ذیل کی چند سطروں پر اکتفا کرتا ہے: —

جہانی کاشی - "از درد مذداں بود و در اقسام شعر مستثنیٰ - صاحب دیوان بود و باستان اکابر سرے داشت اگرچہ از مادہ علمی ماری بود اما فہمے درست دانندہ - وفاتش در زمان جہانگیر بادشاہ واقع شد"

'والہ داغستانی' کے ضخیم تذکرے میں صرف ایک سطر جہانی کاشی کے حصے میں آئی۔ بعد کے ہندوستانی تذکروں میں سب سے واضح کہنہت ہم کو 'خزانہ عامراہ' میں دست یاب ہوئی جس نے بعض پہلے تذکروں کی غلطی بھی صاف کر دی ہے: —

حیاتی کاشی

"جہاتی کاشی شاعر شیریں ابہات است و میر آب

چشمہ آب حیات - آثار حال تخلص 'سقا' می کرد -

وجہ تخلص اس است کہ بمصاحبت بعضے ملاحدہ

پرکار ہمتش کرد اہل نقطہ گردید و در علم منطقہ

ترقی بسہار کردہ مرکز دائرۂ نقطوبار گشت و نقد ہوش

در عشق صراف پسرے باخته همراه او از 'گلشاه' ،
 'بقریزیں' رفت و مدتی در آنجا با املا یعنی اهل
 نقطه اختلاط داشت جمعی ازین طائفه را با چند کتاب
 در حضور 'شاه طهماسب صفوی' بردند و بحکم شاه
 همه این ها محبوس و معذب گردیدند - بعد در سال
 جانے از شکنجه محبس نجات یافته جانب شهباز رفت و
 یک دو سال در آنجا گزرانیده در سنه ۹۸۶ سته و ثمانهین
 و تسع مائه بوطن مانوس گلشاه شتافت و نقطه را از لوح
 خاطر شسته سر بر خط دین نبوی گذاشت و بعد زمان
 بسهر از گلشاه متوجه دیار دکن گردیده در احمد نگر
 بمرسی بر - یکی از مقربان جهانگیر بادشاه تعریف او
 به سمع بادشاه رسانید - حکم طلب او صادر شد -
 جهانی امتثال امر نموده خود را بدرگاه رسانید و مشمول
 عواطف خسروانه گردید - در سنه تسعة و عشو و الف
 مثلوی اسیر خسرو مسمی به تغلق نامه پسند خاطر
 بادشاه افتاد - یک مبعث آن کتاب مفعول بود - شعراء
 ملزم رکاب به نظم آن مبعث مامور شدند - هر کدام
 سرمایه فکر خود تحت معمل بادشاهی ساخت - ازین جمله
 نظم جهانی نهایت مقبول افتاد - حکم شد تا بجلد و تزیین
 آن حیاتی را بزر سرخ و سفید سلجییدند - شش خریطه
 در پاه افتاد - هر یک خریطه مشتمل بر هزار اشرفی
 و روپیه - و سعیدائے کیلانی در تاریخ این واقعه گوید :-

”چوں حیاتی را - الخ“

خلی آرزو را در حیاتی گھلانی و حیاتی کاشی غلط رائج شدہ - از مطالعہ مجموعہ انذائیس تالیف او واضح سی شود - از انہا س حیاتی اسم : اشعار (خزائن عامہ) -

حیاتی کی نظم | آزاد کے مذکورہ بالا بیان سے ثابت ہے کہ حیاتی کا صحیح زمانہ | نے تغلق نامہ کا صرف ایک ”مبحث“ (یا فصل)

جو کم ہو گیا تھا تحریر کیا . دوسرے ‘ قطعہ تاریخ سے حیاتی کی نظم کا صحیح سال بھی معلوم ہو گیا اور اس میں مطلق شبہ نہیں رہا کہ وہ تغلق نامہ جس سے فرشتہ نے سنہ ۱۰۱۵ھ میں چار شعر نقل کیے حیاتی کا لکھا ہوا کلام نہیں ہو سکتا کہوں کہ ‘ حیاتی ‘ نے تغلق نامہ میں جو کچھ لکھا وہ فرشتہ سے چار سال بعد سنہ ۱۰۱۹ھ کی تحریر ہے -

۲ - علوی ہذا فرہنگ جہانگیری کی تالیف اکبر کے عہد سنہ ۱۰۰۵ھ میں شروع ہوئی اور سنہ ۱۰۱۷ھ میں تکمیل کو پہنچی چنانچہ ع :-

”وہ فرہنگ نور الدین جہانگیر“

سال تکمیل کی تاریخ ہے - اگر تغلق نامہ کا یہ نسخہ جو ہمارے سامنے ہے حیاتی کاشی کی سنہ ۱۰۱۹ھ کی تصنیف ہونا تو ظاہر ہے کہ اس کے چند سال پہلے کی تالیف فرہنگ جہانگیری میں اس کے اشعار نقل نہیں کیے جا سکتے تھے دوسرے فرشتہ اور عہد الدولہ انجو دونوں تغلق نامہ کے اشعار کو صراحتاً امیر خسرو کے نام سے نقل کرتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنے ہم عصر

جہاتی کے کلام کو اس پر خسرو سے منسوب کر دیا ہو۔
تغلیقی نامہ کے اشعار | فرشتہ کے اشعار ہم اوپر نقل کر چکے ہیں۔
فرہنگ جہانگیری میں | ذیل میں وہ اشعار نقل کرتے ہیں جو
ایک سرسری تلاش سے فرہنگ جہانگیری میں صراحتاً امیر خسرو
کے نام سے ہمیں دستاب ہوئے اور جو ہمارے نسخۂ تغلیقی نامہ
میں موجود ہیں:—

اشعار تغلیقی نامہ جو فرہنگ جہانگیری (مطبوعہ: سنہ ۱۸۷۶ء مطبع
ڈور ہند لکھنؤ) میں سندا نقل کئے گئے ہیں:

صفحہ	تصنیف نشان بیوت	شعر
جہانگیری (لفظ) تغلیقی نامہ		
۳۳۲	خراب	۲۸۱ شبان چوں شد خراب از بادۂ قلاب
		وہ در معدۂ گرگی کلد خراب
۴۰۵	مردم	۲۸۶ نشاید ہیچ مردم خفتہ در کار
		کہ در پایاں پشہوانی دھد ہار
۳۲۸	چرخ	۶۱۱ کسے کش چشم زخم از چرخ روزیست
		رسد گرچہ جہاں در چرخ روزیست
	" "	۶۱۲ چو زخم از تہر بے تدبیر چرخ است
		نہ کم تر نیر چرخ از تہر چرخ است
۳۲۰	بزانہ	۱۱۷۶ ولایت دارم و گنج و خزانہ
		سواہ نیز چوں بان بزانہ
۴۰۴	لر	۱۲۱۱ ملک کو لشکر آفت سکا لہ
		چو سورہ لر پریشان دید حالش
۴۰۴	لر	۱۲۱۲ ترش رو یوں چوں افغان جنگی
		ولے ہم چوں کلاہ لر بہ تنگی

۱۷۳ شارک ۱۹۱۴ اگر شاہین زبوں گردد ز شارک

کله گل مرغ را زہد بتارک

۹۱ باخہ ۱۸۷۱ بسا پر دل نہنگ از تہغ کھنہ

کہ بر ہز دہدہ چوں باخہ بسینہ

(ف) شمس اللغات چہا پہ بمبئی صفحہ (۱۱۳) میں بھی

یہ شعر امیر خسرو کے نام سے درج ہے —

۱۲۳ دار ۲۱۳۸ خودش در دہلی و جاں در ہوا دو

تلفں در شہر و جاں در دار مندو

۴۰۴ لر ۲۱۵۳ کر دند ناہوار در پیش

کہ باد از سر برآید در تگ خویش

۱۲۷ قار - قال ۲۱۹۹ ز سیری بسکہ ہند و سیر خورد شد

ہمہ قال برنجش قال زر شد

۱۲۰ پایکاہ ۲۸۳۹ رسمہ کرگان رہا بند از سپاہی

فرس دزدان برزد از پایکاہی

ذیل کے دو شعروں کے متعلق جو تعلق نامہ کے ہیمنہ نشان

(۶۴۸) و (۶۴۹) ہیں ، فرہنگ جہانگیری جلد اول صفحہ (۴۵۱) میں

یہ عبارت لکھی ہے : —

” حکیم امیر خسرو این معلی را در کور کردن پسران سلطان

السلطین ، رتاق الاسم ، ملوک الشرق والعجم علاء الدین والدنیا گفتہ : —

کسے کو برکشید ایں دیدہ سر بسان خستہ شغلاو بود تر

در چشم او چو دو عذاب خستہ ہمیشہ خستہ و در خون نشستہ

تغلق نامہ کی | لیکن حیدر اور افسوس کی بات ہے کہ جہانگیر
دوبارہ بنایا بنی | کی اس قدر دانی اور کارش کے باوجود تغلق نامہ

کا یہ نسخہ بھی جس کی حمایت نے تمہید لکھی تھی ملک مہن
رواج نہ پاسکا اور بعد کی تاریخوں اور تذکروں میں اس کا بہت
ہی محمل ذکر یا صرف نام باقی رہ گیا ہے۔ اسی سلسلے
میں مجھے متحف برطانیہ میں نواب ضیاء الدین خاں نیر دہلوی
کی ایک تحریر ملی جو انہوں نے امیر خسرو کے حالات اور تصانیف
کے متعلق بطور یادداشت قلمبند فرمائی تھی۔ یہ غالباً سنہ
۱۸۳۸ ع کی تحریر ہے اور سر ہنری الیٹ کے ذخیرے کے ساتھ
متحف مذکور میں داخل ہو گئی ہے۔

نواب ضیاء الدین خاں | نواب صاحب موصوف نے سن ۱۲۵۷ اور تاریخ
کا بیان | مخطوطات کے امیر خسرو کی تاریخ مثنوی

خزائن الفتح کا ایک نسخہ سر ہنری الیٹ کو دیا تھا۔ اور اسی
فاضل انگریز کی فرمائش سے خود اپنی قلم سے امیر خسرو کے
حالات بھی لکھ کر کتاب کے ساتھ بھیجے تھے۔ اس میں نواب
صاحب موصوف لکھتے ہیں:۔

”مثنوی نہجین تغلق نامہ است کہ در حال تغلق شاہ

تصنیف نموده کہ بس عظیم الوجود اسف و آخرین

تصنیفات است“

پھر حاشیہ پر یہ سطر تحریر کی ہے:۔

”ہمکی کتب مذکورہ مصنف امیر خسرو بجز تغلق نامہ

کہ جز اسے مسہمی ندارد نزد اہل احقر العباد موجود“

تغلق نامہ کی دریافت | اس طرح اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مثنوی گزشتہ دو ہجری میں بھی نایاب رہی اور

سنہ ۱۹۱۴ء میں جب نواب استعاق خاں مرحوم نے کلمات خسرو کی تلاش اور طبع کا وسیع پیمانے پر اہتمام کیا تو اس وقت بھی ہندوستان یا بیرونی ممالک کے کسی مشہور کتب خانے میں اس کتاب کا پتہ نہیں چلا اور یہ محض ناظر اتفاق تھا کہ یہ مثنوی مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی رئیس حبیب گنج کے ذاتی کتب خانے سے اور جہانگیر نامہ کے نام سے برآمد ہوئی۔ مولانا شروانی صاحب کو ایک مدت تک یہ شبہ رہا کہ یہ کتاب حقیقت میں امیر خسرو کا تغلق نامہ ہے یا حیاتی کاغذ کی بعد کی نظم۔ لیکن دنیائے ادب کو مولوی رشید احمد صاحب انصاری مرحوم کا احسان مند ہونا چاہیے جنہوں نے بہت جلد معلوم کر لیا کہ حیاتی کاغذ کی تمہید کے ساتھ اصلی تغلق نامہ یہی ہے۔ اس عظیم الشان ”ہریات“ کا فقر انہی مرحوم کو حاصل ہے۔ یہ انہوں نے شروانی صاحب کے نسخے کی اپنے قلم سے نقل کی اور اس پر ایک مقدمہ بھی تحریر کیا جو پورا نہ ہونے پایا تھا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

نواب استعاق خاں کے انتقال سے کلمات خسرو کی طبع و اشاعت کا کام بھی معرض القوا میں پڑ گیا اور تغلق نامہ کو شاید اس واسطے اور بھی نظر انداز کر دیا گیا کہ اس کی اصلیت ہی مشکوک و مشتبہ تھی۔

تین سال ہوتے ہیں کہ مولوی رشید احمد صاحب مرحوم کا

نسخہ ان کے داماد کی وساطت سے مہروی نظر سے گزرا۔ اور محض کتاب کی چلند داستانیں پڑھ کر ہی مجھے یقین ہو گیا کہ یہ امیر خسرو کی کم شدہ مثنوی ہے۔ یورپ کے سفر میں بھی یہ نسخہ مہرے ساتھ تھا۔ اور میں نے کوشش کی کہ وہاں کے کسی کتب خانے میں اس کا دوسرا نسخہ ناقص یا کامل مل سکے تو یہم پہنچایا جائے۔ لیکن اس تلاش میں کامیابی نہ ہوئی اور آخر میں یہی فیصلہ کرنا پڑا کہ مجلس مخطوطات فارسیہ کی طرف سے مولوی رشید احمد صاحب کا نسخہ خرید لیا جائے اور مولانا شروانی کے اصل نسخے سے اس کا مقابلہ کر کے یہ کتاب مجلس چھاپ دی جائے۔

مولوی رشید احمد صاحب مرحوم کا نا تمام مقدمہ بھی کتاب کے ساتھ چھاپا جا رہا ہے۔ اور مثنوی کے تاریخی واقعات کا ایک خلاصہ میں نے لکھ کر مقدمے کے بعد شامل کتاب کر دیا ہے۔

تغلی نامہ کی تاریخی اہمیت | کتاب کی تاریخی اہمیت

مثنوی بلکہ محض اس کے اردو خلاصے

کے مطالعہ سے واضح ہوگی لیکن میں یہاں خاص طور پر اس کی ایک خصوصیت بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ اس مثنوی میں سلطان قطب الدین کے قتل، خاندان علائی کی تباہی، خسرو خاں کی چند روزہ بادشاہی، تغلی کی سرتابی، بعض امرا سے خط کتابت، دہلی پر چڑھائی اور دو بڑی لڑائیوں کے بعد فتح یابی، خسرو خاں اور اس کے بھائی کی گرفتاری، اور قتل کے متعلق ایسے صحیح اور تفصیلی حالات ملتے ہیں جو کسی

دوسری تاریخ میں موجود نہیں ہیں۔ افریقی سیاح ابن بطوطہ کا بیان ہے ربط اور بہت مجہول ہے اور ہمیں اس سے زیادہ توقع رکھنے کا حق بھی نہیں ہے۔

برنی کی تاریخ | لیکن ضیاءالدین برنی جس کی تاریخ محفوظ ہے اور جو ان تمام واقعات کے وقت خود دہلی یا اس کی نواح میں موجود ہوگا، افسوس ہے کہ اس نے بھی ان واقعات کو اچھی طرح اور پوری صحت و وضاحت کے ساتھ قلم بند نہیں کیا۔ اور اس کی تاریخ میں ان واقعات کا کوئی صحیح مہلہ یا سنہ تک درج نہیں ہے۔ 'خسرو' کی بادشاہی کا زمانہ اس نے ایک جگہ "چار ماہ" اور دوسری جگہ "سہ چار ماہ" لکھ دیا ہے •

معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اسی بے احتیاطی سے بعد کے اکثر تاریخ نگاروں کو طرح طرح کے مغالطے ہوئے۔ اور قطب الدین کے قتل سے متعدد تغلق کی تخت نشینی تک جملہ واقعات کی تاریخوں میں کھٹل ہو گئیں پس تغلق نامہ کے مل جانے سے ہماری تاریخ کا اہم واقعات کی یہی فائدہ کچھ کم نہیں کہ اس مثنوی کی صحیح تاریخیں | بدولت سب تاریخوں کی تصحیح ہو جاتی ہے کیونکہ اسے خسرو نے نہایت صراحت سے لکھا ہے کہ قطب الدین کا قتل چھ ماہ الثانی سنہ ۷۲۰ھ کی عین چاند رات کو واقع ہوا + :-

• برنی مطبوعہ ایشیا ٹک سوسائٹی صفحہ ۴۱۱، ۴۱۲

+ سیرالولیا (مطبوعہ چرنہوی لال صفحہ ۱۵۱) اور حضرت (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

چو تاریخ عرب شد مفسد و بہست ثبات قطب شد کم جانب زیست
جماد درویشوں را شد پدیدار ہلال تیرہ و تاریک دیدار
شد آن مہ ہرچہ گہاں مبارک مگر ہر طالع سلطان مبارک
اور تھیک دو مہینے بعد غازی ملک تغلق غاصب خسرو خاں
کو شکست دے کر پہلی شعبان سنہ ۷۲۰ ھ کو تخت دہلی پر
متمکن ہو گیا :-

”چو صبح شرع شعبان فرخ نہوں از تخت گاہ آسماں رخ“
یہ ہفتے کا دن تھا اور خسرو خاں سے آخری لڑائی اس سے
ایک دن پہلے یعنی جمعہ کو ہوئی تھی :-

ہمہ شب بود خسرو اشکر آراے سران و سر کشافش نیز برہائے
چو صبح جمعہ تیغ تیز برداشت زسانہ فلغل خونریز برداشت
دن کا ذکر ہرنی اور بعد کے مورخوں نے بھی کیا ہے کہ لڑائی
جمعہ کو ہوئی اور دوسرے دن تغلق تخت نشین ہوا مگر ان میں
سے کوئی صحیح تاریخ نہیں لکھتا —

اس عہد کے رسل و رسائل | اس اہم تاریخی اطلاع کے بہم پہنچ جانے
کے بعد ہمیں یہ اندازہ کرنے کا بھی موقع
ملتا ہے کہ اس زمانے میں رسل و رسائل کا کس قدر عمدہ انتظام تھا
کہ صرف دو مہینے کے اندر تغلق بعض اور ہم خیال امہروں کی فوج

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گزشتہ)

سلطان المشایخ کے بعض دوسرے تذکروں میں بھی یہ بات ضلماً
تصریر ہے کہ سلطان قطب الدین چاند رات کو مارا گیا لیکن ان
تذکروں میں صحیح مہلہ درج نہیں ہے —

ساتھ لے کر دیپال پور سے لڑتا بھڑتا پائے تخت دہلی تک پہنچ گیا حتیٰ کہ شروع میں راقم الحروف کو اس دور سہانے کی سہت تسلیم کرنے میں اسی لیئے ناسل تھا کہ اتنے قلیل زمانے میں غازی ملک تغلق کو دور دور کے صوبہ داروں سے خط کتابت کرنے کی مہلت کیونکر ملی۔ امیر خسرو نے ان صوبہ داروں کے نام اور مقام اور ان کی مکاتبت کا حال خاصی تفصیل سے تحریر فرمایا ہے (۱۰۷۳ تا ۱۳۱۵)۔ پائے تخت دہلی سے خود تغلق کا مستقر دیپال پور ۵۰ سو میل سے زیادہ فاصلے پر تھا۔ اگرچہ اس صوبہ کی حدود سرستی ندی یعنی موجودہ شہر حصار کے قریب تک پھیلی ہوئی تھیں جس کا فاصلہ دہلی سے ۵۰ میل سے بھی کم ہے۔ جن صوبہ داروں کو تغلق نے خط لکھا کر خسرو خاں کی مخالفت پر ابھارا ان میں سب سے زیادہ دور سہوان (موجودہ ضلع لڑکانا) صوبہ سندھ اور جالور (ریاست جودھپور) کے والی تھے۔ نقشے میں دیکھنے سے معلوم ہوا کہ دیپال پور سے سہوان کا فاصلہ تقریباً (۴۲۵) میل اور جالور کا (۴۰۰) میل کے قریب ہے۔ ڈاک چوکی کے عمدہ انتظام کی بدولت اتنے دور کے مقامات تک سرکاری ڈاک کا ہفتہ عشرہ میں پہنچ جانا خلات قیاس نہیں اور ابن بطوطہ کے سفر نامے نیز ہرنی وغیرہ مورخوں کی تحریروں میں ایسی نظائریں بھی ملی ہیں کہ سرکاری ہرکاروں نے اس سے بھی زیادہ سرعت کے ساتھ ایک مقام سے دوسرے مقام تک اطلاعات پہنچا دیں۔ جیسا کہ مثنوی یا اس کے خلاصے سے معلوم ہوا تغلق نے جن صوبہ داروں کو خط لکھے تھے ان میں سے صرف ایک شخص 'بہرام ابیہ' فوج کے

ساتھ تعلق سے آملہ اور دہلی پر لشکر کشی میں نمایاں خدمات انجام دیں اسی بہرام کو بعد میں کشلے خان کا خطاب اور پورے سندھ و ملتان کی صوبہ داری عطا ہوئی تھی —

کتاب کے ادبی محاسبین یا صنایع بدایع پر میں نے کچھ نہیں لکھا۔ تعلق نامہ میں ایسے صنایع بہت کم ہیں اور مصنف عیلہ الرحمۃ کے ان کمالات پر زیادہ واقف اہل ذوق کلیات خسرو کے بعض دیباچوں میں بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ البتہ مستقصر طور پر یہ لکھنا باقی ہے کہ مولوی رشید احمد صاحب مرحوم کا نسخہ مجلس مخطوطات کے لیے خریدنے کے بعد اس کی اصل کتب خانہ حبیب گنج سے ملکا ٹی گئی اور مخدومی مولانا شروانی رئیس حبیب گنج کی عنایت سے تعلق نامہ کا یہ دنیا میں واحد نسخہ کئی ہفتے میسرے پاس رہا۔ اس عنایت پر میں مجلس کی طرف سے جناب مددوح کا شکریہ ادا کرتا ہوں —

نسخہ حبیب گنج | حبیب گنج کے اس نسخہ میں بھی کاتب کا نام یا کتابت کا سن درج نہیں ہے۔ جیسا کہ

اوپر بیان ہوا آخری اوراق مفقود ہیں، آخری صفحہ پر ترک موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آگے ضرور کم سے کم ایک یا زیادہ اوراق موجود تھے۔ اسی خاتمہ کتاب سے چند ورق پہلے حاشیہ پر ایک علوان کا شعر تحریر ہے۔ یہ اسی بعد و قافیہ میں ہے جس میں تعلق نامہ کی داستانوں کے دوسرے عنوانات لکھے گئے ہیں —

حدیث چتر و کشور دامن شہزادگان وانکہ بشغل آراستن کارملوک و بلندہ و چاکر

اس عنوان سے معلوم ہوتا ہے کہ کم سے کم ایک داستان امیر خسرو کی لکھی ہوئی اور موجود تھی جس میں تغلق کی تخت نشینی کے بعد، ملوک و امرا کے جدید مراتب و مناصب کا حال تحریر تھا —

نسخے کے اوراق بھی بعض جگہ غور مرتب ہو گئے ہیں مگر ان کا سلسلہ تہذیب سے تجسس کے بعد مل جاتا ہے۔ کتابت کی بے شمار غلطیاں پائی جاتی ہیں، جن میں بہت سی مولوی رشید احمد صاحب مرحوم نے اپنی نقل میں درست کردی تھیں اور ہم نے اس اصلاح سے کافی استفادہ کیا۔ کتاب کو بار بار محنت اور غور کے ساتھ پڑھنے سے بہت سی دوسری غلطیاں بھی صاف ہو گئیں۔ مگر سوائے بالکل صریحی اور یقینی افلاط کے ہم نے متن میں ہر جگہ نسخۂ حبیب گنج کی کتابت کی پچاسہ نقل کردی ہے اور مولوی رشید احمد صاحب یا اپنی قلمی تصحیح کو حاشیہ میں لکھا ہے۔ کتاب کی آخری خواندگی اور تصحیح میں مولانا احتشام الدین صاحب حقی دہلوی سے نہایت مفید مشورے ملے جس کے لئے میں ان کا منت گزار ہوں ہر بار کی خواندگی اور تصحیح میں شہداء محمد صاحب حیدر آبادی جو مجلس مخطوطات کے دفتر میں کام کرتے ہیں، برابر معین رہے اور بعض عمدہ مشوروں سے مجھے مہنوں کیا —

نسخۂ حبیب گنج کے ایک صفحہ کا عکس لے کر شامل کتاب کر دیا گیا ہے جس سے اس کی تقطیع اور خط کا اندازہ ہوگا۔ یہاں اتنا اور لکھ دینا چاہئے کہ اس نسخہ کے سرورق پر یہ

الفاظ تصحیرو ہیں :

”جہانگیر نامہ عطائے حمایتی کاشی -

الہ اکبر -

دہلی - خانقاہ قطب صاحب -

مرزا سکندر بخت“

پہلے جملے سے قیاس ہوتا ہے کہ شاید یہ نسخہ خود حمایتی کاشی نے لکھوا کر اپنے کسی دوست کو ”عطا“ کیا تھا - مگر انسوس ہے کہ اس کے بعد کی سرگزشت نامعلوم ہے اور خود مرزا سکندر بخت کے متعلق بجز اس صریحی قہاس کے کہ تیموری خاندان کے شہزادے ہوں گے * اور کچھ حالات معلوم نہیں ہوئے - نسخہ مجلد ہے - اگرچہ جلد کچھ بہت پرانی نہیں ہے - البتہ کاغذ یقیناً کم و بیش دو سو سال کا پرانا معلوم ہوتا ہے - جگہ جگہ سے کرم خوردہ اور کھوں کھوں پانی کی سیل کا نشان بھی موجوں ہے - کل صفحات (۱۹۷) ہیں - نثر کا پہلا عنوان اور بعد کے

* مکرسی مولوی غلام یزدانی صاحب جنہوں نے ازراہ کرم اس مقدمے کو ناقدانہ ملاحظہ کیا اور اپنی رائے سے مجھے مستفید فرمایا، لکھتے ہیں کہ :

”ایک میوزا سکندر بخت دہلی میں غدر کے بعد بھی موجوں تھے اور تھوڑا عرصہ ہوا کہ ان کا انتقال ہوا ہے“ -

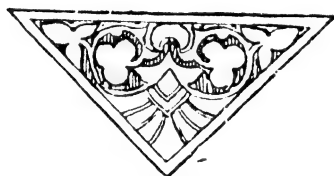
خود جذبات شروانی صاحب کو یہ کتاب لکھنے کے کسی کتب فروش سے ملی تھی -

مظلوم علوانات نہز کہوں کہیں بعض نام سوخی سے لکھ
ہوے ہوں —

آخر مہن دولت آصفیہ دام اقبالہا کا شکریہ ادا کرنا فرض ہے
جس کی امداد سے مجلس مخطوطات فارسیہ اس قابل ہوئی کہ
اس قادر و نایاب تاریخی مثنوی کو دنیاۓ علم کے سامنے چھاپ
کر پیش کرتی ہے۔ فقط —

خاکسار
سید ہاشمی

جہادی الاول سنہ ۱۳۵۱ ہ
حیدر آباد دکن



خلاصہ مثنوی

(بقلم سید ہاشمی فرید آبادی)

حیاتی کی تسہید

حمد کے (۳۶) شعر ہوں اور اس کے بعد یہ کہہ کر کہ 'حیاتی' حسد کا پورا حق کون ادا کر سکتا ہے بغیر کسی نعت و منقبت وغیرہ کے مدح بادشاہ (جہانگیر ابن اکبر) کی طرت کرپڑا کھا ہے —

(۳۸) شعر بادشاہ کی مدح میں لکھ کر مثنوی ہذا کے متعلق لکھتا ہے کہ یہ سنہ ۱۰۱۹ھ کا ذکر ہے کہ وقت مساعد اور زمانہ سازگار تھا جب کہ ایک نہایت مبارک رات کو میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ بادشاہ نے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ ”چھ سو کچھہ“ سنہ میں شاعر مشہور اسیر خسرو نے بہت سی دوسری تصانیف کے بعد تغلق ناسرہ کی ترغیب کی اور حمد و مدح نہز بادشاہوں کے اوصاف اور اہل غفلت کی نعت پرشازی اور بعض ماتحتوں کی فداوی و سرکشی کے متعلق بہت کچھہ تحریر کھا۔ اس کتاب کا ایک ”دفتر“ محفوظ ہے لیکن ابتدائی اور آخری اوراق اور سلسلہ نظم حذف ہے کہ خود کتاب کا نام

غائب ہو گئے ہیں۔ اور جا بجا سے عنوان بھی پھٹ گئے ہیں۔
 ایسی عمدہ کتاب کو حوادث روزگار نے ابتر و پریشان کر دیا ہے۔
 میوے خمال میں اسی وقت یہ بات آئی کہ کسی ایسے شاعر سے
 جو اس کا اہل ہو فرسایش کی جائے کہ اس نظم میں سے جو
 چھڑیں ضایع ہو گئی ہیں وہ ان کو پورا کر دے۔

یہ فرمانے کے بعد (حیاتی بیان کرتا ہے کہ) اس وقت
 جب کہ زمانہ فتنے سے خالی تھا، میرے نصیب سے کافل کھلا۔
 اور بادشاہ کی نظر مجھ پر پڑی اور اشارہ ہوا کہ اے شخص
 اس پرانے مجموعے کو تو نیا کر تاکہ خسرو کی روح ہم سے خوش
 ہو۔ تو اس کام کی بخوبی اہلیت رکھتا ہے۔ جب تک یہ
 اتہام کو نہ پہنچے ہاتھ سے قلم نہ رکھیو (نمبر ۸۰ تا ۱۰۰)۔
 حیاتی کہتا ہے کہ میں نے حکم بادشاہی کو بسر و چشم
 قبول کیا اور اس نظم کے لکھنے میں دل و جان سے مصروف ہو گیا۔
 پھر چند اشعار میں بادشاہ کے اس خمال کی تعریف لکھ کر
 اے دعائیں دی ہیں (تا نمبر ۱۲۵) اور یہ دو شعر نقل
 کئے ہیں:—

- ۱۔ چو بھند آسمان از دیدہ مہر شود خارا زر از زہبائی چہر
 - ۲۔ نگر ہد ہد کہ مرنے کم ہنر شد سلیمان چوں گزیدہی تاجور شد
- پھر نیکوں کی تعریف اور ان کی صحبت کے فوائد اور تمثیل
 میں ایک حکایت لکھی ہے (نمبر ۱۲۷ تا نمبر ۱۵۱) اور اس
 کے بعد صراحت کی ہے کہ میں نے یہ اشعار نصیحت آمیز اس
 وجہ سے لکھے کہ قتل نامہ خسرو میں ایک داستان پند و موعظت

کی تھی جو ضایع ہو گئی اور اب اس کے صرف یہی دو شعر (جو
 اوپر نقل کیے گئے) باقی رہ گئے ہیں ۔ چونکہ بادشاہ کا حکم تھا
 کہ یہ کہی پوری کی جائے لہذا میں نے چند ٹکڑے اسی مثنوی
 کی طرز پر نظم کیے ۔ اور ان دو شعروں پر اتنے نفیس اشعار کا اضافہ
 کر دیا (تا نمبر ۱۶۷) —

مذکورہ بالا بیان کے بعد متن میں تو صرفتاً اصل مثنوی یعنی
 تغلق نامہ اسیر خسرو کی نظم شروع ہو جاتی ہے لیکن حاشیہ پر بارہ
 شعر ' بظاہر بعد میں ' بڑھا دئے گئے ہیں ۔ ان میں حیاتی لکھتا
 ہے کہ اگر اب بھی میرے (یعنی حیاتی کے) عمدہ کلام کی تشنگی
 باقی ہے تو ناظرین کتاب کے خاتمے کو دیکھیں جہاں میں نے بڑے
 تکلف سے بزم مسرت کا نقشہ کھینچا ہے * (نمبر ۱۶۸ تا نمبر ۱۸۰) —
 پھر اسیر خسرو کے وہی دونوں شعر ' (جن پر یہ تمہید
 کے ایک سو چہتر شعر لکھے تھے) نقل کر دیے ہیں جو اس بات
 کا مکرر اشارہ ہے کہ یہاں سے اصل مثنوی تغلق نامہ خسرو
 شروع ہوتی ہے —

اصل مثنوی تغلق نامہ

(۱)

ہر چاند تغلق نامہ کے ابتدائی اوراق ضایع ہو گئے اور بظاہر
 جہد و نعت کی داستان یا پہلے باب میں صرف وہ دو شعر باقی

* لیکن جیسا کہ مقدمہ کتاب میں ہم بیان کر چکے ہیں ہمارا
 نسخہ ناقص الآخر ہے اور اصل مثنوی کے آخری اوراق کے ساتھ
 بظاہر حیاتی کے یہ معرکہ بالا اشعار بھی ناہوں ہو گئے ہیں ۔

۲۰ کتب جن کا ہیلتی نے اوپر ذکر کیا تاہم مثنوی کا اصل مضمون ہمیں سے شروع ہوتا ہے اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ ایک کتبہ ملی حکایت پر کتاب کا آغاز کرتے ہیں کہ کسی بادشاہ نے جواہریوں کی پوکھ آزمائے کے لیے انکو تھی پر سبز پلور کا ٹکڑا جڑوا لیا اور فن کے ایک ماہر کو دے کر کہا کہ اس زمرد کی قیمت کیا ہوگی۔ وہ شخص جس طرح اپنے فن میں کمال تھا اسی طرح نہایت مائل و ادب شناس بھی تھا۔ کہنے لگا کہ ایسا جواہر دنیا بھر میں نہیں مل سکتا۔ اس پر بادشاہ نے بکڑ کر ارادہ کیا کہ اس جواہری کو اندھا کرا دے لیکن اس نے دو کر جان کی اسان مانگی اور عرض کیا کہ اے بادشاہ میں نے پہلی ہی نظر میں اس نگینے کی حقیقت پہچان لی تھی لیکن جب یہ بادشاہ کے ہاتھ میں آیا تو از خود بیش قیمت جواہر بن گیا۔ میں نے اسے زمرد اس لیے نہیں کہا کہ سوائے رنگ کے اس میں کچھ نہ تھا اور ادب شاہی کی وجہ سے اس کا اعزاز یہ کیا کہ اسے ایک نادر روزگار چیز بتایا —

یہ حکایت لکھ کر، اسیر خسرو اپنے ممدوح بادشاہ (غیاث الدین تغلق اول) سے خطاب کرتے ہیں کہ ہر چاند میری کتاب کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتی لیکن جب تجھے جھسا بادشاہ اس پر کرم کی نظر کرے گا تو اس کی قیمت خود بخود بڑھ جائے گی۔ پھر اپنی اور اپنے کام کی بے حقیقتی لکھ کر فرماتے ہیں ”میں نے اپنی ریافت کے مطابق کوشش کی ہے۔ اے بادشاہ تو اپنی شاہی کے مطابق کام کر اور اسے قبولیت دے۔“ آخر میں چاند شعر اپنی گلدہ کاری اور اس کے مقابلے میں رحمت الہی کی بے کرلی

وسعت پر تحریر کیے ہیں اور حسب معمول بادشاہ کو دعا
دے کر دوسری داستان شروع کی ہے۔ (تا بہت ۲۷۰)

(۲)

نہ سپہر و فہرہ بعض دوسری مثنویوں کی طرح مصنف رح
نے اس مثنوی کی داستان کے عنوان بھی منظوم تحریر کیے ہیں۔
لیکن اصل مثنوی کی ہر ہزج مسدس مکسور ہے اور جملہ عنوانوں
کی ہر ہزج سالم ہے چنانچہ اصل مثنوی کا پہلا عنوان یہ ہے :-

خطاب از حضرت شاہ و از خواہش یہ ہستماخی

کہ از چشم رضا و مرحمت ہوئد دریں دفتر

پھر بادشاہ وقت غیاث الدین تغلق کی مدح کرتے ہیں کہ
وہ رزم و بزم دونوں میں یکانہ روزگار ہے۔ اس کی بزم ”فردوس
زسانہ“ ہے اور اس میں بہت سے ”فردوسی“ یعنی شعرائے
قدرا کلام موجود ہیں۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنی جانو بیانی
دکھائی اور شاہ نایب لکھے۔ مجھ کو بھی بادشاہی اشارہ ہوا کہ
اس کے نام پر تازہ نقش تیار کروں۔ ہر چند میری مثنوی میں
کوئی موتی اس قابل نہ تھا کہ اسے مسند شاہی پر بچھاؤں کرتا
لیکن جب اس شاہ غازی کے حالات لکھنے کی ہمت کی تو اس
کی برکت سے معانی کے موتی غیب سے بوسلے لگے۔ اسی اسدہ
شہابی سے میں نے یہ موتیوں کی لڑی تیار کی کہ شاید حضور بادشاہ
کے پسند آئے کہونکہ ادنیٰ کلام بھی بادشاہ کی پسند سے اعلیٰ ہو جاتا
ہے۔ اور جس خطا کو بادشاہ جایز رکھتے ہیں، وہ تحریر کی زینت
و صلت بن جاتی ہے (۲۲۵ تا ۲۳۸)۔ اس کے بعد دوبارہ تقریباً

(۴۰) شعر بادشاہ کے اوصاف جہاں داری ' سپہ گرو ' حسن انتظام اور عدل و تدبیر کی مدح میں لکھ ہیں اور دعا دے کر ' "در شروع نظم می گوید" کے نثر یہ عنوان سے اصل قصے کا آغاز کیا ہے۔ یعنی سلطان قطب الدین خلجی ' کی آئندہ تباہی کی قہقہہ میں لکھتے ہیں کہ شراب ' عشق ' جوانی ' حکومت اور اقبال ہندی وغیرہ ایسی ہوائیں ہیں کہ جس کے سر میں بھر جاتی ہوں ' اسے مستقبل کا کچھ ہوش باقی نہیں رہتا لیکن بادشاہ کو عشق و مستی کی وجہ سے مدھوش ہو جانا کسی طرح مناسب نہیں کیوں کہ اس کے ذمے صرف اپنی ہی سود و بہبود اور ذاتی حفاظت نہیں ہے بلکہ تمام رعایا کی حفاظت اور پاسپانی کا وہی ذمہ دار ہوتا ہے بادشاہوں کو آدمی کے انتخاب میں بھی بہت احتیاط کرنی چاہیے۔ خصوصاً اس لیے کہ ان کے سامنے جو لوگ آتے ہیں ان میں بہت سے دوست کے لباس میں چھپے ہوئے دشمن ہوتے ہیں۔ انہی نصائح میں یہ بلاغ شعر لکھا ہے :-

"چو درہر کس سپاس و ناسپاسی است فراست دختر مردم شناسی است"

پھر لکھتے ہیں کہ آخر کار یہ بات سب پر روشن ہو گئی کہ سلطنت پر عنقریب بلا آنے والی ہے اور سلطان قطب الدین مبارک (خلجی) کی زندگی کی خیر نہیں ہے۔ حسن خسرو خاں جس کو بادشاہ نے خاک سے پاک کھا اور بہت ادنیٰ درجے سے رتبہ اعلیٰ تک پہنچایا ' اور جس کی نسبت کسی ہرائی کا گمان اس کے دل میں نہ گزرتا تھا ' وہ سپہرے کے پالے ہوئے سانپ کی طرح بادشاہ کی جان لینے کے لیے ہو گیا۔ بعض لوگوں نے

اشارے کنایے میں بادشاہ سے یہ بات عرض بھی کی لیکن قصے آسمانی نے اس کے گویں تمیز کو بند کر دیا۔ اور اس نے دوست دشمن میں امتیاز نہ کیا۔ یہاں ایک شعر (نمبر ۳۰۹) میں بادشاہ کی ہوسناکی کے قام سے اسی جذبہ شہوت رانی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس کی صراحت مولف فیروز شاہی نے اس واقعے کے بیان میں جا بجا کی ہے۔

حسن خسرو خاں کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ نسل و نژاد کے اعتبار سے ہندو تھا۔ بادشاہ نے اسے وزارت و نہایت کے عہدوں سے سرفراز کیا اور اس کے ساتھ ایک جان و دو تن ہو گیا لیکن حسن کا دل صاف نہ تھا۔ وہ ظاہری اطاعت کی قم میں دشمنی کی تلوار تھو کر رہا تھا۔ خبرداروں نے کئی بار مستحبری کی۔ لیکن بادشاہ کا سعاہہ کردہں میں تھا۔ اور عشق و محبت پر کسی کی بادشاہی کا زور نہیں چلتا۔ وہ اسی طرح غفلت میں رہا۔ اور حسن نے فدائی کے ارادے سے برادر قوم کے بہت سے ہندوؤں کو اپنے پاس نوکر رکھ لیا۔ امیر خسرو فرماتے ہیں کہ یہ قوم ہندوؤں میں سپاہی پیشہ اور لڑنے والی ہوتی ہے۔ بدایونی نے بھی حسن خسرو خان کے برادر ساتھوں کا ذکر کیا ہے۔ لیکن برنی اور اکثر بعد کے مورخ انہیں ”پرور“ بتاتے ہیں جو برادر یا برادر سے الگ، گجرات کی ایک نیچ ذات کا نام ہے۔

الغرض، امیر خسرو تحریر فرماتے ہیں کہ جس شام کو جمادی الثانی سنہ ۷۲۰ھ کا نیا چاند نکلا، اسی رات خسرو خاں نے اپنے سامنے کو محفل کے اندر بلا لیا۔ غافل بادشاہ سے محفل کے

دروازوں کی کنجیاں وہ پہلے ہی حاصل کرچکا تھا۔ لیکن اندر کے حصے میں جب وہ بالا خانے کی طرف چلے جہاں بادشاہ اور خسرو خاں تھے تو راستے میں قاضی سے دو چار ہوئے اور اسے انہوں نے مار ڈالا۔ ہرنی نے اس کا پورا نام قاضی ضیاء الدین لکھا ہے اور صراحت کی ہے کہ وہ بادشاہ کا استاد تھا اور اس نے خسرو خاں کی سازش سے ایک مرتبہ بادشاہ کو خبردار بھی کیا تھا، لیکن بادشاہ نے اس کی بات نہیں سنی بلکہ خسرو خاں سے کہہ دیا کہ قاضی ضیاء الدین تیری نسبت ایسا کچھ کہتا ہے۔ ہرنی کا بیان ہے کہ اسی د شملی کی بنا پر خسرو کے آدمیوں نے ضیاء الدین کو قتل کیا۔

بہر حال قاضی کے مرنے پر محل میں ہلکامہ برپا ہو گیا۔ تغلق نائے کے بیان کے مطابق کچھ اور بادشاہی آدمی بھی اسی ہلکامے میں ملے گئے اور بادشاہ کو بھی آخر کار خبر ہو گئی کہ اس کے ساتھ دغا کی جارہی ہے۔ تب خسرو خاں کو جو بالا خانے پر اس کے پاس تھا پتہ چل کر وہ اُس کی جہاڑی پر چڑھ بیٹھا، لیکن کوئی ہتھیار ہاتھ نہ آیا جس سے خسرو خاں کو مار سکتا اور چونکہ فیچے کے شور اور آوازوں سے معلوم ہوتا تھا کہ حملہ آور بالاخانے پر چڑھ رہے ہیں لہذا خسرو خاں کو چھوڑ کر وہ زہلے کی طرف چلا۔ جیسا کہ ہرنی نے لکھا ہے یہ محل مرا کا راستہ تھا مگر اس سے قبل کہ بچ کر نکل سکے، خسرو خاں نے دروازے پر پکڑ لئے اور اتنی دیر میں کہ بادشاہ اپنے بال اس کے ہاتھ سے چھڑاے، اس کے ہندو ساتھی آ پہنچے۔ اور ان میں سے ایک شخص جاجر یا نام (جہڑیا) نے ایک

ہی گاری دار میں بادشاہ کا کام تمام کر دیا اور سر لاکھ کر نیچے
صحن میں پھینک دیا۔ (تاریخ: نمبر ۲۷۳)۔ برنی نے صراحت
کی ہے کہ یہ قصر ہزار ستون کا واقعہ ہے۔

پھر امیر خسرو لکھتے ہیں کہ حسن خسرو خاں کے ساتھیوں میں
یہ گفتگو ہوئی کہ اب تخت پر کس کو بٹھایا جائے۔ اس کے
ہوا خواہوں نے اس موقع پر کسی شہزادے کو تخت پر بٹھانے
کی سخت مخالفت کی۔ اور کہا کہ جب تو نے اپنے ولی نعمت
کو قتل کر دیا تو اب خود بادشاہی اختیار کر ورنہ تجھے کوئی
بادشاہ زندہ نہ چھوڑے گا۔ اس راے میں خسرو خاں کے بعض
مسلمان رفیق بھی شریک تھے۔ یہی مشورہ آخر میں اختیار کر لیا
گیا۔ اور دوسری صبح خسرو خاں نے مسند شاہی پر جلوس کیا۔
مصنف لغاتی نامہ کے اس بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خسرو خاں
کا منشاء صرف سلطان قطب الدین کو ہلاک کر دینے کا تھا۔ تخت
پر قبضہ کرنے کی راے بعد میں قرار پائی۔ لیکن اس میں کوئی
شک نہیں کہ برنی کے قول کے مطابق وہ سازش کی تھاریاں مدت
سے کر رہا تھا۔ برنی نے یہ بھی لکھا ہے کہ اسی رات تمام بڑے
بڑے امرا کو خسرو خاں نے قصر ہزار ستون میں بلا کر نظر بند
کر دیا اور رات بھر محفل میں ایسی روشنی رکھی کہ دن معلوم
ہوتا تھا۔ مگر امیر خسرو نے اس نظر بندی اور روشنی کا کوئی
ذکر نہیں کیا۔

(۳)

”ستون در سن ہزار خواندن شہزادگان وانکہ
حدیث در خلف گان از خلاف آمد تہ خلجہ“

زمانے کے عبرت ناک انقلابات اور دنیا کے عیش و جاہ کی بے ثباتی پر چند نصیحتیں آمیز شعر لکھ کر مصنف رح تحریر فرماتے ہیں (از نمبر ۴۱۷) کہ پہلے کے جو عبرت ناک افسانے سنے تھے، ان سے بڑھ کر خرد اپنے زمانے میں یہ حادثہ اپنی آنکھوں دیکھنے کا اتفاق ہوا کہ علاء الدین چغتای صاحب سلطنت بادشاہ کی اولاد ایسی بے دردی سے بے گناہ قتل کر دی گئی، اس کی تفصیل یہ ہے کہ سلطان قطب الدین کے مارے جانے کے بعد اس کے پانچ بھائی باقی تھے۔ ایک فرید خان (۱۵) سال کا جو قرآن ختم کرچکا تھا اور سہاہانہ فزون سہکوتہ رہا تھا۔ دوسرے ابوبکر خاں جس کی عمر (۱۴) سال کی تھی، قرآن پڑھ رہا تھا اور نظم و نثر اور خوش نویسی سے خاص مناسبت اور دلچسپی رکھتا تھا۔ ان سے چھوٹے علی خاں اور بھائی خاں دونوں آٹھ آٹھ سال کے تھے اور پانچواں بھائی عثمان صرف پانچ سال کا تھا۔ اس جگہ یہ تصریح مناسب ہوگی کہ مورخ برنی نے صرف دو شہزادوں کے نام لکھے ہیں اور غلطی ناسے میں ان کے نام عہد اور تعادم کی جو تفصیل درج ہے وہ اور کسی تاریخ میں نہیں ہے۔ اسی سے بخوبی ثابت ہے کہ یہ مثنوی امیر خسرو کی تصنیف ہے جو اس وقت پائے تخت دہلی میں موجود تھے۔

القصد امیر خسرو لکھتے ہیں کہ ایسے کم سن، ہونہار ناز پروردہ شہزادوں کی نسبت خسرو خاں نہک حرام نے قتل و نابھنا کرنے کا حکم دیا۔ حکم کے ساتھ ہی اس کے وحشی سپاہی محلات شاہی میں جہاں ہوا اور فرشتے کا گزر نہ تھا، بے محابا گھس

پڑے۔ محل سرا میں ایک تھامت ہو پا ہو گئی۔ پردہ نہیں
 بھبھیاں بد حواس ہو کر ہر طرف بھاگتی اور چھپتی پھرتی نہیں
 اور ان کے پیچھے یہ غولان بیابانی دور دھتے اور شہزادوں کو نام
 لے لے کے پکارتے تھے کہ اگر وہ باہر نکل آئیں تو ان کے ساتھ کرئی
 برائی نہ کی جائے گی۔ جب ان شہزادوں کو یقین ہو گیا کہ ان قضا
 کے فرشتوں سے جان بچانا غیر ممکن ہے تو انہوں نے اپنے آپ کو ان
 کے حوالے کر دیا۔ اور جس طرح قصائی بھیڑوں کو مسلح کی طرف
 ہانک کے لے چلتا ہے ان معصوم مظلوموں کو خسرو خاں کے
 سپاہی لے چلے۔ ان کے پیچھے پیچھے ان کی مائیں اور محل سرا
 کی بھبھیاں اور نوکریں فریاد و فغاں کرتی چلیں۔ وہ ان بچوں کو
 اپنے سے جدا کرنا نہ چاہتی تھیں کہ ظالموں نے پہلے ان میں سے دو
 بڑے بھائیوں کو زبردستی جدا کیا۔ اس وقت فرید خاں نے سخت
 فریاد و فغاں کی مگر شہزادہ ابو بکر نے اسے روکا کہ یہ نالہ و فریاد
 مودانگی کے خلاف ہے۔ اگر تقدیر میں سارا جانا لکھا ہے تو ہمیں
 مودوں کی طرح صبر و شکر سے جان دیلی چاہیے۔ پھر ان شہزادوں
 نے وضو کے لیے پانی مانگا۔ اور پانی نہ مل سکا تو قیمہ کر کے دوکانہ
 ادا کیا اور ان بے رحم جلاؤں کے آگے گردن جھکا دی۔ یہ قتل و
 خون ناحق بظاہر محل سرا کے بالا خانے پر ہوا تھا اور یہیں سے
 ان کا خون پرنالے کے راستے بہہ کو نہچے گیا (بہت نمبر ۵۲۳)۔ شاہی
 محل سرا میں سخت کھرام ہو پا ہو گیا، خصوصاً ان معصوم مقتولوں
 کی ماؤں نے رو رو کے برا حال کیا اور ایسے دنگداز بہن کیے
 کہ محلات شاہی میں کبھی نہ سنے گئے ہوں گے۔

ان در بڑے شہزادوں کو قتل کرائے کے بعد خسرو خاں نے باقی تہلوں بچوں کی آنکھوں میں نل کی سلٹھاں بھرا کر اندھا کرا دیا۔ یہ کیفیت امیر خسرو نے ایک جداگانہ عنوان کے تحت میں ایسی درد ناک تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے جسے پڑھ کر بے اختیار دل بھر آتا ہے اور جھسا کہ وہ خود تصریح کرتے ہیں (نمبر ۶۱۹) یہ تمام حالات انہوں نے ایک چشم دید راوی سے سن کر لکھے ہیں، اور حقیقت میں یہ دونوں داستانیں تاریخی اہمیت کے علاوہ، امیر خسرو کی قوت مشاہدہ اور قوت بیان کا حیرت انگیز اور یادگار نمونہ ہیں۔ مجھے اُمید نہیں کہ کوئی تاریخی نظم صحت واقعات اور بیان کی درد انگیزی میں ان داستانوں سے پڑھ کر کبھی لکھی گئی ہو جتنی کہ میرے ایک ذی علم دوست یہ قیاس ظاہر کرتے تھے کہ امیر خسرو نے جس تفصیل کے ساتھ، کھل سرائے شاہی کے ان واقعات کو تحریر کیا ہے انہیں پڑھنے کی باجمہت مسلمان غالباً تاب نہ لاسکتے تھے۔ اور شاید اسی لئے امیر خسرو کی تاریخی مثنویوں میں صرف تعلق نامہ ایسی کتاب ہے جو زیادہ مقبول و مروج نہ ہو سکا۔

(۴)

اس کے بعد ایک مستقل عنوان کے تحت میں امیر خسرو نے بیان کیا ہے کہ حسن خسرو خاں کی ایسی فدااری اور تخت سلطنت پر فاصبانہ قبضہ کر لینے کے باوجود اسرائی سلطنت میں سے کسی نے دم نہ مارا۔ اور اپنے بادشاہ کے قتل کئے جانے پر کسی کی ہمت یا حمیت نہ ہوئی کہ کافر نعمت حسن سے ان سفاکیوں کا بدلہ

لہتا۔ بخلاف اس کے سب کے سب طوعاً یا کرہاً اس کی اطاعت پر آمادہ ہو گئے بجز غازی ملک تغلق کے جو اپنے اولیائے زہرے کی یہ خانہ بربادی سن کر سخت پیچ و تاب کھاتا تھا اور انتقام لہنے کے لیے بے چین تھا لیکن چونکہ اس کا بیٹا ملک فخرالدین جو نا خاں جو آگے چل کر معتمد تغلق کے نام سے وارث تخت ہوا اور جسے امیر خسرو ملک فخرالدول اور فخرالعق کے نام سے یاد کرتے ہیں، پائے تخت دہلی میں موجود تھا اور اس اندیشہ سے کہ حسن ایہ کوئی گوند نہ پہنچائے غازی ملک تغلق اپنے ارادۂ انتقام کا اظہار نہ کر سکا (نمبر ۶۸۰ تا نمبر ۷۱۰) —

خود ملک فخرالدین کو ان افسوسناک واقعات کا دلی صدمہ تھا اور بالآخر جب اس سے صبر نہ ہو سکا تو اس نے ایک محرم راز علی ہندی کو اپنے باپ کے پاس بھیجا اور جملہ حالات سے اطلاع دی۔ ”علی افدی“ کے نام سے ایک امیر کا ذکر ضیاء الدین پرنی نے کیا ہے جو تغلق اول کے اعیانِ درلت میں شامل تھا اور امجاز خسروی کے بعض خطوط میں بھی یہ نام بسمیل تمثیل آتا ہے۔ القصہ جب علی، غازی ملک تغلق کے پاس پہنچا تو اس نے جواب میں بیٹے کو کہلا بھیجا کہ وہ جس قدر جلد ممکن ہو وائے تخت دہلی سے نکل کر آجائے۔ چنانچہ فخرالدین جو نا نے ملک بہرام کے بیٹے کو ہم راز بنایا اور چند چھوٹے سواروں کے ساتھ باپ کے صوبے کی طرف روانہ ہو گیا اور دہلی کے لشکرِ کٹھڑ میں سے کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ اس کو جا پکڑتا۔ بونی نے لکھا ہے (اور غالباً یہ اس کی بھول ہے) کہ خسرو خاں نے اس کے تعاقب میں لوگ بھیجے

تھے مگر وہ اس کو نہ پاسکے اور ناکام واپس آ گئے۔ ابن بطوطہ کی روایت یہ ہے کہ خسرو خاں نے فخرالدین کو حکم دیا کہ گھوڑے شہر کے باہر پھرا لے۔ وہ بھاگنے کی فکر میں تھا۔ اسی حیلے شہر کے باہر نکلا اور دیپالپور کی طرف فرار ہو گیا۔

بہر حال فخرالدین اور اس کے ساتھی بخیر و عافیت غازی ملک کے پاس پہنچ گئے اور بیٹے نے باپ کو آمادہ کیا کہ وہ غاصب خسرو خاں پر فوج کشی کرے۔ اور اس نے بیٹے کو اطمینان دلایا کہ میں صرف تیرے آنے کا منتظر تھا اور اب اپنے اریسے نعمت کے انتقام لینے میں کوشش کا کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کروں گا۔

اس داستان میں کتابت کی اغلاط اور کاغذ کے کرم خوردہ ہونے سے اصل نسخے کے بعض اشعار صاف اور صحیح نہ پڑھ جاسکے۔ تاہم "صفت خنجر ملک غازی" کے ذیلی عنوان کے تحت میں شاعر نے اس امیر کے سپاہیانہ جذبات کا نقشہ کوبینچا ہے (نمبر ۷۷۲ تا نمبر ۷۸۶) اور بیٹے کی ملاقات اور گفتگو (نمبر ۸۱۳ تا نمبر ۸۳۳) اس خوبی سے لکھی ہے کہ بے اختیار آفرین کہنے کو جی چاہتا ہے۔

(۵)

مصنف (رح) لکھتے ہیں کہ ملک فخرالدین کے دہلی سے نکل جانے سے یہ معلوم ہوا کہ وہاں مکان کے چار ارکان میں سے ایک رکن یا تخت کے پائے میں سے ایک پایہ کم ہو گیا۔ اس نے گھوڑا باہر کھا ہانکا کہ حسن کا گھوڑا یک بھک بھٹہہ گیا۔ اور کہاں کے سرے تھیلے ہو گئے۔

رفیقوں سے مشورہ کیا کہ اب کھا کھا جائے۔ اور دوسرے امیروں

کو کس طرح قابو میں رکھا جائے۔ ہوا خواہوں نے رائے دی کہ اول تو جتنے شاہزادے تخت کے وارث ابھی تک زندہ ہیں سب کو قتل کرا دیا جائے کہ سوائے تیرے کوئی سلطنت کا دعویدار نہ رہے۔ دوسرے جنگ جویوں کو قابو میں رکھنے کی بہترین صورت یہ ہے کہ انہیں بے دریغ روپیہ دیا جائے۔ اگر تو بادشاہ رہا تو یہ روپیہ سب وصول ہو جائے گا ورنہ ظاہر ہے کہ تیرے کس کام آئے گا۔ حسن کو یہ مشورہ پسند آیا اور کمال بے رحمی سے جو شاہزادے زندہ باقی تھے انہیں قتل کرا دیا۔ ملک غازی کو یہ اطلاع ملی تو اور زیادہ غصہ ناک ہوا اور دل میں کہا کہ اگر خدا چاہے تو ان عیروں کا انتقام ان کتوں سے لیے بغیر نہ رہوں گا۔

(قا نہمبر ۸۹۶) —

اس کے بعد امیر خسرو نے نئے ملوان کے تحت میں دوبارہ حسن کے مجلس مشاورت کرنے کا حال لکھا ہے۔ در حقیقت حسن خسرو خان فتحوالدین جوونا کے نکل جانے سے ہی ایسا ابرز گیا تھا (چو شمشیر تلک از جنبش سخت) کہ اسے غازی ملک تغلق کی فوج کشی اور اپنا برا انجام آنکھوں کے سامنے نظر آتا تھا اور وہ اپنے اس خوف و ہراس کو چھپا نہ سکتا تھا۔ لیکن ان دو تین مسلمان امیروں میں جو سلطان قطب الدین کے قتل کی سازش میں حسن کے شریک ہو گئے، ایک شخص یوسف صوفی بہت تہذیب و تمدن تھا۔ برقی نے بھی اس کا ذکر بہت کچھ منفرد و ملامت کے ساتھ کیا ہے۔ مذکورہ بالا مجلس مشاورت میں اس نے حسن کی حمایت اور وفاداری میں ایک پرجوش تقریر کی

اور کہا کہ ہمیں ہرگز غازی ملک سے خوف نہ کرنا چاہیے اور اگر وہ سرکشی کرے تو اپنے فُتے بادشاہ کے سامنے سہنہ سپر ہو کر باہمی کی سرکوبی کرنی چاہیے۔ پھر اسی جوش و خروش میں ایک تھوڑا قاصد غازی ملک تغلق کے پاس دیپالپور پہنچا اور یہ پیام دیا کہ اے سردار اگرچہ تو جنگ آزمودہ اور بہادر ہے لیکن حق کے سامنے سر جھکانا تیرا فرض ہے۔ ورنہ تیرا وہی انجام ہوگا جو بادشاہوں سے بغاوت کرنے والوں کا ہونا چاہیے۔ غازی ملک تغلق یہ پیام سن کر یوسف صوفی کی گستاخی پر بہت بگڑا اور اس کو سخت سست کہتے کہتے یہاں تک بے قابو ہوا کہ تلوار کھینچ کے قاصد ہی کا سر اڑا دیا (نمبر ۹۸۹)۔ دہلی میں جب یہ خبر پہنچی تو صوفی خاں اور حسن کے ساتھیوں کو اور زیادہ پریشانی ہوئی اور وہ سمجھتے گئے کہ غازی ملک اس قسم کی بے بسیوں سے قابو میں آنے والا نہیں ہے۔ (تمثیل میں ایک اور نمٹ کی دلچسپ حکایت جسے بدھ کاشنکار نے ڈھولک بجا کے ترانا چاہا تھا۔ تا نمبر ۱۰۱۹)۔

(۶)

تقریباً (۳۰) اشعار قائم اور خط نویسی کی تعریف میں لکھنے کے بعد اسیر خسرو بیان کرتے ہیں کہ فخر الدین جوہا سے سلطان قطب الدین کے حالات قتل سن سن کر غازی ملک تغلق کو اور زیادہ غصہ آیا کہ ملک میں اتنے نہک خوار اسیر و وزیر موجود ہیں مگر حریف ہے کہ کسی کو اپنے ولی نعمت کے

بچانے یا اس کا انتقام لہنے کی توفیق یا ہمت نہ ہوئی۔ اس نے کہا کہ اب میں پختہ ارادہ کرتا ہوں کہ اگر اور کوئی میرا ساتھ نہ دے گا تو بھی خدا کے بھروسے پر تنہا ان کافر قاصبوں سے بدام لیئے بغیر نہ رہوں گا۔ پھر دبیر خاص کو طلب کیا اور ذیل کے بڑے بڑے امیروں اور صوبے داروں کے نام خط لکھوائے۔ خط لکھوانے کا ذکر دوسری تاریخوں میں بھی آتا ہے۔ لیکھن ناموں کی یہ تفصیل و تہذیب کہیں موجود نہیں ہے۔ اور بجائے خود اس بات کی مزید شہادت ہے کہ مثنوی تغاتی نامہ کسی باخبر ہم عصر مورخ ہی کی تحریر ہو سکتی ہے۔

۱۔ ایک خط مغلطی حاکم ملتان کے نام۔ بدقی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے اور جیسا کہ آگے آئے گا یہ شخص غازی ملک تغلق کا ساتھ نہ دینے کی وجہ سے اپنے ہی ایک ساتعت سردار بہرام سراج کے ہاتھ سے مارا گیا۔ فرشتہ وغیرہ بعد کے بعض مورخوں نے اس بہرام سراج کو غلطی سے بہرام ایبہ لکھ دیا ہے۔

۲۔ دوسرا خط معہد شاہ حاکم سیوستان کے نام۔ سیوستان سے سجدہ کا شمالی مغربی علاقہ سہوان مراد ہے جو اب ضلع لوکانا میں معہولی قصبہ رہ گیا ہے اور اُس وقت ایک صوبے کا صدر مقام تھا۔

۳۔ تیسرا خط بہرام ایبہ (حاکم اچّہ) کے نام جس کا خطاب کشلو خان ہوا۔ ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ غازی ملک تغلق نے ملک جونہ سے دہلی بھاگ کر آنے سے بھی پیشتر ملک بہرام

کو جو اس کا بڑا دوست تھا، خفیہ خط بھیجا اور مشورہ کیا تھا کہ قطب الدین خلجی کا انتقام کس طرح لیا جائے۔ بہرام ہی نے اس کو یہ صلاح دی کہ پہلے اپنے اور خود بہرام کے بیٹے کو دھلی سے کسی طرح نکال لیا جائے۔ چنانچہ ابن بطوطہ کے بیان کے موافق ملک جونہ اور ملک بہرام کا بیٹا خود غازی ملک تغلق کی تحریک سے فرار ہوئے، اگرچہ تغلق نامہ میں جیسا کہ ہم ابھی پڑھ چکے ہیں، یہ بیان کیا گیا ہے کہ خود ملک فخرالدین جونہ نے اپنے باپ کو دھلی کے انقلاب کی اطلاع دی۔ اس وقت تک غازی ملک کے بہرام کو خط وغیرہ لکھنے کا ذکر تغلق نامے میں نہیں آیا ہے۔ بہرحال یہ ملک بہرام ابیہ فہایت نامی گراسی اسہر تھا اور اسی کی معاونت سے غازی ملک کو خسرو خاں سے لڑنے کی جرأت ہوئی۔ فتح کے بعد بھی غازی ملک تغلق نے بقول ابن بطوطہ ملک بہرام ابیہ سے درخواست کی تھی کہ وہ تخت بادشاہی کو قبول کرے اور بہرام نے اصرار کیا کہ غازی ملک تغلق بادشاہ ہو۔ یہاں اتنا اور بڑھا دینا چاہیے کہ ملک بہرام نے محمد تغلق کے عہد بادشاہی میں بغاوت کی اور شکست کھا کر مارا گیا۔

۴۔ چوتھا خط یک لکھی امیر سامانہ کے نام جس کے غازی ملک سے جھگڑا کرنے کا ذکر آئے آتا ہے۔

۵۔ پانچواں خط حاکم جالور (مغربی راجپوتانہ) اسہر ہوشنگ کے

نام۔ جیسا کہ امیر خسرو نے اشارہ کیا ہے :

”دگر برمقطع جالور ہوشنگ کہ مانند پدر گر کیست در جنگ“

یہ امیر کمال الدین گرگ کا بیٹا تھا اور محمد تغلق نے عہد

بادشاہی تک ہم اس کے کار نامے پڑھتے ہیں۔

۶۔ چھٹا خط عالم ملک الملک بہ عین الملک ملتانی کے نام، جو

اس زمانے کا مشہور امیر ہے اور خسرو خاں نے بھی اس کو وزارت

پر بحال رکھا تھا (تاریخ نمبر ۱۰۸۰)۔

اس کے بعد امیر خسرو نے (۳۰) اشعار میں ملک تغلق کے

خط کا مضہون نقل کیا ہے جس میں وہ قطب الدین کے قتل اور

خسرو خاں کے بادشاہ ہوجانے پر امیدوں کو غرور دلانا اور خسرو سے

لڑنے پر آمادہ کرتا ہے۔ مگر امیر خسرو لکھتے ہیں کہ غازی ملک

تغلق کو سب سے زیادہ فکر یہ تھی کہ کسی طرح ملک بہرام ابیہ

اس کا رفیق و شریک ہو جائے اور اسی لئے اس کے پاس خط کے

ساتھ ایک خاص مصاحب علی حیدر کو روانہ کیا تھا کہ زبانی

بوی ملک بہرام کو اپنے ولی نعمت کے انتقام پر آمادہ کرے۔

جب یہ نامہ اور پیام بہرام کے پاس پہنچا تو اس نے پورے جوش

و خروش سے تغلق کی تائید کی اور کہا کہ میں خود قطب الدین

اور شہزادوں کے قتل کی خبر سن کر بے قاب تھا اور اگر تم نے اس

کام کا بیڑا اٹھایا ہے تو میں دل و جان سے تمہارا ساتھ دینے کو

تیار ہوں۔

دوخلات بہرام کے جب غازی ملک تغلق کا پیام مغلطی امیر

ملتان کے پاس پہنچا تو وہ بہت بگڑا اور کہا کہ اگر دہلی کی

مرکزی حکومت سے سردتابی کو تا تو میں کر تا۔ تغلق جو بعض

ملتان کے ایک تابع دیپالپور کا حاکم ہے، اس کو یہ حق کیوں کر

خلاصہ مثنوی

حاصل ہوا کہ وہ تخت نشین دہلی سے اُلجھنے کا ارادہ کرتا ہے۔ جب مغلی کے ان خیالات کی غازی ملک کو اطلاع ہوئی تو اس نے ملتان کے دوسرے سرداروں کو خفیہ طور پر اشارہ کیا کہ وہ امیر ملتان پر حملہ کر دیں۔ اس ہنگامے کا سوغند بہرام سراج تھا جس کو فرشتہ نے غلطی سے بہرام ایبہ لکھ دیا ہے۔ غرض مغلی کے ماتحت سرداروں نے اس پر یورش کی، وہ جان بچا کر بھاگا لیکن ایک نہر میں گر پڑا جسے امیر خسرو تصریح کرتے ہیں کہ خود غازی ملک تغلق نے اپنی ملتان کی صوبہ داری کے زمانے میں من جملہ اور بہت سے رفاہی کاموں کے، راوی سے جہلم تک تیار کرایا تھا*۔ مغلی اسی نہر میں غوطہ کھا دھا تھا کہ بہرام سراج کا بیٹا آپہنچا اور اس کا سر اڑا دیا۔

محمود شاہ لڑو حاکم سیوستان کے پاس غازی ملک تغلق کا قاصد پہنچا تو اس وقت وہاں کے مقامی سرداروں نے محمود شاہ کے خلاف بغاوت کر دکھی تھی اور یہ امور قاعے میں محصور تھا۔ غازی ملک کے خط کی وجہ سے اس کے باغی سرداروں نے اس کے ساتھ صلح کر لی۔ اور خود اس نے جوش و خروش کے ساتھ تغلق کی رفاقت پر آمادگی ظاہر کی لیکن مدد کے لئے روانگی میں اتنی دیر لگائی کہ یہاں لڑائی وفورہ ختم ہو چکی تھی۔ تاہم تغلق نے اس سے کچھ باز پرس

* انہیں عمارات میں سے تغلق نامہ میں ایک بڑی عید گاہ

کا ذکر آتا ہے اور غالباً یہ وہی مسجد ہے جس کو ابن بطوطہ نے بھی

دیکھا تھا۔ (دیکھو سفر نامہ ابن بطوطہ جلد دوم، باب چہارم)

نہیں کی اور اسے اپنے مہم میں بھال رکھا —

غازی ملک نے عین الملک ملتانی کو جو وزیر ساطلت ہونے کے علاوہ اچین اور دھار کا صوبہ دار بھی تھا، خاص طور پر خفہہ مرادہ لکھا اور اپنے ساتھ شریک ہو جانے کی دعوت دی لیکن عین الملک نے از رہ مصلحت اندیشی یہ خط خسرو خاں کو دکھا دیا تاکہ اس پر اپنی خیر خواہی ثابت کرے۔ غازی ملک نے دوبارہ ایک خفہہ قاصد اس کے پاس بھیجا تو عین الملک نے اسے عاصدہ لے جا کر یہ پیام دیا کہ ہر چند اس وقت مجھوری سے میں بظاہر خسرو خاں کے ساتھ ہو گیا ہوں لیکن مجھ اس سے دلی نفرت ہے اور اس جنگ کے ختم ہوتے ہی خود غازی ملک تغلق کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا پھر خواہ میری جان بخشی کرے یا سزا دے —

سامانہ کے حاکم ملک یک لکھی نے (جسے امیر خسرو نے لکھا ہے کہ ایک کم اصل نو مسلم فلام تھا اور سلطان قطب الدین ہی کی عنایت سے اس درجے کو پہنچا تھا) غازی ملک کا خط پڑھ کر تائب و رفاقت کی بجائے عداوت پر کمر باندھی اور تغلق کا خط خسرو خاں کے پاس بھیج کر خود غازی ملک پر فوج کشی کی۔ مگر اس کی بد زبانی اور سخت گیری سے لوگ پہلے ہی سخت ناراض تھے۔ لڑائی میں اس کو شکست ہوئی اور وہ واپس اپنے مستقر سامانہ میں آ کر خسرو خاں کے پاس جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ یک بھوک اہل شہر نے اس پر حملہ کیا اور قتل کر ڈالا۔ (تا نمبر ۱۴۱۶) —

اس دلچسپ تاریخی نامہ و پیام کی تفصیل کے بعد امیر خسرو ایک نئے عنوان کے تحت میں آگے بڑھتے ہیں کہ

ہاوجود ان تیاریوں کے غازی ملک تغلق کو سخت تشویش تھی کہ دیکھئے اس کوشش کا انجام کیا ہوتا ہے - اور وہ اپنے دوستوں اور رفیقوں سے بھی اس دلی تردد کو نہر چھپاتا تھا - لیکن یہ لوگ اس کی شجاعت اور حق کوشی کو یاد دلا کر اس کی ہمت مضبوط کرتے تھے - اور اپنی جان نثاری کا اسے یقین دلاتے تھے - اس احوال کو امیر خسرو نے تھس چالیس ابیات میں نہایت خوبی کے ساتھ تحریر کیا ہے (تا نمبر ۱۳۶۶)۔ پھر بھان کیا ہے کہ اسی زمانے میں غازی ملک تغلق نے تھن خواب دیکھے - ایک میں تو کسی بزرگ نے آئندہ بادشاہی کی بشارت دی - دوسرے خواب میں تھن چاند نظر آئے - اور اس کی تعبیر یہ لی کہ تین چتر شاہی ہوں - تھسے خواب میں ایک بہت اچھا باغ دیکھا اور اس سے بھی یہی تعبیر لی کہ یہ بادشاہی کا باغ ہے جو آئندہ اسے نصیب ہوگا - (تا نمبر ۱۶۳۳) — مگر ان خوابوں سے بڑے کے ایک فال نیک یہ پھیدا ہوئی کہ اسی زمانے میں ایک قافلہ ملتان سے دہلی جاتا تھا جس میں بادشاہ دہلی کے لیے بہت سے گھوڑے اور سندھ کی مالگزاری کا روپیہ بھیجا گیا تھا - غازی ملک کو اس کی اطلاع ہوگئی اور اس نے ایک دستہ بھیج کر یہ سارا مال و اسباب لوٹ لیا اور تمام روپیہ اپنے سپاہیوں میں تقسیم کرادیا جس سے وہ مالا مال اور مسرور ہوگئے بلکہ ساری بستی میں وہ رونق پھدا ہوئی کہ بقول امیر خسرو کے دیچا پورو قدیم دارالملک سدیر یا خورنق کا نموند بن گیا - اس موقع پر شاعر نے سخاوت اور دلد و دھش کی تعریف میں کئی شعر نہایت بر محل تحریر کئے ہیں - اور لکھا ہے کہ امیری اور آنائی کی اصلی دلیل اور

وجہ امتیاز ہی احسان و کرم کے اوصاف ہیں۔ ورنہ ایک آدمی کو دوسرے آدمی پر کوئی فضیلت نہیں۔ پھر ایک بلیغ تمثیل اور ملک تغلق کی دعائے دولت و اقبال کے بعد، ذیل کے عنوان سے لشکر دہلی کی جانب پیش قدمی کی کیفیت لکھی ہے۔

”صفت ہائے دل غازی ملک وز ہر طرف مژدہ

چو از دہلی بسویش راند لشکر ہائے بدر و ہر

(۷)

داستان کے شروع میں ملک تغلق کی شجاعت، آزمودہ کاری اور اس کی فوج کے جنگی جوش کا ذکر ہے۔ مگر لکھتے ہیں کہ غازی ملک نے خود پیش قدمی کرنے کی بجائے شروع میں خسرو خاں کے اپنی طرف بڑھنے کا انتظار کیا۔ اور یہ غاصب اگرچہ غازی ملک تغلق کی تیاریاں سن سن کر نہایت متحیر ہو گیا تھا تاہم خیر خواہوں کی نصیحت کے مطابق اس نے ایک بڑا بھاری لشکر آراستہ کیا اور اپنے بھائی کی مدد سالاری میں جسے ”خانخان“ کا لقب دیا تھا غازی ملک کی طرف روانہ کیا۔ یہ فوج سرستی تک بڑھی جس کے آگے غازی ملک کا علاقہ شروع ہوتا تھا۔ اسی سرحد کے ایک قلعے کو تغلق نامے میں سر قہہ لکھا ہے۔ اور بدایونی کے بیان سے اس کا نام سرستی پانا جاتا ہے۔ یہاں غازی ملک کی فوج موجود تھی اور اس کے سردار مصدق نے قلعہ بند ہو کر لشکر دہلی کا مقابلہ کیا لیکن قلعے کے باہر دیہات کو خسرو خاں کی فوج نے دل بہر کے لوٹا۔ مگر خسرو لکھتے ہیں کہ ایک ایسے راوی نے جو نہایت باخبر تھا بیان کیا

کہ جس وقت غازی ملک کو یہ خبر پہنچی کہ دہلی کا لشکر کٹھن سرسستی تک بڑھا آہا ہے تو وہ کثرت فوج کی خبر سے پریشان ہونے کی بجائے اور خوش ہوا۔

”طرب کوں از نشاط روزئی ہمیشہ چو گرگ غالب از بسیارئی مہش“
اور اپنی فوج آرامتہ کی جو تعداد میں کم تھی لیکن کار دانی میں بہتر تھی اور اس میں ’غز‘، ’در‘، ’مغل‘، ’روسی‘، ’تاجیک‘، ’خراسانی‘، وغیرہ جنگ جو اقوام کے سپاہی شامل تھے۔ یہ فہم سہہ گری میں مشق و سہادت رکھتے تھے اور اسی کے ساتھ غازی ملک کے جان نثار تھے۔ ملک غازی نے روانگی سے پہلے ان لوگوں کو سامنے بلایا اور تقدیر کی کہ یہ میری زندگی میں ایک نازک وقت آگھا ہے۔ اور آج ہی تم لوگوں کی شجاعت و وفات کا امتحان ہے۔ اگر تم میرا ساتھ نہ دو گے تو بھی میں خدا اور اپنی قوت بازو کے بہرے پر تنہا جنگ کروں گا۔ جو لوگ میرا ساتھ دیں چاہیں اور اپنا سر ہتیلی پر رکھ کر میرے ساتھ قسمت آزمائی پر آمادہ ہوں وہ قسم کھا کر عہد و پیمان کریں۔ بہادر سرداروں نے یہ سن کر از سر نو جاں بازی کا اقرار کیا۔ اور اس معکم عہد و پیمان سے غازی ملک نے مطمئن ہو کر جنگ کی تہاری کی (نا نمبر ۱۶۳۹)۔

(۸)

”مضاف اول غازی ملک ہا لشکر دہلی

دیانہ حملہ زہر و زہر کردن چنان لشکر“

اگرانی کا ذکر شروع کرنے سے پہلے شاعر ایک مناسب مصل

تمہید لکھتا ہے کہ میدان کارزار کے خوف اور احوال سے وہی شخص آگاہ ہو سکتا ہے جو جنگ میں زندگی گزار چکا ہو۔ سپاہی کا فائزہ لباس اور اسلحہ پہن کر شہر میں اگرتے پھرنا دوسری بات ہے۔ لیکن تلوار کی چھک کے آگے ہوش بجھا رکھنا کچھ اور چیز ہے۔ مزید برآں تلبدی اور شجاعت دل سے ہوتی ہے۔ ظاہری ساز و سامان کچھ کام نہیں آتا :

”نبرد شہر ہر جاہست روشن کہ نے برگستوان دارد نہ جوشن بدروں آہن چہ پوشی گاہ پر خاش دروں سو گاہ پر خاش آہنی ہاش“

پھر لکھتے ہیں کہ جنگ میں عقائدی بھی کچھ کام نہیں آتی۔ اور حق یہ ہے کہ غازی ملک کے سوائے ایسا شخص دیکھنے میں نہیں آیا جو شجاعت اور خرد مندی دونوں سے متصف ہو۔ الغرض جب غازی ملک نے خسرو خاں کے لشکر کی آمد آمد دیکھی تو سواروں کی صف بندی کا حکم دیا اور انہوں نے اپنے اپنے اسلحہ درست کر کے بدن پر سجائے جس سے ان میں قازہ جوش پھدا ہو گیا۔ غازی ملک نے خدا سے عاجزانہ دعا مانگی اور اپنے شہر سے نکل کر ”ہندوستان“ یعنی دہلی کا رخ کیا۔ یہ فوج تھی تو تھوڑی لیکن نہایت دائر تھی۔ اور اس کی مرتب و مستحکم صفوں کو بڑھتے دیکھ کر فرشتے اور چاند تارے تک اس کے نظارگی ہو گئے تھے۔ فوج کے اگلے حصے کا سردار ملک فخرالدین جوہا تھا اور خود ملک غازی عقب میں تھا۔ یہ فوج علا پور سے گزرتی ہوئی حوض بہت تک پہنچ گئی اور غالباً اسی کو بدایونی کی تاریخ میں حوض تھا فسر لکھا ہے۔ صاف طور پر پتہ نہیں چلتا کہ یہ کونسا مقام تھا۔ لیکن اسی جگہ تغلق کی فوج سپاہ دہلی کے

مقابل آئی۔ اور یہیں لڑائی واقع ہوئی۔ فرشتہ نے لڑائی کے مقام کے متعلق صرف ”حدود سرستی“ لکھا ہے اور بدری کا قول اس سے بھی زیادہ مبہم ہے۔ مگر تغلق ناسے کے پہلے بیان اور دوسرے اقوال کو ملانے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ غازی ملک سرستی ندی کو عبور کر آیا تھا۔

اُس کے اِس طرح چڑھ کے آنے پر دہلی کی فوج میں چہ می ٹوئیاں ہونے لگیں اور امیر خسرو کے قول کے موافق اکثر سردار بلکہ سر لشکر خانخانان بھی خوف زدہ ہو گئے۔ اب غازی ملک کے لشکر سے ان کے لشکر کا فاصلہ دس کوس کے قریب تھا (نمبر ۱۷۵۶) اور درمیان میں ایک بے آب جنگل تھا۔ آخر ایک رات دہلی کی سپاہ نے شباً شب یہ میدان طے کیا۔ اور صبح ہوتے لشکر تغلق کے سر پر جا پہنچی۔ امیر خسرو کے بیان سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ رات کے سفر اور گرد و غبار سے سپاہیوں کے حلق خشک ہو گئے تھے اور ممکن ہے کہ وہ بہت تھک گئے ہوں۔ ان کے سواروں نے صفیں جمائیں، چاؤشوں نے جنگ کی قرنہ پہونکی، ہاتھیوں کی صف ہوسات کی کالی گھٹا کی طرح بڑھی جس کا ہر ہاتھی حملہ کرنے میں بھلی اور چلنے میں آندھی تھا۔ ان پہاڑ جیسے ہاتھیوں پر اونچی اونچی عمارتوں سے یہ معلوم ہوتا تھا جیسے پہاڑ پر ابر چھایا ہوا ہے۔ ان پر تھرا انداز چٹکی میں تیر دبائے تھار بیٹھے تھے۔ ہاتھیوں کے پیچھے سواروں کی صفوں کی صفیں چلی آئی تھیں۔ قلب سپاہ میں خانخانان سر ہر چتر لکائے اس طرح بیٹھا تھا جیسے ”کلاہ ہاراں“ کے

نیچے بھیگی گھانس ہوتی ہے - (نمبر ۱۷۷۰) دائیں بائیں سرداران لشکر اشارے کے منتظر تھے - ہر ایک نے شاہانہ اسلحہ سجے تھے، اور اوہ میں غرق تھا - نقارے کی آواز سے آسمان ہلا جاتا تھا - پہلوانوں کے ہاتھ میں نیزے دبے ہوئے تھے - مسلحانوں کی صفوں سے ہلکے سپاہیوں کی صفیں علیحدہ تھیں - اور تکبیر کی بجائے اپنے ہندی اشوک اور دیوی دیوتاؤں کے نام جپ رہے تھے - غرض یہ لشکر آگ کے طوفان کی طرح بڑھ رہا تھا - اس کا ایک سرا زیادہ پھیلا ہوا اور دوسرا سہتا ہوا تھا - (نمبر ۱۷۹۲) —

ادھر غازی ملک تغلق کی سپاہ چلند حصوں میں منقسم تھی اور اس کے ایک حصے کو دور ہٹا ہوا دیکھ کر لشکر دہلی نے خیال کیا کہ یہ لوگ خوف زدہ ہو کر میدان سے نکل جانا چاہتے ہیں لہذا اور بھی تیزی سے ان پر چھپتے - اتنے میں فوج کا دوسرا حصہ سامنے آیا اور چونکہ یہ بھی تعداد میں کم تھا لہذا سپاہ دہلی نے بڑے جوش و خروش سے حملہ کر دیا - لیکن ابھی تلوار سے تلوار لڑنے نہ پائی تھی کہ تغلق کی دوسری صفیں قطار در قطار اس طرح نمودار ہوئیں کہ آگے آگے ملک فخر الدین جوفا تھا - ایک طرف بہرام ابیہ آگ کے پہاڑ کی طرح چلا آتا تھا - بہاء الدین، اسد الدین، علی حیدر، شہاب الدین (ہریک) اپنے اپنے دستوں کو نہایت جاں بازی سے اڑانے لگے تھے اور ملک غازی کے اشارے کے منتظر تھے - معلوم ہوتا ہے کہ سپاہ دہلی اپنے پہلے ہی دیلے میں اس قدر آگے بڑھ آئی کہ غازی ملک

کے قلب کی فوج اس کے دونوں طرف پھیل گئی اور گھیر کر اتنے قہر مارے کہ صدها آدمی نشانہ اجل ہو گئے۔ (قہر کی تعریف نمبر ۱۸۱۵ تا نمبر ۱۸۳۶) اس کے بعد فیروزے قول کے قلواریں کھینچ کر دشمن پر جا پڑے۔ خسرو خاں کی طرف سے ایک بازو کے سردار قتلا (خاں) نے جو شاہی میز شکار کا عہدہ رکھتا تھا، غالباً ایک جذامی حملہ کیا تھا کہ ایک تغلقی سوار کے ہاتھ سے زخم کاری کھایا۔ وہ چلایا کہ مجھے اپنے سردار کے پاس لے چلو۔ وہ میرا مرتبہ پہچانتا ہے لیکن ایک جوق نے اس پر حملہ کر دیا اور سر کات کر غازی ملک کے پاس لائے۔ اس نے ایسے امیر کبیر کے مارے جانے پر بہت افسوس کیا۔ الغرض اب غازی ملک نے موقع دیکھ کر ایک عام حملہ کیا جس سے دشمن کے پانچ اُکھڑ گئے اور خود خانخاناں بھاگ کھڑا ہوا۔ اسی کے ساتھ یوسف خاں جو بڑے لاف و گزاف کرتا تھا، اور شایسعہ خاں اور خضر خاں جو لشکر کے بڑے سردار تھے فرار ہو گئے۔ ملک فخر الدین کی فوج سے لڑائی جاری تھی لیکن خانخاناں کے بھاگنے سے سپاہ دہلی کا دل توت گیا اور جس کا جدھر منہ اٹھا ادھر بھاگا۔ ملک فخر الدین چاہتا تھا کہ بھاگنے والوں کا تعاقب کرے لیکن اس قدر مال غلیہمت پیچھے رہ گیا تھا کہ اس کو سنبھالنا دشوار ہو گیا۔ بارہ ہاتھی اور خانخاناں کا سرخ چتر فخر الدین جوفا کے ہاتھ آئے۔

— * —

پھر ایک نیا عنوان لے کر امیر خسرو لکھتے ہیں کہ میں نے

فہرزیء بخت سے سوال کیا کہ فتح کے بعد ملک غازی نے کیا کیا اور اس نے جواب دیا کہ غازی ملک خدا کا شکر بجا لایا۔ اور دہلی کی طرف بڑھنے اور خسرو خاں سے جنگ کرنے کی تیاری میں مصروف تھا کہ دہلی کے بہت سے سپاہی اور سردار جو لڑائی میں قتل ہونے سے بچ گئے تھے، نہایت شرمندہ اور دسمت بستہ اس کے سامنے پیش کیے گئے۔ غازی ملک کے سپاہی ان کو طرح طرح کے طعنے دیتے اور آوازے کسے تھے۔ اسی کے ساتھ بے حساب مال و خزائن اور ساز و سامان جو غنیمت میں ہاتھ آیا تھا سامنے لایا گیا۔ یہ سب چیزیں خدا کی مہربانی سے غازی ملک کے ہاتھ آئیں لیکن جر لوگ گرفتار ہو کر آئے تھے ان پر اس نے بڑی عنایت و مہربانی کی۔ مقتولوں کے حال پر بہت افسوس کیا۔ زخمیوں کی مزاج دہسی سے ہمت بڑھائی۔ علاج معالجہ کا انتظام کیا اور بعض سرداروں کی خود تیار داری کی۔ انہی میں ایک سردار تھر تھا جسے غازی ملک کے سپاہی قتل کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اس کی درخواست پر تغلق کے پاس لے گئے۔ اس نے اسے قتل سے بچایا اور کھال عزت و مہمان نوازی سے پیش آیا بلکہ اپنے ہاتھ سے زخموں میں تباکی دئیے اور دوا تپکائی۔ اور برابر اس کی خبر گیری کرتا رہا۔ (۲۱ نومبر ۱۹۵۵ء)۔

(۹)

”پس از فتح نیکستین جنبش غازی ملک از جا

ز بہر قلعة گہران برآے مسند و افسر“

اس فتح کے بعد غازی ملک نے دہلی کی طرف پیش قدمی

کی۔ ایک ایسی تمہید کے بعد جس میں جملہ ثوابت و سیارات کی طرف سے نوید فتح و بادشاہی کے اشارات تحریر ہیں، اس پر خسرو لکھتے ہیں کہ تغلق کے انتظام سے دہلی سے ہانسی اور مدینہ تک ہر جگہ امن و امان ہو گیا تھا۔ اور اسی موقع پر جب ایک قافلہ (غالباً ہنجاڑوں کا) فوج والوں نے پکڑا اور ان سے چھ لاکھ تادمہ وصول کر کے تغلق کے سامنے پیش کیا تو اس نے یہ نا جائز رقم لینے سے قطعی انکار کر دیا۔ موضع مدینہ (نمبر ۱۹۹۲) دھتک سے چند میل شمال میں اب تک موجود ہے اور دہلی شہر دہلی کے شمال میں مشہور گاؤں ہے جہاں سے خود شہر کی سرحد شروع ہو جاتی ہے۔

دھو خانخانان اور شکست خوردہ سردار دہلی کی طرف بھاگے تو اس تمام علاقے میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا اور جگہ جگہ تارک اور چور لوت مار کرنے لگے اور خسرو خاں کا انتظام بکڑ گیا۔ خود شہر میں ان خبروں نے سخت پریشانی پیدا کی۔ خانخانان کی فوج میں زیادہ تو دہلی کے سپاہی تھے اور ان میں سے جو لوگ مقتول اور اسیر ہوئے اور گھروں کو واپس نہ آئے، ان کے عزیز و اقربا میں شہر کے اندر ماتم و فریاد کا شور برپا ہوا۔ خسرو خاں نے شکست خوردہ سرداروں کو سامنے بلا کر حدوت سے کہا کہ تم جو اس قدر کثیر فوج اور جنگی ساز و سامان لے کر گئے تھے، یہ تم کو کہا ہوا کہ اس قدر آسانی سے شکست کھا کے بھاگے اور اقلے نامی گرامی سرداروں کو قتل دیا کہ ان میں سے ہر ایک تغلق کے ہم رتبہ تھا۔ پھر کہنے لگا کہ اس

میں تمہارا کیا قصور ہے - یہ مہدی تقدیر کی خواہی ہے - اگر بادشاہی مجھے سزاوار ہوتی تو فتح بھی میرا ساتھ دیتی - پھر تغلق کی شجاعت و ہمت اور اقبالمدی کا اعتراف کیا اور کہا کہ حقیقت میں وہی شخص بادشاہی کا سزاوار ہے - (تا نمبر ۲۰۶۳)

اس کے بعد امیر خسرو ایک نئے عنوان کے تحت میں لکھتے ہیں کہ خسرو خاں کچھ دیر تو اپنی تقدیر کو روتا رہا اور اس نے رفیقوں سے بات کرنی چھوڑ دی - لیکن پھر اپنے عاقل دوستوں کو بلاہا اور ان سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے - بعض نے مصلحت کرنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ ملک غازی کو کچھ اور علاقہ دے کر رضا مند کر لینا چاہیے - کسی نے کہا کہ یہ خیال خام ہے - وہ شخص جو تلوار لیے چلا آتا ہے اور فتح نے اس کے دماغ میں بادشاہی کا خیال پیدا کر دیا ہے وہ اس قسم کی باتوں سے صلح پر ہرگز آمادہ نہ ہوگا - جب دشمن ایک بار چیرہ دست ہو جائے تو پھر اس سے مصلحت کی بات کرنا اپنے آپ کو اور ذلیل کرنا ہے - اب تو مصلحت اسی میں نظر آتی ہے کہ جوارہوں کی طرح جان مال کی بازی لکادی جائے - جب تو نے مسند شاہی پر قدم رکھا ہے تو بادشاہوں کی طرح کمر ہمت باندھ اور خواب گاہ سے نکل کر خون کے میدان میں آ - خزانے کے منہ کھول دے کہ بادشاہوں کا رویہ اسی دن کے واسطے ہوتا ہے - خصوصاً یہ رویہ تو تیرا جمع کیا ہوا بھی نہیں ہے - دوسروں نے اسے جمع کیا تھا تو اسے بے دریغ خرچ کر - جنگ میں اگر خدا نے تجھے کر فتح دی تو اسے خزانے بہت جمع ہو جائیں گے - اور اگر معاملہ برعکس

ہوا تو دشمن کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا اور اس فیاضی اور داد و دہش کی بدولت تیرا نام باقی رہ جائے گا۔ حسن اگرچہ یہ باقی سن سن کر دل میں اور ہواساں ہوا جاتا تھا لیکن چونکہ اپنی بہتری کی سوائے اس کے اور کوئی تدبیر نہ تھی لہذا حکم دیا کہ شہر کے باہر لشکر جمع ہو۔ امیر خسرو لکھتے ہیں کہ اس کی حالت ایسی تھی جیسے پارے کی قُطی کہ باہر سے شخص فطر آتی ہے اور اندر لرزہ پڑا ہوتا ہے۔ بہر حال دلی خوف کو جس طرح بلما چھپایا اور شاہانہ جاہ و جلال کے ساتھ محل سرا سے باہر آیا۔ امرا اور سرداران لشکر اپنی اپنی فوجوں اور جنگی ہاتھیوں کے ساتھ گرد جمع ہونے لگے۔ ہندوؤں کے ساتھ ساتھ خسرو خاں کے مسلمان رفقا بھی تھے۔

”چنانچہ آہستہ با آہستہ سپاہاں کہ خیرات مسلمان باگڑاھاں“
 لشکر کا اجتماع حوض خاص کے میدان میں ہوا جس کے مشرقی سرے پر آج کل فیروز تغلق کا مقبرہ اور مدرسہ بنا ہوا ہے۔ چونکہ سپاہ کی کثرت تھی اور ادھر قازی ملک کا رعب داروں پر چھایا ہوا تھا لہذا بہت ہی قریب قریب تیرے جہائے گئے۔ لشکر گاہ کے سامنے ایک بے قاعدہ سی خدمت اور پشم کی طرف کچی دیوار بنائی گئی۔ اسی دیوار کے اندر روشن حوض تھا جس سے مختصر ہونے کے باوجود تمام اہل لشکر پانی لیتے تھے۔ اس مورچہ بندی اور کثرت تعداد و سامان کے باوجود امیر خسرو لکھتے ہیں کہ قازی ملک تغلق کی آمد آمد کی خبر ہندوؤں پر دنیا تاریک کیے دیتی تھی۔

”چو خورشیدے کہ بارن بر جہاں نور
 ہوں بر شب پرک تاریک و دیمجور“

پھر امیر خسرو ایک نئے عنوان کے تحت مثنوی لکھتے ہیں کہ زو گوہر نچھاور کرنا بھی اسی کے لیے مفید ہو سکتا ہے جو یہ کام اہنی مرضی اور آزادی سے کرے ورنہ دشمنوں کے خوف سے اور عاجز ہو کر روپیہ لٹانا نہ دینے والے کی ناسوری کا باعث ہے نہ لینے والے کی احسان مندی کا۔ چنانچہ خسرو خاں نے بھی محل سے باہر آکر جو روپیہ پانی کی طرح لٹایا اور اس میں مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہندوؤں نے اپنے گھر بھرے، اس سے بھی لوگوں کے دلوں میں تغلق کی تلوار کا جو خوف جاگزیں تھا وہ کم نہ ہو سکا۔ خزانے کے اس طرح لٹا دینے کا ذکر بڑنی اور بعد کی تاریخوں میں بھی آتا ہے۔ لیکن تغلق کے منزل بہ منزل بڑھنے کی یہ تفصیل کسی تاریخ میں نہیں پائی جاتی جیسی تغلق نامے میں درج ہے کہ وہ ہانسی سے گزر کر مدینہ میں آیا اور وہاں سے دھک پہنچا۔ پھر موضع مندوتی اور پالم سے بڑے کر ادوی پرپت کی کسٹبر ناسی پہاڑی کو عبور کر کے لہدات کے میدان تک آگیا جس کے مشرق میں جمنا اور جنوب کی طرف چند میل پر قدیم دہلی (یعنی سیری) واقع تھی۔ بڑنی وغیرہ نے بھی لکھا ہے کہ اس کا پڑاؤ اندرپت یعنی پڑائے قلعے کے قریب تھا اور غالباً اُس تمام رقبے میں پھیلا ہوا تھا جہاں آج کل نئی دہلی کی عمارتیں بنائی جا رہی ہیں —

اب فریقین ایک دوسرے سے چند میل کے فاصلہ پر آمادۂ جنگ تھے اور معلوم ہوتا ہے کہ تغلق کے پڑاؤ پر پیش قدمی حسن کی طرف سے ہوئی۔ یہ شعبان سنہ ۷۲۰ ہجری کی چاند رات کا ذکر ہے۔ فرشتہ نے اور اسی کی دیکھا دیکھی حال کے انگریز مورخوں

نے سن کو غلطی سے سنہ ۷۲۱ ہجری لکھ دیا ہے اور راقم الحکومت نے بھی اپنی تاریخ ہند میں یہی غلطی کھائی ہے۔ لیکن تغلق نامہ کے بیان کی تائید بدایونی کے علاوہ خود فرشتہ کے بیان سے بالواسطہ طور پر اس طرح ہو جاتی ہے کہ اس نے فیات الدین تغلق کی موت سلطنت چار سال اور چار ماہ اور وفات ربیع الاول سنہ ۷۲۵ھ میں تحریر کی ہے جو اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے جب کہ تخت نشینی کی تاریخ سنہ ۷۲۱ھ کی بجائے سنہ ۷۲۰ھ میں قرار دی جائے۔

پھر حال اسی شب کو عین الملک سلطان نے اپنے خفیہ وعدے کے بموجب خسرو خاں کا لشکر چھوڑ کر صوبہ اُچین کی طرف چل دیا اور بظاہر اس ہنگامے میں خسرو خاں کو صبح تک اس بات کی خبر نہ ہوئی۔ وہ رات پور لشکر کی ترتیب اور سرداروں سے مشاورت وغیرہ میں مصروف رہا اور صبح ہوتے ہی تیز تیز غازی ملک تغلق کے لشکر کی طرف بڑھا۔ اس کے زبردست لشکر اور سرداروں کی امیر خسرو نے خاصی تفصیل سے کیفیت لکھی ہے کہ ان میں یوسف خاں صوفی، کمال الدین صوفی، شایستہ خاں قر قمار، امیر حاجب کانور ”مہروار“ فائز امیر حاجب شہاب اودہ کا صوبہ دار اور اسی طرح کئی اور مسلمان سردار شامل تھے۔ خسرو خاں کا بھائی خانقاں اور سامن (یا نانا) رند ہول جسے رائے راین کا خطاب دیا تھا، اور بہت سے نئے نئے امیر جو غلامی کے درجے سے ایک بیک اسارت و سرداری کے مرتبے تک پہنچے تھے، اپنی اپنی فوجیں لیے ساتھ تھے۔

لشکر کے آگے آگے جنگی ہاتھیوں کی صف تھی اور انہیں کے گرد دس ہزار جوار سوار برادرو قوم کے ' مرنے کی تھا نے ہوے دیکھی رسول باندہ کر آے تھے ان کے نام اھر دیو ' امر دیو ' نرسیا ' پرسھا ' ہرمار ' پرمار ' اور گالی گالی صورتیں تھیں - بعض پوچھوں کے آگے جنگلی سور کے دانت لٹکتے تھے - غرض آدھی ہڈی و اور آدھی مسلمان سپاہ کثیر اور بڑے بہادری جنگی ساز و سامان کے ساتھ خسرو خان میدان میں پہنچا اور ملک غازی تغلق کو جو اس دن آنے کا ارادہ نہ رکھتا تھا ' مجبوراً صف جنگ آراستہ کرنی پڑی - اس موقع پر بھی اس نے اپنے خاص رفیقوں کو بلاکر جاگ کا جوش دلایا اور ان سے جان نثاری اور جاں بازی کا از سر نو عہد لیا - ان سب نے اپنے آقا کے سر پر تصدق ہونے کے والہ انگیز قول و قرار کیے اور کہا کہ اے سردار ' تو ہمارا ولی نعمت ہے اور جہاں کہے گا ہم وہاں اپنی جان لڑا دیں گے اور تو دیکھ گا کہ ابھی ہم اپنے حملے سے اس لشکر کثیر کو کس طرح تکرے تکرے کر دیتے ہیں - اب غازی ملک نے مطمئن ہوکر اپنی صفیں آراستہ کیں - میسرے پر بھانچے بہاء الدولہ کو اور دوسری فوج پر ملک بہرام ابیہ کو سردار بنایا - اس کے پہلو میں علی حیدر کا دستہ استدادہ کیا - میسرے پر ملک فخر الدین جونا اور اپنے بھتیجے اسک وغیرہ چار سردار مقرر کیے - قلب لشکر کی قیادت خود اپنے ذمے لی - یہ بھی حکم دیا کہ ہر سردار اپنے جھنڈے پر سور کے پر باندھ لے تاکہ غنیم کے جھنڈوں اور اپنے علم میں استہاز دے - دوسرے بقول امیر خسرو کے یہ سور کے پر کفار مغول کی

لڑائوں میں بھی تغلق کے پرچم پر بلندھے رہا کرتے تھے اور اس کی فتوحات نے انھیں مبارک و مسعود مشہور کر دیا تھا۔ امیر خسرو نے یہ دلچسپ تفصیل بھی تغلق نامے میں کی ہے کہ اس موقع پر غازی ملک کے لشکر کی پلول لفظ ”قلا“ تھی (نمبر ۲۳۶۳) اور اس فوج کو سن سن کر خسرو خاں کی آنکھوں میں اندھیرا چھایا جاتا تھا۔ (تا نمبر ۲۳۷۸) —

پھر ایک نئے عنوان کے تحت میں امیر خسرو جنگ کا حال لکھتے ہیں کہ دونوں لشکروں کے آمنے سامنے آتے ہی خسرو خاں کی ایک فوج نے اس شدت سے تغلق کے لشکر پر حملہ کیا کہ اپنے سامنے سے سب کو دیتے ہوئے لشکر کے پڑاؤ تک پہنچ گئے اور ملک غازی تغلق کے پاس ایک دستہ فوج کے سواے جس میں قین سو سوار تھے کوئی نہ تھا *۔ لیکن تھوڑی دیر میں اس کے خاص خاص سردار گرد و پھس جمع ہو گئے اور انھیں کو ساتھ لے کر ملک غازی نے دشمن کے بے حساب لشکر پر حملہ کیا۔ حملہ آوروں کی تعداد پوری پانسو بھی نہ تھی (نمبر ۲۳۹۰) لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ چٹاخی حملہ کچھ ایسا باموقع ہوا تھا کہ غلام کے لشکر میں پریشانی پیدا ہو گئی۔ تغلق کا گھوڑا معرکے میں ہر طرف پھس پیش نظر آتا تھا۔ اور امیر خسرو کے بیان سے معلوم ہوتا ہے (نمبر ۲۴۱۲) کہ حسن خاں کے چہتر پر بھی اسی کا وار ایسا کارگر پڑا کہ چہتر خسرو خاں کے سر پر اُلٹ

کے گرا اور اسی کے ساتھ اس کے لشکر کی ترتیب بگڑ گئی۔ خسرو خاں بدحواس ہو کر بھاگا۔ اس بدحواسی سے اتنے بڑے لشکر میں فضا کی ہلچل مچ گئی کہ ہر شخص جدھر مدد اُتے بھاگنا چاہتا تھا اور خود اپنی صفیں ایک دوسرے پر پڑی پڑتی تھیں۔ بھاگنے والوں کو حملہ آوروں کے وار روکنے کا بھی ہوش نہ تھا اور بھاگتے میں زخم کھاتے اور مرنے چلے جاتے تھے۔ بعض لوگ بغیر لڑے ہتھیار قائل رہے تھے اور بعض چھپنے کے لیے گڑھے اور کھائی ڈھونڈتے تھے۔ اس ہنگامہ قیامت میں بھی تغلق کی فوجوں نے جو معلوم ہوتا ہے کہ اب پوری قوت سے پامت پڑی اور تعاقب کر رہی تھیں، مسلمان سپاہیوں کی کچھ نہ کچھ رعایت کی مگر تغلق کے لشکر میں ایک معقول تعداد پلجباب کے ہندو کھوکھر (ککھڑ) سپاہیوں کی تھی۔ انہوں نے غنیم کے مسلمان سپاہیوں پر بھی ہاتھ صاف کیا۔ فرض ہو طرف مار دھاڑ اور چیخ پکار کا شور تھا اور خسرو خاں کو بھگا دینے کے بعد تغلق کی فوجیں لڑتے مار کرنے لگی تھیں کہ یکا یک ایک طرف سے ہندوؤں کے ایک لشکر نے حملہ کیا۔ ملک غازی کی نظر نے فوراً اس خطرے کو پہنچ لیا۔ حملہ آوروں کی صدائے ”ناراین“ کے ساتھ اس نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ باوجود اس کے یہ حملہ اتنا تیز اور تند ہوا تھا کہ غازی ملک کے سنبھلتے سنبھلتے حملہ آوروں نے اس کی فوج کے بہت سے جھلندوں کو کات کات کے گرا دیا مگر غازی نے اسی وقت ایک سپاہی کو اشارہ کیا کہ اس کا خاص علم جس پر مہچلی بنی ہوئی تھی قائم کرے اور نقارچی کو حکم دیا کہ تو گھوڑے پر جم کے بیٹھ جا

خلاصہ مثنوی

اور برابر نقارے پر چوب لگائے جا۔ اگر تونے آج مہرے سامنے
 نوبت بجانے میں کسی نہ کی اور خدا نے مجھ کو فیروز مند کی
 تو تیرا نقارہ اشرفیوں سے بھردوں گا۔ اور جس شخص نے علم
 گرا تھا اس سے کہا کہ اگر تو بھی اسی طرح علم کو لیے قایم
 رہا تو تیرے قد سے اونچا روپے کا تھیر لگا کر تجھے مچھلی کی
 طرح اس میں ترا دوں گا۔ کیونکہ اگر یہ میرے جہندے کی مچھلی
 قایم اور نقارہ بج رہا ہے تو پھر مجھے کو دشمن کی سو صفوں
 کا بھی خوف نہیں ہے (نمبر ۲۳۸۳ تا نمبر ۲۳۹۸) - امیر خسرو
 لکھتے ہیں کہ غازی کی اس حکمت اور ہمت کی بدولت کہ
 تن تنہا میدان میں جتا رہا اور اپنا علم قایم رکھا، اس کے سوار جو
 منتشر ہو گئے تھے جہندے کو دیکھ کر اس طرف جمع ہونے لگے۔
 اب اس نے فور سے دیکھا تو دشمن کا ایک زبردست لشکر بہت فاصلے
 پر نظر آیا جس کے ساتھ تھوڑے سے ہاتھی بھی تھے۔ اور نہیب
 میں ہونے کی وجہ سے یہ فوج پوری طرح نظر نہ آتی تھی اور
 اب تک ملک غازی کے حملوں سے محفوظ رہی تھی۔ دریافت کرنے
 سے معلوم ہوا کہ یہ خسرو خاں کے چند مسلمان سواروں کی فوج
 تھی۔ ہندو فوج کا ایک دستہ بھی اس کے ساتھ تھا۔ اور
 خسرو خاں کا خاص رفیق ہوسف صوفی خاں ان میں موجود
 تھا۔ پس تغلق نے اس طرف رخ کیا اور ایک ہی حملے میں
 اس فوج کو بے ہودیا۔ اب دشمن سے میدان خالی اور فتح کے کامل ہونے
 میں کچھ کسر نہ رہی تھی۔ غازی ملک اچھے پڑاؤ کی طرف پلٹا۔ اس
 کے سپاہیوں نے سوائے کھوکھڑ اور وحشی افغانوں کے زیادہ غارتگری

نہیں کی۔ اور مسلمان ہوماً اوت مار سے محفوظ رہے۔ البتہ
 بھاگلے والے ہندو سپاہی اور سردار جن کو خسرو خاں کی داد و
 دھن نے حال میں مالا مال کیا تھا ان کے زر و جواہر خوب لٹے:-
 ”گروہے گوہر جن داد برباد گروہے را قضا کنج گہر داد
 جہاں را دیو شد کانیں چنیں است کہ ہرچہ اورا جکرایں رانکین است
 کسے کو پشت داد و پس نہ بھند بغارت روئے اورا کس نہ بیند
 فرے با پڑ مثل شد در شہانی کہ در غارت نہا شد مہربانی“

(۱۰)

”بشارت دادی اسباب شاہی و جہاں داری

دل غازی ملک را بہر مسند ز انجم و اختر“

فتح کے بعد جس کا تعلق نے سب سے پہلے سجدۂ شکر
 ادا کیا، امیر خسرو نئی داستان مذکورۃ بالا عنوان سے شروع
 کرتے ہیں۔ تمہید میں لکھتے ہیں کہ آدمی کا بلند و پست ہونا
 تقدیری امور ہیں۔ اس میں نہ اپنی کوشش کا دخل ہے نہ کسی
 دشمن کی مخالفت چل سکتی ہے۔

ز تقدیر است چوں بھنی بہ تمیز خواص قابلیت در ہمہ چہز
 یکے را کز بلند بھرہ مند است نیار پست ماندن چوں بلند است
 دگر کز آسمان بھرہ پستی است رہش با چار سوئے زیو دستی است
 اب غازی ملک کے تخت شاہی پر پہنچنے کا حال سنو کہ
 وہ اس روز اپنے پڑاؤ پر ہی رہا۔ فتح کے ساتھ ہی ہر طرف سے گویا
 زمین و آسمان اسے زبان حال سے بادشاہی کی بشارت دیتے تھے لیکن
 ملک غازی اس جذبۂ ہوس کو دل ہی دل میں دبانا اور کہتا تھا

کہ میں ایک سپاہی آدمی ہوں۔ مجھے مسند شاہی کے پاس نہ بٹھانا چاہیے کیونکہ بادشاہی بڑی ذمہ داری اور درد سر کا کام ہے۔ لیکن امیر خسرو لکھتے ہیں کہ جس کو آسمان نے اس کام کے لئے بنایا ہو اسے تقدیر منصب شاہی پر لائے بغیر نہیں چھوڑتی۔ اس کی مثال میں ایک حکایت لکھ کر، بیان کرتے ہیں کہ صبح کو جو شعبان مبارک کی پہلی تاریخ تھی، ہازی ملک آہستہ آہستہ پائے تخت دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ جلوس کے آگے آگے ہاتھیوں کی صف تھی جو اسی لڑائی میں ہاتھ آئے تھے۔ نوبت والے طبل و دھمکے بجاتے ”نعیم دور باش“ کی آوازیں نکالتے، چل رہے تھے۔ پیادہ و سوار ننگی تلواریں لیے، نیزے چمکاتے آگے تھے۔ یہاں تک کہ جلوس قصر شاہی تک پہنچا اور تغلق نے گھوڑے سے اتار کر وہیں فرش زمیں پر دوبارہ سجدۂ شکر ادا کیا۔ پور عہدیک و اسرا سب کو بلا کر جان بخشی اور عام معافی کا مژدہ سکایا۔ سب کو اپنے بوائے عزت سے بٹھایا اور یہ تقریر کی کہ میں ایک معمولی آدمی تھا۔ سلطان جلال الدین مغفور نے اپنی عنایت سے مجھے مقرب بنایا۔ اس کے انتقال کے بعد مجھے تودن دھا کہ اتنے میں اقبال علانی کا آفتاب طلوع ہوا اور میں نے بھی بادشاہ کی خدمت اختیار کی۔ میں پہلے بادشاہ کے بھائی الغ خاں کی ملازمت میں رہا اور اس کی نوازشوں سے بہرہ مند ہوا اور جب وہ گذر گیا تو بادشاہ کی خدمت گزاری کی۔ اور اسی بادشاہ کی عنایت سے اس درجۂ امارت و سرداری تک پہنچا۔

لوگوں نے تغلق کی یہ تقریر سن کر کہا کہ اے امیر! تو اپنی

خوبہاں دوسروں سے کہیوں منسوب کرتا ہے جب کہ ہم تیسرے حال سے بخوبی واقف ہوں۔ جس وقت بادشاہ نے رنتنپور کا محاصرہ کیا اور اپنے لشکر کا کنگرہ ایک حلقہ بنایا اس وقت رائے رنتنپور نے ایک چھوٹا لشکر سے اس حلقے پر شدید حملہ کیا جس سے بادشاہ کی فوج میں ہلکا سا ہرجا ہو گیا۔ اس وقت بادشاہ نے تجھ ہی کو حکم دیا اور تو ہی نے اپنی شجاعت اور کوشش سے حملہ آوروں کو شکست دی تھی۔ اسی فتح کی جلدی میں بادشاہ نے تھرا اعزاز و اکرام کیا۔ پھر جب اس بادشاہ (یعنی سلطان جلال الدین) نے وفات پائی اور علاء الدین اس کا جانشین ہوا تو اپنی وفاداری کی وجہ سے تو اپنے عہدے پر بحال رہا۔ بعد ازاں جب مغلوں نے برون (موجودہ ضلع بلبل شہر) کی طرف یورش کی اور بہت سے مسلمانوں کو قتل بٹالیا، اس وقت بادشاہ نے تجھی کو مقابلے میں بھیجا۔ وہ چار تین پہلی چالہس ہزار کا لشکر تھا۔ اور اس کے چاروں سردار مغل شہزادے تھے مگر تو نے تھوڑے ہی عرصے میں اس لشکر کو شکست دی۔ اسی طرح کئی مغل سرداروں کو بے درپے شکستیں دیں اور ہر معرکے میں سرخ رو ہوا۔ پھر سمندر کے قریب بونہل (?) کے مقام پر کفار مغل سے جو دس ہزار چھوٹا جنگ آزمائوں کے ساتھ آئی تھی اور ان کے سردار کا نام بھی تغلق تھا، شدید جنگ ہوئی۔ مگر وہ تغلق کفر کی حمایت میں، اور تو دین کے لیے لڑا تھا اس لیے خدا نے تجھ کو فتح کامل عنایت کی۔ بونہل کے راجہ سے بھی تو نے خراج اور سمندر کا محصول واداری وصول

کہا - پھر حوٰدر و پھرک کے لشکروں کو شکستیں دیں - غرض کہاں تک تفصیل کی جائے کہ تجھے اتھارے پڑے پڑے معرکوں میں فتح حاصل ہوئی ہے - ان کے بعد یہ تازہ فتوحات تھیں جو تجھے لشکر دہلی پر میسر آئیں - شہر خدا حضرت علی کے بعد اٹلی فتوحات ابو مسلم کے سوا کس کو حاصل ہوئیں - خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے تجھے اس کامیابی کے لیے زندہ رکھا ورنہ کتنے ہی امرا ہلاک ہو گئے - اب جب کہ تو اٹلی ہلاؤں سے محفوظ رہا ہے ، تخت شاہی پر جلوس فرما اور سلطنت کو از سر نو رونق دے (قانمبر ۲۶۸۱) -

ملک غازی نے کہا کہ میرا جواب وہی ہے کہ میرا قاج و تخت میری قیور و کمان ہے - جس طرح بادشاہوں سے قبیح آزمائی نہیں ہوتی - اسی طرح جنگ آزمائوں سے فحش نہیں بیٹھا جاسکتا - مجھے سلطان علاء الدین کی مہربانی سے یہ مرتبہ ملا - اس لیے مجھے پر اس بادشاہ کا بہت بڑا حق واجب تھا - جب میں نے سنا کہ کافر نعمت خسرو خاں نے اس کی نسل کو مٹا دیا ، اپنے ولی نعمت خلیفہ وقت ، قطب الدین کو قتل کر دیا ، اس کی بیویوں اور بچوں کو بھی مروا دیا - اور طرح طرح کی شرمناک بدعتیں کیں ، تو دنیا میری آنکھوں میں تاریک ہو گئی - میں نے بہت نوحہ و ماتم کیا اور اپنے دل سے کہا کہ ایسی زندگی پر حیف ہے کہ میرے اولیائے نعمت اس طرح مارے جائیں اور میں ان کا انتقام نہ لوں - حقیقت میں میں نے تین نہتیں کی تھیں - ایک تو یہ کہ میں دین اسلام کی راہ میں جہاد کروں گا - دوسرے یہ

کہ اس مہارک سرزمین کو ایسے کہہئے ہندو زادے کے ہاتھ سے چھین لوں اور ان شہزادوں یا عالی نژادوں کو مراتب سلطنت پر متمکن کروں جو اس کے اہل ہیں۔ تیسری نیت یہ تھی کہ جن کافر نعمتوں نے نسل شاہی کو اس بے رحمی سے برباد کیا ہے انہیں کفر کردار کو پہنچاؤں۔ یہ تہمتیں محض خدا کی رضا جوئی کے واسطے تھیں اور خدا کے فضل سے میری مضبوط ہمت نے ان تینوں ارادوں کو اتمام کو پہنچایا۔ اور جب میری مراد برآئی تو اب میں تمام عمر اس دن کی کامیابی کا شکر ادا کروں گا۔ میں تخت بادشاہی کا چرہا نہیں ہوں اور سوائے دینی جہاد کے تلوار نہ کھینچوں گا۔ اب اگر نسل شاہی میں سے کوئی شخص بھی زندہ ہے تو یہ تخت سلطنت اسی کے نام لکھا جائے۔ اور اگر ان میں سے کوئی باقی نہیں رہا ہے تو یہاں اور بہت سے آئے آئے امید موبوں ہیں۔ مجھے اپنا گہوارا اور دیو پالپور کا زمرانہ سب سے زیادہ پسند ہے (قا نمبر ۲۷۲۳)۔

اکابر ملک نے پھر اس کے پاؤں چومے اور اصرار کیا کہ کلاہ بادشاہی قیصر ہی لکھے موزوں ہے۔ اگر تاج کے لائق کوئی اور سر ہوتا تو تقدیر الہی یہ عزت و مرتبہ اسی کو بخشتی۔ ہم جو آج قیصر سامنے زیر و سرنگوں کھڑے ہیں کیوں کر قیصر مقابل میں تخت سلطنت کے سزاوار ہو سکتے ہیں۔ تغلق نے پھر وہی عذر کیا اور اسیدوں نے پھر اصرار کیا۔ تغلق نے کہا کہ میں کوئی بچہ نہیں ہوں کہ آپ لوگوں کی ان تقریروں سے بادشاہی کے شوق میں اس کی دشوار ذمہ داریوں کو بے قائل اٹھاؤں۔ دوسرے اگر میں

نے بادشاہی قبول کی تو لوگ بھی کہیں گے کہ میں نے اسی غرض سے تلوار کھینچی تھی۔ لوگوں نے آخر میں یہ دلیل بھی پیش کی کہ اگر تیرے سواے کوئی دوسرا تخت پر بیٹھا تو وہ تجھ سے خائف اور اس لیے تیری مخالفت پر آمادہ ہوے بغیر نہ رہے گا جیسا کہ ابو مسلم کے معاملے میں ہوا کہ اس نے جعفر کو تخت خلافت پر بٹھا ہوا اور جعفر نے اپنی حفاظت کے لیے خود اسی کو قتل کرایا۔ اس پر خسرو لکھتے ہیں کہ یہ بات سن کر تغلق بھی سوچ میں پڑ گیا اور وہ ابھی اسی تردد میں تھا کہ در سے اس کے سامنے تین چتر نمودار ہوئے۔ اس وقت اسے اپنا وہ خواب یاد آیا جس میں اس نے اپنے سر پر تین چاند چمکتے دیکھے تھے۔ اور بالآخر لوگوں کی درخواست اور تخت شاہی کو بخشش الہی سمجھ کر قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی —

تخت شاہی کے لیے اس رد و کد کا حال برنی اور بعد کی تاریخوں میں بھی موجود ہے۔ برنی نے تصریح کی ہے کہ یہ مجلس قصر ہزار ستون میں منعقد ہوئی تھی۔ ابن بطوطہ نے یہ دلچسپ روایت بھی لکھی ہے کہ ملک تغلق اپنے دوست بہرام ابیہ کو بادشاہی کی دعوت دیتا تھا۔ بہرام نے انکار کیا اور کہا کہ اگر تم تخت شاہی قبول نہیں کرتے تو ہم تمہارے بیٹے نصر الدین کو بادشاہ بنالیں گے۔ یہ سن کر تغلق نے بہتر بھی سمجھا کہ خود بادشاہی قبول کر لے —

(۱۱)

جلوس شہ غیاث الدین و دنیا تغلق غازی
فر از تخت سلطانی چو افروزدن واسکندر

دوسرے روز یعنی ہفتے کی صبح تغلق نے تخت سلطنت پر جلوس کیا اور سلطان غیاث الدین اس کا شاہی خطاب قرار پایا۔ پھر دو مظلوم عنوانوں کے تخت میں اسیر خسرو نے خسرو خان اور اس کے بھائی کی گرفتاری اور قتل کا حال تحریر کیا ہے کہ دونوں بھائی فواری میں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تھے۔ خانخانان کسی بڑھیا کے گھر میں جا چھپا تھا لیکن غالباً اسی روز تغلق کے سواروں کو اس کا پتہ مل گیا۔ انہوں نے فضل الدین جوٹا کو، جسے اس موقع پر پہلی مرتبہ تغلق ناسے میں الف خاں کے خطاب سے یاد کیا گیا ہے (نمبر ۲۸۱۵) خبر کردی اور اس مکان تک لے آئے۔ الف خاں نے وعدہ کیا کہ بادشاہ تیری جان بخشی کر دے گا لیکن جب وہ گرفتار ہو کر تغلق کے سامنے لایا گیا تو اس نے حکم دیا کہ اسے شہر میں پھرایا جائے اور جس طرح اس نے مستورات کی پردہ داری کی تھی اس کی بھی تقلید کی جائے۔ چنانچہ بڑے بڑے بازاروں میں اس کو پھرایا گیا۔ اور اس کے ہاتھ سڑکات کر کنگرے پر لٹکا دیا گیا۔

پھر اسیر خسرو ایک ہند آسوز تمبھد کے بعد لکھتے ہیں جب خسرو خاں شکست کھا کے میدان سے بھاگا تو چند ہم قوم بڑا بڑا سوار بھی اس کے ساتھ تھے۔ وہ تھوڑی دیر ہر طرف دوڑتے پھرتے کہ امن کی جگہ یا پناہ کا راستہ مل جائے۔ لیکن اس دواوش میں راستہ بھول گئے اور خسرو خاں اپنے ساتھیوں سے بھی الگ ہو گیا۔ اور گرتا پڑتا ایک ویران باغ میں جا چھپا۔ برہنہ نے لکھا ہے کہ وہ اپنے قدیم آقا ملک شادی کے مقبرے کے باغ

میں جا چھپا تھا۔ اور دوسرے روز وہاں سے گرفتار ہو کے آیا۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ وہ تین دن تک ہر باغ میں چھپا رہا اور پھر بھوک سے بے قرار ہو کر ایک باغبان کو اپنی انگوٹھی دی کہ اسے گروی رکھ کر کچھ کھانا لائے۔ یہ انگوٹھی پکڑی گئی اور اسی سے خسرو خاں کا کوتوال کو سراغ مل گیا۔ تغلق فاسے میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے الغ خاں کو اسے گرفتار کرنے کے لئے بھیجا۔ فرض وہ گرفتار ہو کر تغلق کے سامنے پیش ہوا۔ بادشاہ نے اس سے سوال کیا کہ اے ظالم تو نے اپنے ولی نعمت کے ساتھ یہ کیا کیا کہ اس نے تجھے کو اپنے دل میں جگہ دی اور تو نے اس کا خون کر دیا۔ خسرو خاں نے جواب دیا کہ میرا حال دنیا کو معلوم ہے۔

”اگر نارفعلی بر من ذرفعلی زمن نا آسے ویں فن ذرفعلی“ اس بھت میں قطب الدین کی بد فعلی کا اشارہ ہے جس کا برفی نے بار بار اور خاصی صراحت سے ذکر کیا ہے۔ تغلق کے سوال پر کہ شہزادوں نے تیرا کیا کیا بکاڑا تھا جو ان کو اس بے رحمی سے قتل کیا۔ خسرو خاں نے جواب دیا کہ یہ مشورہ میرے رفیقوں نے مجھے دیا تھا۔ اس کا الزام حقیقت میں مجھے پر نہیں۔ پھر جب پوچھا گیا کہ تخت و سلطنت پر تو نے کیوں قبضہ کیا تو اس نے کہا کہ میں کسی شہزادے کو تخت پر بٹھانا چاہتا تھا مگر میرے بد رائے مشہروں نے مجھے درایا کہ اگر تو ایسا کرے گا تو تیری خیر نہ ہو گی۔ تغلق نے یہ سوال بھی کیا تھا کہ مجھے پر تو نے کہوں فوج کشی کی۔ خسرو خاں نے کہا کہ

میں تاجکو پام تک کا علاقہ دینے پر تیار تھا لیکن یہ رائے بھی نہ چلی اور خدا نے تاجکو غالب اور تخت و سلطنت کا وارث بنا دیا۔ آخر میں خسرو خاں نے جاں بخشی کی درخواست کی اور یہ بھی کہا کہ اسے اندھا کو کے کسی گاؤں میں گوشہ نشینی کی اجازت دے دی جائے (نمبر ۲۹۰۶) مگر تعلق نے اسے قبول نہیں کیا اور کہا کہ میں نے بادشاہ اور شہزادوں کا انعقاد لینے کے لئے یہ جنگ کی تھی اور تاجکو زندہ چھوڑنا میرے عہد اور اعلان کے خلاف ہوگا۔ پھر چلائوں کو حکم دیا کہ جس جگہ سلطان قطب الدین مبارک شاہ کو خسرو خاں نے قتل کرایا تھا اسی مقام پر لے جا کر خسرو کا سر قلم کر دیا جائے۔ چلنانچہ سر کات کو صحن میں پھینک دیا گیا کہ آئندہ ورنہ کے قدسوں میں پامال ہو۔ اس کے قتل ہونے کی قریب قریب یہی روایت ابن بطوطہ نے لکھی ہے —

.....

تعلق نامے کا جو نسخہ موجود ہے وہ اسی بیان اور ہیئت نمبر (۱۹۲۰) پر ختم ہو گیا ہے۔ لیکن صفحے کے آخر میں ترک موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے آگے کے کچھہ اوراق ضائع ہو گئے ہیں۔ ایک عنوان بھی آخری صفحہ سے دو تین ورق پہلے حاشیے پر تحریر ہے جو غالباً آخری فصل کا عنوان تھا۔ اور وہ یہ ہے —

حدیث چتر و کشور دامن شہزاد گل و انگہ
بشغل آراستن کار ملوک و بندہ و چاکر

خلاصہ مثنوی

معلوم ہوتا ہے کہ اس آخری فصل میں لوگوں کے خطابات و خدشات کی تصریح تھی اور پھر وہ اشعار ہوں گے جو حیاتی کے خاتمے پر تھکدہ رکھے تھے۔ لیکن جیسا کہ مقدسہ کتاب میں بحث کی گئی ہے یہ آخر کے اوراق جو تلف ہو گئے تعداد میں کچھ زیادہ نہیں ہو سکتے —

سہد ہاشمی

حیدر آباد - شوال سنہ ۱۳۵۱ھ



مقدمہ

(نا تمام)

نوشتہ مولوی رشید احمد صاحب انصاری مرحوم

حضرت 'امیر خسرو' رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تصانیف میں
تغلیق نامہ سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ ضروری اور زیادہ
قیمتی تصنیف ہے۔ عام مورخ اس بات پر متفق ہیں کہ وہ
حضرت امیر کی سب سے آخری تصنیف ہے بلکہ حاجی خلیفہ
نے کشف الظنون * میں یہ لکھا ہے کہ یہ نظم تمام ہونے نہیں
پائی تھی کہ حضرت امیر کی وفات ہو گئی۔ اس کی اہمیت کی
دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ خالص تاریخی تصنیف اور اس میں
قطب الدین مبارک شاہ کے قتل سے لے کر غیاث الدین تغلق کی
تخت نشینی تک کے نہایت تفصیلی واقعات ملتے ہیں جن سے
ہماری موجودہ کتب تواریخ ساکت ہیں۔ بلاشبہ تاریخ علائی †

* کشف الظنون مطبوعہ دوملٹی صفحہ () اس میں تغلق نامہ کو
تغلیق نامہ لکھا ہے جو چھاپہ کی غلطی ہے۔

† صفحہ خسرو کے سلسلہ میں تاریخ علائی کی تصحیح اور
معدد نسخوں کے ساتھ اس کا مقابلہ میں کرچکا تھا۔ افسوس
ہے کہ اب تک اس کے چھپنے کی نوبت نہیں آئی۔

ایک ایسی کتاب ہے جس کو تاریخی کہا جاسکتا ہے اور جس میں حضرت امیر نے سلطان علاء الدین خلجی کی بعض فتوحات کو اپنے خالص شاعرانہ انداز میں صنایع بدایع کے تحت التوام کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس سے بھی بعض تاریخی فہمیدوں کی اصلاح ہو جائے۔ لیکن تاہم اس کی تاریخی حیثیت کے مقابلہ میں ادبی حیثیت زیادہ غالب ہے اور اس لحاظ سے وہ تعلق نامہ کی برابری نہیں کر سکتی۔

ان دونوں باتوں کے علاوہ خاص وجہ تعلق نامہ کی اہمیت کی یہ ہے کہ وہ صدیوں سے کم یاب یا نایاب یا قطعاً منقود سمجھی جاتی ہے۔ تمام مورخ اور تذکرہ نویس یا تو اس کی کم یا ہی کی شکایت کرتے ہیں یا اس کے فقدان پر افسوس کرتے ہوئے دیکھ جاتے ہیں۔ اور جہاں تک مجھے علم ہے کوئی شخص اس بات کا اقرار نہیں کرتا کہ اس نے تعلق نامہ کو دیکھا ہے۔ البتہ حاجی خلیفہ نے اس کتاب کے متعلق اس قدر صحیح بیان دیا ہے جس سے گمان غالب ہوتا ہے کہ اس نے یہ کتاب ضرور دیکھی ہے۔ اس زمانہ میں نئی تصانیف ایک ملک سے دوسرے ممالک میں جس سرعت کے ساتھ پہنچ جاتی تھیں اس سے کچھ بعید نہیں معلوم ہوتا کہ یہ کتاب بھی قسطنطنیہ پہنچ گئی ہو اور حاجی خلیفہ کی نظر سے گزری ہو اور چونکہ وہاں کے شاہی کتب خانے اس وقت تک محفوظ ہیں اس لیے یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ اس کتاب کا کوئی نسخہ اس وقت تک وہاں کے کتب خانہ میں محفوظ ہو۔

بہر حال حاجی خلیفہ کے الفاظ یہ ہیں:

جب نواب عمادالہاک بہادر کی تحریک پر مدرسۃ العلوم علی گڑھ میں فراہمی و ترتیب تصانیف خسروی کا کام شروع ہوا تو اس کے کارکنوں کی خاص توجہ تغلق نامہ کی طرف مبذول ہونا ایک قدرتی بات تھی چنانچہ اس کی تلاش میں سب سے زیادہ اہتمام کیا گیا۔ خداوند تعالیٰ نواب اسحاق خاں کو فریقِ رحمت فرمائے۔ عجب فیکِ دل اور پاک باطن بزرگ تھے۔ تصانیف خسرو کے ساتھ جس قدر ان کو دلچسپی تھی اور جس قدر شوق تھا وہ ظاہر بہنوں کی نظر میں خبط بلکہ جنون کے درجہ کو پہنچ گیا تھا، اور تغلق نامہ کے ساتھ تو ان کو خاص شغف تھا۔ ہر صاحب ذوق سے وہ اسی کا تذکرہ کرتے اور یہی فرمایش کرتے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ انہیں کے جذبِ قلبی اور نہکِ ذہنی کا ثمرہ تھا کہ ایک ایسی کتاب جس کی تصنیف کو چھ صدیوں سے زائد زمانہ گزر چکا ہے اور مورخین سوائے نام کے اس کی نسبت اور کچھ نہیں جانتے اور جس کے مفقود ہوجانے پر علمی دنیا متفق ہو چکی تھی اس سرنو پھر عالم وجود میں آئے اور زبور طبع سے آراستہ ہو کر اہل شایقین کے ہاتھوں میں اس کی رسائی ہو۔

تغلق نامہ کا انکشاف جن ابتدائی مراحل سے گزر کر پایہ تکمیل کو پہنچا ان کی رویداد نہایت دلچسپ اور سننے کے قابل ہے۔ یہاں اس کو مختصراً بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اس بیان کو سرسری نظر سے دیکھنے والے ممکن ہے کہ یہ خیال کریں کہ تغلق نامہ کی ایجاد کا فخر صرف اس خاکسار کو حاصل ہے۔ مگر حقیقتاً یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ اس فخر

میں جناب مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی سہرے ساتھ شریک ہوں بلکہ شریک غالب ہیں۔ وہ اس تحریک کے بانی ہیں۔ * سب سے پہلے انہوں نے جہانگیر نامہ پر ایک مبسوط تعلقہ لکھی۔ جس میں وہ اگرچہ کسی صاف نتیجہ پر نہیں پہنچ سکے لیکن ان بحثوں اور کارشوں سے میں نے ضرور فائدہ اٹھایا جس کا میں اعتراف کرتا ہوں۔ جس طرح اس تحریک کا آغاز ہوا اس کو مولانا شروانی ہی کے الفاظ میں میں بیان کرنا زیادہ مناسب سمجھتا ہوں۔ آپ اپنے تنقیدی مراسلے میں جو فواب اسحاق خاں مرحوم مغفور کے نام ہے تحریر فرماتے ہیں :

”تبصرہ + طبع ثانی ایک ہفتہ ہوا موصول ہوا۔ غایت دلچسپی کی وجہ سے نے میں اس کو مکرر پڑھا۔ تعلق نامہ کے متعلق آپ کی تاسف آویز تحریر پڑھ کر دل میں ایک حسرت کی موج اٹھی اور اس خیال سے دل توپ کر رہ گیا کہ کاش میں اس کا نسخہ حاضر کر سکتا۔ اسی اضطراب میں خیال آیا کہ کتب خانہ میں حیاتی کاشی کا جہانگیر نامہ ہے جو بجواب تعلق نامہ لکھا گیا تھا۔ اس کو دیکھنا چاہیئے شاید حالات پر کچھ روشنی پڑے۔ اس کو نکال کر دیکھا۔ حسب ذیل واقعات معلوم ہوئے.....“

غرض کہ مولانا شروانی کا مراسلہ جس کا خلاصہ اوپر دیا گیا ہے

* جہانگیر نامہ کا نسخہ جو بعد میں تعلق نامہ ثابت ہوا انہیں

کے کتب خانہ سے نکلا۔

+ تبصرہ ثانی متعلق ترتیب کلمات خسروی صفحہ ۲۲

اور جہانگیر نامہ کا قلمی نسخہ نواب اسحاق خاں مرحوم نے آخری فیصلہ کے لیے خاکسار کے سپرد فرمایا۔ میں نے ان دونوں چھوڑ کر سرسری نظر سے دیکھا۔ مجھے کو قطع نظر اس بات کے کہ حیاتی کے اقوال کا صحیح معنی کیا ہو سکتا ہے اس کتاب میں حضرت امیر خسرو کی روح محسوس ہوئی اور آخر کار مجھے پرمکشف ہو گیا کہ سوائے چند ابتدائی اوراق کے جو حیاتی کاشی کے طبع زاد ہیں اور جس میں اس نے جا بجا اپنا نام لکھا ہے باقی تمام کتاب امیر خسرو کی ہے اور یہ وہی کتاب ہے جس کا نام تغلق نامہ ہے اور جس کی نسبت علمی دنیا صدیوں سے یقین کر چکی ہے کہ یہ مفقود ہو گئی۔

میں نے اپنی یہ رائے مع ان دلائل کے جو اس سرسری مطالعہ کے وقت میرے خیال میں آئے اور جو اثبات مدعا کے لیے کافی تھے لکھ کر بھیج دی تھی۔ جو تبصرہ ثانی میں مولانا شروانی کے مراسلہ کے ساتھ چھپ چکی ہے۔ مگر اس بحث کی اہمیت کا لحاظ کر کے میں چاہتا ہوں کہ ان تمام دلائل و شواہد کو جو میں نے اس وقت لکھے تھے اور نیز جو مہرق مطالعہ اور مؤلف غور و فکر کے بعد میرے خیال میں آئے زیادہ توضیح اور تفصیل کے ساتھ لکھوں :

(۱) جہانگیر نامہ اور عقیدہ میں بیان کا انداز اور توکمیں کی بندھ اور قوافی کی نشست بانکل معصوم واقع ہوئی ہے بلکہ بعض اوقات پورے پورے مصرعے اور شعر باہم مل جاتے ہیں۔ اور سوائے ایک دو لفظوں کے کچھ فرق نہیں ہوتا۔ مقابلہ کے لیے

میں نے عشقیہ کو اس لیے ترجیح دی ہے کہ وہ حضرت امیر کی
 اواخر صہ کی تصدیق ہے اور متعدد واقعات دونوں کتابوں میں
 مشترک ہیں۔ اور بصورت بھی دونوں کی ایک ہی ہے۔ چنانچہ شعر
 ملاحظہ ہوں:—

عشقیہ

جہانگیر نامہ

ہمیں گنت آسمان را آفتابیں	}	ازاں بے سہر شد دینار خورشید
کہ سکہ می شوم بہر خطابش		کہ دارن سکہ نام تو امید
گہر ہائے کہ گوہر پاہں از اسہد	}	گہر ہائے کہ ہر یک را ز امید
بنور چشم خود پرورد خورشید		بصد خون جگر پرورد خورشید
ازاں خون وز موج اشک رنگیں	}	ز کو ہن بویخ پر خون و رنگین
حننا می بست بدست نگارین		حننا می بست بر دست نگارین

چو دولت مراد را بر سر قہد تاج	کسے کز سہر گردوں پہوہ مذک است
فتد ز اسہب او دشمن بتاراج	ز انجم ہمچو انجم سر بلند است
بہر قلعے کہ دستش یار گودا	اگر چو یک کلید کار در مشت
ہر انگشت کلید کار گرد	کلیدے گرد از دستش ہر انگشت
بہر منزل کہ جایش در زور آید	چو عون غیب پیہں مقبل آید
مراد از بام و کام از در در آید	فرض پھش از تمنا حاصل آید
ہر قہطیم آسمان بوسہ چہینہں	ہندویش آرزو باشد بسیدہ
بشلمانی دھد زہ انجم نگیہن	کہ بیہں از خواست پھش آید خویہ
ز تقدیر است چون بہن بہ تہہ	ز روزی خواہ در دہ خواہ در شہر
خواہ قہلیت در ہوہ چہر	مقام ہر کسے پیداست در دہر

یکے کو از بلندی بہرہ مند است عقاب از اوج نتوان داشتن پست
 نیارد پست ماندن چون بلند است مگر در بازوئی لنگر توان پست
 دگر کو آسمانیں بہرہ پستی است بھلہ سوش بالا پر نہاید
 دھس با چار سوئے زیر دستی است مگر آن کش غلو از رہاید
 بود کفدم خرے بالا سر افزاز بن جو را ز یک گز فگزد شاخ
 سر چلنوزہ گوید با فلک راز شود گر جو بجو با ابر گستاخ
 یکو شش دیو جمشیدی نیابد بخیلہ چند باشد پست را اوج
 ستارہ نور خورشیدی نہابد بدر یا بر شود باز اوفتد موج
 سرے کو را بود قسمت کلاہے کواکب کز رصداں در شمارند
 ہوس بر تاج بودن نیست راعے شمار کار عالم پیشہ دارند
 ازاں تقدے کہ می سلجند در قہب بآئینے کہ می آید ز تقدیر
 بر روزی پر شود نے از ہوس جہب ہکار خلق می سازند تدبیر
 نہ ہر فرقے سوائے تاج شاہی است
 نہ ہر دین را لقب ظل الہی است
 نہ ہر داری بر افسر جائے یابد
 نہ ہر سرتاج ملک آراءے یابد

— * —

غریبان کوس فتح آواز می داد ترم رھرہ را آواز می داد
 ز سر می برد ہوش و باز می داد نوا جان می ربود و باز می داد
 ہمہ دندانہں در بالا و پستی ہمہ دندانہں مست شہر ہد راست
 فتن خیزان شدہ از شیر مستی کژان مستی ہی افتاد و سیخاست
 کسیے کو عزت اسلام داند کسیے کو عزت معشوق داند

معاد الہی کے ایسی دیدن تواند کجا از نان و جانش یاب ماند
 کلس زان گونه خواہم راند این حرت بہہ جاری نگارم نقش این درج
 کہ گنج نہ فلک دروے شود صرف کہ چون آب روان گوہر شود خرج
 چو سن در خون فتم خونم مشوئند چو یارم گشت زر خونم معبوتید
 وزیں حولتوار گل خوفم معبوتید وزیں خون دروے دلگو نم مشوئند
 فلک تاج علا را برد معراج علا از تخت رفت رفعت از تاج
 بھاک افتاد والا گوہر تاج شہا بے جاے ماہ کرد معراج
 بود شہ پاسبان خالق پیوست چو باشد خانہ را پاسبان مسست
 خطا باشد کہ باشد پاسبان مسست رساند دزد را خود باز بردست
 شبلی چوں شہ خراب از بادۂ ناب شبانے را کہ باشد بادۂ در پیش
 رہ در معدۂ گرگان کڈ خواب رساند نقل گرگ از پہلوے مہش
 فر آئینے کہ رسم ملکداری است ستون عمدۂ با استواری
 قہرات کارھا در ہوشہاری است ستاد شہ بود در راست کاری
 چو طبعم در جوان مردی در آمد سہاۂ دہن کہ چوں دریا در آمد
 قلم را موج دریا بر سر آمد مغل را موج دریا بر سر آمد
 معجب حیفی کہ زان گہوان گمراہ عفا الہم بر چنان روہاے چوں ماہ
 بخون فطلد چنان روہاے چوں ماہ کسے چوں ہرکشد شہشیر کیں خواہ
 جوانے ہم چو بخت خویش بیدار رہودہ خواب بیداران بہ یکبار
 رہودہ خواب بیداران بہ یکبار ز چشم نیم خواب و نیم بیدار

— * —

تغلق نامہ اور جہانگیر نامہ کی تصنیف میں پورے تین صدیوں کا فاصلہ ہے اور اس عرصے میں فارسی زبان اور اس کی نظم و نثر

میں نمایاں تغیرات ہو گئے تھے۔ بہت سے الفاظ اور معادرات متروک ہو کر نئے الفاظ اور نئے معادرات ان کی جگہ جاری ہو گئے تھے۔ شاعری میں بجائے قدما کی سادگی اور بے تکلفی کے دلت پسندی اور نازک ذہالی خصوصاً دور اکبری میں انتہا کو پہنچ چکی تھی جس کو اس مہد کے سخن فہم تازہ گوئی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس لئے چھاتی کے کلام کو حضرت امیر خسرو کے کلام کے ساتھ مقابلہ کرنا اور ان میں فرق دکھانا شاید اہل ذوق کے نزدیک معیوب سمجھا جائے۔ اس خیال سے میں نے عشیقہ اور تغاتی نامہ کے ہم معنی اشعار بالمقابل نقل کر دیئے ہیں۔ ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے اور یقین کر سکتا ہے کہ اس قدر توارث دو ہم عصر شاعروں کے کلام میں بھی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ ان میں سہنکڑوں برسوں کا فاصلہ ہو۔

اشعار مذکورہ بالا کی نسبت صرف اس قدر اور عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے ان کے جمع کرنے میں کوئی خاص اہتمام نہیں کیا۔ بلکہ جہانگیر نامہ کے مطالعہ کے اثنا میں جو اشعار ایسے آئے جن کے ہم معنی شعر عشیقہ میں بھی نظر سے گزر چکے تھے اور مجھے یاد تھے ان کو لکھ دیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ان دونوں کتابوں کا مقابلہ کیا جائے تو صدہا ایسے ہم معنی اشعار ملیں گے۔

(۲) اس کتاب میں وقایع تاریخی کی ایسی چھوٹی چھوٹی جزئیات اور تفصیلات پائی جاتی ہیں جن کو مورخ عموماً اپنی تاریخوں میں نہیں لکھتے۔ اور جن کو ضیاء برنی نے بھی جو

عہد قطبی اور تغلق کا عینی شاہد ہے فیروز شاہی مہن نہیں
 لکھا۔ پس اس قسم کی جزئیات کا جو اس کتاب مہن
 بکثرت پائی جاتی ہیں پوری تین صدیوں کے بعد چھاتی کے
 قلم سے ظاہر ہونا ایک ایسی بعید از قہاس بات ہے جس کو
 غالباً کوئی عاقل تسلیم نہیں کرے گا۔ مثلاً صرف دو واقعوں پر
 اکتفا کرتا ہوں —

(۱) - خسرو خاں نے قطب الدین مبارک شاہ کو قتل کر کے
 شاہزادوں اور شاہی خاندان پر جو ظلم و ستم توڑے ان میں ایک
 واقعہ کا درد ناک منظر اس طرح دکھایا گیا ہے :-

چنان است این حکایت راستار است کہ چوں بہر قطب دیں رفت آنچہ حق خواست
 ز بعد آن سریر آراے مرحوم برادر پلج دیگر ماند مظلوم
 یکے خان فرید اسم بلبلد اصل کہ بود اصلش زدہ شد وصل بر وصل
 کہ آن سلمکے سزائے ملک سنبجے سہ پنجش عہد رد دیرینہ سنبجے
 تمامش دادہ قران ختم منشور دلش زان نور گشتہ سورۃ فور
 بسا شاگردیء استاد کردہ کتاب و نامہ را چوں یاد کردہ
 بہ ترتیب کمان و قیر پیوست بعقد قیر در انگشت او شست
 دگر ہو بکر خاں دیہاچہ تخت سزائے ملک گر یاری کاد بخت
 ز سال عمر او در ہفتہ رفتہ دو ہفتش سال و او سادہ دو ہفتہ
 الم دیہہ ز الف و لام و یا سین نشستہ در دل قران چو یسہون
 ہوس در نظم و نثر و لفظ و خط خوش طبعیت خود چہ گویم آب و آتش

علی خان گرامی ہشت سالہ جبیلے چوں گل و روے جو لالہ
 ہمہ دندانش در بالا و ہستی فتن خہزاں شدہ از شیر مستی
 ز قرآن تا بقدر افلح رسویدہ قدس افلح شدہ کاس صفحہ دیدہ

— * —

بہا خان ہم بہشتیم سال فو خوز ہشتا دوم قرآن ورق بیوز
 گرفتہ روزی از تعلیم بالا وما من دابة فی الارض الا

— * —

چنیس شہزادگان نا ز پرورد کہ چرخ از بہر ملک انباز پرورد
 زمان عمر شاں چوں بر سر آمد زمانہ در جفا کاری پر آمد
 اشارت کرد خسرو خان کم بخت کہ بر شہزادگان کارے روہ سخت

— * —

ز پانچم سال عثمان پھرہ ور بود ہنوز از جمع قرآن بے خبر بود
 بہازی ہاے نوزادان ہوس فاک ز لوح کاف و نون لوح دانش پاک

— * —

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان قطب الدین مبارک شاہ
 کے مقتول ہوجانے کے بعد اس کے پانچ بھائی باقی رہ گئے تھے۔
 اول فرید خان جس کی عمر پندرہ سال کی تھی قرآن مجید
 ختم کرچکا تھا۔ کتابیں پڑھتا تھا اور تیر اندازی کی مشق کرتا
 تھا۔ دوم ابو بکر خان جس کی مہر چودہ سال کی تھی۔
 نظم و نثر کا شوق تھا خط اچھا اور طبیعت نہایت ذکی
 تھی۔ سوم علی خان نہایت حسین تھا۔ قد افلح المومنین تک

پوچھا چکا تھا - چہارم بہا خان - اس کی عمر بھی اُنکھ سال تھی
قرآن مجید کا پہلا قلمت ختم کر چکا تھا اور وسام من دابة فی الارض
کا پارہ پوچھا رہا تھا - پنجم عثمان خاں - پانچ سال کی عمر تھی -
تعلیم الہی شروع نہیں ہوئی تھی —

شہزادوں کے متعلق جس قدر جزئیات ہم کو مندرجہ بالا اشعار
سے معلوم ہوتے ہیں ان پر سدری نظر ڈالنے سے یقین ہوتا جاتا
ہے کہ ان کا یہاں کرنے والا حہاتی نہیں ہو سکتا —

(ب) - غازی الدین تغلق اور خسرو خاں کے درمیان جو فیصل کش
معرکہ آرائی دہلی کے قریب ہوئی اس کا نقشہ ایسا مفصل
کھینچا گیا ہے جو کسی بعد کے زمانے والے سے ممکن نہیں
معلوم ہوتا - فریقین کے مہمہ اور مہمہ کے دستوں کی
تعداد اور ان کے افسروں کے نام - کہیں کر جنگ شروع ہوئی اور
کس طرح ختم ہوئی - اثنائے جنگ میں غازی الدین تغلق کے
لشکر کے ایک دستے کو شکست ہو جانا جس کی وجہ سے اکثر
فوج کا مغرور ہو جانا مگر غازی الدین کا اپنی جگہ پر اسقلال کے
ساتھ قائم رہنا اور دوبارہ توتوب قائم ہونا - ہر بات صاف صاف
معلوم ہوتی ہے —

غازی الدین تغلق کے لشکر کا مقدمۃ الجہش مغول بمغول دہلی
کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے اور دہلی میں ہلچل بڑھتی
جاتی ہے :-

ہمیشہ دم بدم آوازہ در شہر کہ اہلک و ہرہ زن شد صفدر دہر

گوشت از هانسی آمد در مدینه*
 از آن آئندہ دین مقدار نویافت
 چو در رھتک سہ پایہ کرد رایت
 چو در مندوتی آمد جھش منصور
 چو گردان سپہ بر شد ببالم
 چو نور افکند بر کوہ کندسپور
 علم کز حوض سلطان عکس بنمود
 چو میلے چلد از آن نزدیک تر شد
 پر از دھلیز و خرگہ شد سراسر
 پس پشت آب چون و پیش دھلی
 ز رود چون ہمی آمد ندائے
 ملک فخرالدول برروئے لشکر
 جوانے ہمچو بخت خویش بیدار
 فہکن عونہ دین الدین
 مدینہ حیدر کردار نو یافت
 ولی ہمد نبی شد در ولایت
 بدھلی شد دمیدہ نغضہ صبر
 بچشم ہندوان شد تھرہ عالم
 شد آن سنگ از صفا رخشندہ چوں طور
 مغارہ حلہ بست از ظل سدود
 سپاہ ہندوان زیر و زبر شد
 ہمد صحرای لہووت ز لشکر
 کجا یارد ستان جھش دھلی
 ظفر با خوشدلی می کوفت پایے
 چو شہوان بر تیش ہر موے لشکر
 ربردہ خواب بیداران بہ یکبار

شب جمعہ خسرو خاں مع اپنے فوجی سرداروں کے تمام رات
 فوج کی تیاری اور آراستگی میں مصروف رہتا ہے اور اس موقع
 سے فائدہ اُٹھا کر عین الملک اپنے وعدے کے مطابق اپنی جمعیت
 کو ساتھ لے کر چپ چاپ اُچھن کی طرف روانہ ہو جاتا ہے :-

* رھتک اور مہم کے لب سرک ایک چھوٹا سا گاؤں ہے - یہ
 علاقہ اب تک مشہور ہے کہ غازی الدین اور خسرو کی جنگ
 یہاں ہوئی تھی -

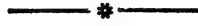
* یہ بھی مہم کے قریب ایک گاؤں ہے یعنی مندوتی با مہم

منعرج و نورن غلہ و قال منعرج -

چندان بود ایں حدیث تیغ بازی
شب جمعہ حسن شد در پیمے کار
دران فوفا کہ ہر کس بود مفتوں
چو بنیادے ندید از ملک عینہیں
ہمہ شب بود خسرو لشکر آراے
چو صبح جمعہ تیغ قیڑ برداشت
ہمہ تن مہرگردوں تیغ کیں داشت
بعزم دزم شد ترتیب لشکر
روز جمعہ چاشت کے وقت خسرو خاں جس شان و شکوہ کے
ساتھ اپنی فوج لے کر نکلتا ہے اور جس طرح اس کے
بھون و یسار کی تقسیم اور ترتیب کرتا ہے اس کی تصویر
ملاحظہ ہو: —

چو خورشید درخشاں در آلا
رواں شد تذک خسرو خان بد روز
سپہ آراستہ از شرق تا غرب
صلے چوں دقت جوش آہن بگویم
ز دست راست گشتہ کینہ پرور
یکے خاں یوسف صوفی بہ تعجیل
دگو با او کمال الدین صوفی
ہمان جا تر تہاز اندر تگ و تاز
ہمانجا ہا و لیکن باب کافر
ہمانجا راست کردہ فوج پیکار
ہر آمد چوں سلمان یک نیوہ ہالا
یکہں سوے ملک غازی کھن توز
توگوئی خواست کردن بافلک حرب
کہ جز سبع شدادش من نگویم
دو صوفی نوہں خون را شستہ سافو
کہ مصرے گیرم از شہید چوں نھل
کھر بستہ بکین چوں مہم کوفی
کہ ہوں سایستی سر افراز
بعزت مہو داری گشتہ مشہور
شہاب آں ہار یک را نائب کار

سرف صف میرو شادی صفدر شوق ز تھر و تھغ ہم باراں و ہم بوق
بقلب اندر گرہن خاص تقدیر ملک غازی سہدار جہانگیر



(۳) اس کتاب میں وقایع تاریخی کے بیان کرنے میں جس قدر صحت کا التزام رکھا گیا ہے اس کا مکرر سہ کرر اعلان کیا گیا اور واقعات کی صحت کا ناظرین کو یقین دلایا گیا ہے۔ بعض واقعات عینی شاہد سے روایت کئے گئے ہیں۔ اور بعض کی نسبت خود اپنے چشم دید ہونے کا اقرار پایا جاتا ہے۔ اور تمام باتیں بحیثیت مجموعی صاف اس امر کی دلائل ہیں کہ ان واقعات کا بیان کرنے والا حیاتی نہیں ہو سکتا۔

ایک داستان کے شروع میں کہتے ہیں:۔

دریں ملک از بسے فتنہ کہ برخاست خبر زیں گونه دارم راست راست

ایک واقعہ کو عینی شاہد سے نقل کرتے ہیں:۔

کسے کیں فتنہ دید از دیدۂ خویش چنوں بیروں ترا وید از دل ریش

ایک واقعہ کی نسبت دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ میرا چشم

دید ہے۔ عبوت انگیز تھہید کے ساتھ اس واقعہ کو شروع کیا

ہے اور جس جوش کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے اس سے ہر

صاحب ذوق سلیم اندازہ کر سکتا ہے کہ واقعہ یقیناً چشم دید ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں:۔

ہمیں بہداد کیں کا ختر کنوں کرد بسندہ است از برائے عبوت مرد

دوہیں عبوت سدرائے پر فسانہ نکہ کن تا چہا زاد از زمانہ

اگر وقتے بلائے می شلیکیم دریں دوراں بچشم خویش دیدیم

کعبہ سلطان علاء الدین و آں کار کڑاں ہیہمت شدے گروں بو نہار
کفوں برفسل اوہیں تاجہ کیں رفت کہ چلداں خون ناحق بر زمیں رفت
چناں است این حکایت راستا راست گدھوں بر قطب دیں رفت آنچہ حق خواست
(۴) اس کتاب میں بعض ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں جو
قدسا اور متوسطین کے عہد میں عام طور پر رائج تھے مگر بعد
میں ان کی مروجہ شکل ثقیل اور غور فصیح قرار پائی اور وہ
متروک ہو گئے۔ اور نئی شکل متاخرین میں مقبول ہوئی۔ اس
قسم کے الفاظ حضرت امیر خسرو کی متعدد تصانیف میں باوجود
کاتبوں کی اصلاح کے بکثرت میروی نظر سے گزر چکے ہیں اور وہی
الفاظ اپنی اصل شکل میں جو حضرت امیر کے زمانے میں مروج
تھے اس کتاب میں بھی پائے جاتے ہیں:—

مثلاً بستاخ بجائے گستاخ اور بستاخ بجائے گستاخی۔
شکال بجائے شغال۔ آگوش بجائے آفوش بیوانہ بجائے ویرانہ۔
شین بجائے نشین اور شیلد بجائے نشیند اور شانڈ بجائے
نشانند۔ اسوار۔ حملوں۔ کار باں۔—

(۵) ہندوستانی رنگ کے متبادلات جو حضرت امیر کی
تہام تصانیف میں پائے جاتے ہیں اور جن پر فصحاء عجم
ہمیشہ معترض رہے اس کتاب میں بھی بکثرت موجود ہیں۔
بطور نمونہ کے چند الفاظ ملاحظہ ہوں:—

بیمار کشیدن یعنی بہار نکالنا۔ گوش فروہشتن یعنی کان
قال دینا فرسان بردار۔ ہوجانا۔ آمادہ بخوردن یعنی پکی پکائی کھانا
تکلیف کا خوگر نہ ہونا۔ رہ افتادن، راستے کا پر خطر قیر محفوظ

ہو جانا۔ آپ دہن ہو آمدن، یعنی وال آپک پڑنا۔ کار کو دیدن
یعنی کام چلنا یا کام لڑکنا۔

علاوہ ازیں خالص ہندی الفاظ بھی اس کتاب میں بکثرت
پائے جاتے ہیں اور فارسی لفظوں کے ساتھ جس طرح ان کو وصل
کھا کھا ہے اس میں حضرت امیر خسرو کی توصیف کی شان صاف
نہایاں ہوتی ہے۔

چند اشعار ملاحظہ ہوں:۔

دگر بر سر و بیری مار و پر مار سخن شاں مار مارو سر بسر مار
چو بکشانند قیر بے خطا را بزاری گفت ہے ہے تیر مارا
شد از مومن بگردوں بانگ تمبیر ز گھر آواز ناراین ہوا گھر
(۶) ان اندرونی شہادتوں کے علاوہ بعض خارجی شہادتیں
بھی ایسی ہیں جو مہرے خیال کی تائید کرتی ہیں۔ ان
کے معتمد اور مستند ہونے میں کسی قسم کا شک شبہ نہیں
ہو سکتا۔ محمد قاسم فرشتہ، صاحب نرہاک جہانگیر اور
سراج الدین علی خاں آرزو اپنی کتابوں میں بعض اشعار حضرت
امیر خسرو کے نام سے بطور سند کے نقل کرتے ہیں اور وہ اشعار
اس کتاب میں موجود ہیں:۔

فرشتہ کہتا ہے۔ ”امیر خسرو می فرماید ابھات:۔

نشايد پادشہ را مست بودن نہ در عشق و ہوس پیوست بودن
بود شد پاسہاں خلق پیوست خطا باشد کہ باشد پاسہاں مست
شہاں چوں شد خواب از بادۂ ناب رہ در معدۂ گرگان کلاہ خواب
در آئینے کہ رسم ملک داری است ثبات کارہا در ہوشیاری است

(تاریخ فرشتہ مطبوعہ نول کشور جلد اول صفحہ ۸۶)

صاحب فرہنگ جہانگیری لکھتے ہیں کہ ”خستہ“ بادل مفتوح
چهار معنی دارد۔ اول تخم میوہ را گویند مانند شفتا و خرما۔
دوم بمعنی بیمار و آزرده بود۔ حکیم خسرو این معنی در کور کردن
پسران سلطان السلاطین رقاب اسم ملوک الشوق والعجم علاءالدین
والدنیا گفتہ :—

کسے کو ہر کشید این دیدہ سر بسان خستہ شفتائے تر
دو چشم او چو دو عذاب خستہ ہمیشہ خستہ و در خون نشستہ
(فرہنگ جہانگیری مطبوعہ نمر ہند جلد اول صفحہ ۴۵۱)
شاید ہمچ مردم خفتہ در کار کہ در پایاں پشیمانی دہد بار
(ایضاً)

سراج الدین علی خاں آرزو کی کتاب غرائب اللغات کا ایک
قلبی نسخہ نواب محمد مؤمن اللہ خاں رئیس بھیم پور کے کتب خانے
میں میری نظر سے گزرا اس میں لغت ”بات موتی“ کے ضمن
میں ذیل کا شعر حضرت امیر کے نام سے بطور سند کے نقل
کیا گیا ہے :-

راہ افتادان گرفت از ہر کرانہا بماند از راہ رفتن کار بانہا
برہان جاسع مصنفہ محمد کریم الدین سیدی قلی قمبریزی
جو فتح علی شاہ قاچار کے عہد کی تصنیف ہے اس میں یہ
شعر امیر خسرو کے نام بطور سند کے پھس کیا گیا ہے :-

یکے از عبز تن دادہ بہ تسلیم یکے در کور وار در می شد از بہم
(۷) ان تھام شہادتوں کے علاوہ جو اوپر مذکور ہو چکی ہیں

صرف ایک آخری شہادت اور باقی وہ گئی ہے جس پر میں اس بیان کو ختم کرتا ہوں اور ناظرین سے طول کلام کی معافی کا خواستگار ہوں —

میرا خیال ہے کہ یہ شہادت اس سہتم بالشان مباحثہ میں ہر شخص کے نزدیک فصول گن متصور ہوگی۔
خود اسی کتاب میں ایک شعر مجھے ملا ہے جو حسب ذیل ہے :-

زبان گرد آر خسرو چند ازین گفت

کہ باشاہان نشاید مہر و کیں گفت

ان دلائل اور شواہد کے بعد غالباً اب کسی قسم کے معقول شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی اور جہانگیر نامہ اور تغلق نامہ کی بحث بالکل صاف ہو گئی ہے اور ثابت ہو گیا ہے کہ یہ کتاب حیاتی کی کسی طرح نہیں ہو سکتی بلکہ یہ حضرت امیر خسرو ہی کی تصنیف ہے جس کا نام تغلق نامہ ہے اور جس کی نسبت ہندوستان کی علمی دنیا صدیوں سے یہ یقین کر چکی تھی کہ وہ مفقود ہو گئی۔ اب رہا حیاتی کے بیان کا اضطراب یا حیاتی اور مولانا آزاد بلگرامی کے اقوال کا تعرض، جو مولانا شروانی کی راہ میں حاصل ہوئے، اس حقیقت کے منکشف اور فیصلہ ہوجانے کے بعد، کچھ زیادہ اہم نہیں رہتے مگر تاہم مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں ان کی کوئی معقول توجیہ کرنے کی کوشش کروں تاکہ یہ خفیہ سا خلجان بھی دور ہو جائے —

جو لوگ فارسی ادبیات اور اس کی تاریخ سے واقف ہیں اور جنہوں نے ہر دور کے کلام کو بظرف فایز مطالعہ کیا ہے ان کو بخوبی معلوم ہو گا کہ نظم میں واقعہ کی صحت اور اوزام شاعری دونوں کا التزام کس قدر دشوار کام ہے۔ بلاشبہ قدما اور معوسطین کے طبقے میں ایسے ائمہ شعر ملیں گے جنہوں نے اس دشوار گزار منزل کو نہایت قابلیت کے ساتھ طے کیا ہے۔ لیکن متاخرین کا طبقہ بالعموم الاما شاء اس صفت سے عاری ہے اس کی وجہ بالکل صاف ظاہر ہے یہ لوگ جس قدر مداحی میں غلو کرنے لگے 'مضمون آفرینی' دقت پسندی اور نازک خیالی میں جس قدر ترقی ہوتی گئی اسی قدر حقایق نگاری کی قابلیت ان لوگوں سے سلب ہوتی گئی۔ پس چھاتی سے یہ توقع کرنا کہ وہ کسی واقعہ کو صفائی اور صحت کے ساتھ بیان کرے گا سخت غلطی ہے۔ پس اگر اس نکتہ کو ذہن میں رکھ کر حیاتی کے اقوال پر غور کیا جائے تو اس کا مافی الضمیر جو الہعفی فی بطن الشعیر کا مصداق معلوم ہوتا ہے بسہولت سمجھا جاسکتا ہے اور اس کے بھان میں کوئی اضطراب باقی نہیں رہتا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے تمام کلام کی تحلیل اور اس کا تجزیہ کر کے ہر حصہ کا مفہوم عرض کردوں تاکہ ناظرین کو سہولت ہو اور ان کو زیادہ کارش کرنی نہ پڑے۔

[ختم مقدمہ مولوی (شہد احمد ص) حب مرحوم]

جهان را در پیشه کاین نیست
 اگر چه این فکر این را نیست
 کس کوشت و او پس پیشه
 نجات دور او کس پیشه
 غور باز مثل زود در شعله
 کج در غارت با شرمه با شعله
 ملک غارت که این تخت بر آمد
 مرد او را که حجت و نذر آمد
 عین را کرد و بر و زین با
 زرخ در پیشه پیشه زین با
 بود و آن سجد نشکر حاکم
 نشین سر به تیغ ملک حاکم
 کنون کاویافت قاجار باد
 نمین تا جود در شعله
 شدت داد و حساب از جهان آمد
 در غارت ملک با شرمه با شرمه
 جود و کج در برابر شرمه
 شد زین با و در شرمه با
 هر قیف که دستش با کرد
 نه زین که جایش در فر آمد
 نه زین که جایش در فر آمد
 به بیغ آسمان و جیش
 به بیغ آسمان و جیش
 نه نقد پرست چون پیشه
 فرم قیامت در جیش
 یار و دست ماند و کج
 یار و دست ماند و کج

متن

مثنوی تغلق نامه

بسم الله الرحمن الرحيم

آغاز سخن در شرح چگونگی به نظم آوردن این چند داستان و
 باتهام رسانیدن کتاب تغلق نامه سخن پیرائے گلزار هر تازگی
 و نوی گنجور خزاین معنوی امیر خسرو دهلوی رحمه الله علیه
 که نه از نقوش دیباچه اش اثری بود و نه از نگارش
 خاصه * اش خبری - نه حدیقه حمدهی را درها باز و نه
 گلشن مدحش را دستان سرائی باواز

حمد	
<p>بذام آن که نام از وی نشان یافت خداوندی که از صنع خدائی دو عالم پیش گاه حضرت اوست زمینیه هرچه باشد یا سمائی از آفاق خودی باداب † سرمد بظاهر در وجود انوار رخشان بفرمانی سپهر و اخترانش</p>	<p>زبان آموخت حریت و نطقی جان یافت بظلمت داد نور روشنائی † وجود هرچه هست از قدرت اوست نموداریست از کار خدائی خدائی را خود آوردست با خود به پاهای بر عدم هم ماه تابان جهات و آخشیب و گوهرانش</p>

زبان هم در سپاسش گنج دهنده
 گلوئے خوشه از شبنم بسوزد
 که دارد قطره دریا را در آغوش
 سر کوبش هزاران طور در طور
 زکوبش مشکبو باد بهاران
 و ز و حوران گلشن دوش در دوش
 دل غنچه هم ازو سینه چاکى
 گلوئے شهشه هم در ذکر قلقل
 فزون از رنگ گل گلکونه مل را
 همیشه حضوتش در مهر باله
 نفسسته تا بگردن اندر آتش
 به سجده لعلی را بر کمارد
 کند هر دلق را رشک گل بلغ
 ز برق تیشه نهدای بسوزد
 سر کوبش معجب دیوانه خیزد
 پلاس که نه بوسیده حال
 دراز مقل آن فروز پلیمه ارست
 خدا آئی را همیشه آب در جوی
 چه گو آغاز هست انجام نبود
 پس از حمد خدا در مدح شاه آئی

بسو دایم خرد بازار دهنده
 معاذ الله زکهنش گو فروزد
 عفا الله هم ز لطفش کهن فراموش
 همه بزم و بر ازو نور در نور
 زجودش بصر و کان سرمایه داوان
 از و هر خار و هر خس پنهان پوهی
 از و دارد لب گل خنده ناکي
 از و دستان سرا آواز بلبل
 ز نورش سرخ گشته گونه گل را
 زخوانش زده بر ز انسه و جان
 سملدر از فروغش خرم و خوش
 چو خواهد هر هله مهره بکاره
 بواسطی ز آتش مدرا نهد داغ
 بطسرو آتش رشک فروزه
 ز عشق او بهر جا دستخیزد
 طراز حلقه نازک نهالان
 اگر از روح پرسى مایه اوست
 بهر وادی بهر بر زن بهر کوئے
 حیاتی حمد را فرجام نبود
 بهار او نو بهشت خرمی پودائی

گلے آور ز ہر حرفے بدوئے
 ز خاطر طبع را گنج گہر کن
 کدا مہن شاہ آن شاہ جوان بخت
 ابوالغازی جہانگیر جہاں شاہ
 فروغ اختر صاحبقرانی
 در یکتائی درج ہفت کشور
 خوشا وقتا و فارغ روز گرا
 کہ آمد ز آسمان ہر دم ندائے
 گرفت اردنگ شاہی سر فرازی
 جہانگیر و جہاں بخش و جہاں دار
 ز ہر سو تاج گیدد افسر او
 ز بازوئی توان پشت ملی را
 شکستہ گل بنے از آنہی طور
 ز راہ داد و دیں سود و زیان را
 فریدونی کند در کج کلاہی
 ز ہمیش پارۂ فولاد رہاں
 گہے + خلیج بلا را مرد میدان
 سر مہدان تیغش خانۂ مرگ
 سرتیغش ز ند بر خانی و ماں برق
 بتدر قوت آن زور بازو

۳۵

۳۶

هر آنکس را که آورده با جنگ
 طغر بازمش از یک دود مانست
 عطارده خامه بهرام قیفی
 گرفتن را شناسد جلس تا راج
 همه چشم و همه دستت در راه
 غرور و سرکشها بلده او
 ره او هر قدم را گنج قارون
 دلش را جوش دریا موج خهز است
 هوا از نعل اسهش برق باران
 ز قدر خویش آورد است پایه
 سخن با لفظ او عیسی بگفتار
 بر اختر می فشانم کوهش را
 هم از بیت جهان افروز طبعش
 دما را رسم و آئین تازه سازم
 بود در آسمان تا مهر را نور
 جهانی اے سخن را مود فرهنگ
 بها اے خازن گنج نهانی
 در گنج سخن را قفل بکشای
 این در گنج و گواورد و واسو*
 بگفتم هاں بگویم فکده بپذیر

۵۰

۵۵

۶۰

۶۵

کمر از کوه بایه باز و از سنگ
 اجل با تهنش از یک خان و مان است
 ز دست و طبع خوش بارنده مهنی
 و گرنه می گرفت از آسمان باج
 آمل فربه شود زو رنج کوتاه
 بزرگی سر به پیش افکند او
 سوش بال همارا بخت مهمی
 کفش را بکروکان اندر گریز است
 زهن از هبهش موم گدازان
 همانا افکند بر چرخ سایه
 قلم در دست او مانی پذیر خار
 چو با یاد آورم ناچ سوش را
 ز دریای کهر اندوز طبعش
 اجابت را بلند آوازه سازم:
 مبادا عکس او از چهره شمع دور
 برون آورد کوه از دل سنگ
 بهار آنچه داری آسمانی
 بسختن هر کهر را قدر بغزای
 بچون و چند قصه آشنا شو
 بداسن زر این لعلجه بر کهر

بتاریخ هزار و نوزده سال
 زسان نازان به بخت ارجمده
 زمون خوش هم زسان خوش آسان خوش
 شبی روشن چراغ زندگانی
 شبی زان ماه و زان سال همایی
 نه شب چشم و چراغ صبح خهزان
 شبی گو ظلمت از خود دور کرده
 بزیور سایه تخت فلک سا
 چنین بودم سجود آستان را
 شهنشاه جهان از قدر والا
 درخشان چترش از فرق آسمان گهر
 خزاین بحر بدر و کوه کوهش
 بگفت آورد لعل گوهری را
 "که در تاریخ سال شش صد و اند
 سخن پهرانی معنی مهر خسرو
 پس از چندین سخن کز طبع ترا ساخت
 به طبع آورد از هر در فراهم
 ز حمد و مدح هم از عقل و از رائی
 ز آلهی شاهان جهان دار
 ز شور انگیزی غفلت پرستان
 ز گل تا خار و لعل از سنگ خاره

۷۰

۷۵

۸۰

۸۵

که می زد بخت بر دولت همی قال
 زمون از سایه نخل بلند
 جهاندار از جهان خوش هم جهان خوش
 نخستین صبح ایام جوانی
 که بود ست از زمون در رشک گودین
 نه شب عید فروش مشک بهزان
 سباهی را به شب پر نور کرده
 سرم می سود بر اوج ثریا
 کمر صد جا بخت دست بسته جان را
 نهاده تخت بر اوج ثریا
 یمانی تیغش از دستش جهانگیر
 زمون تا آسمان فرو شکوهش
 به معجز در فزوده ساحری را
 گهر سنجی سخن را چند در چند
 سخن را زو طراوت تازگی نو
 بنظم و نثر تغلق نامه پر داخمت
 سخن را آنچه بود از بهش و از کم
 ز عدل و داد و جور که نه انزائی
 که چون باشند در هر کار هشدار
 هم از طغیان و قدر زهر دستار
 که ناید از شمردن در شماره

ہم گفت آن چہز کو ہاہست گفتن
 ازاں دفتر، ولے ز آغاز و انجام
 ہمانا شد ز گشت ہر ستارہ
 عجب بادے بدان گلزار وا خورد
 ہماندم ایں ہنکر القسم گشت
 بہاوی گفت بو مدحہ سرائے
 ز ہر جنس سخن و ز ہر فسانہ
 دران ہلکلم و آن وقت خجستہ
 کلید ہفت قفل بستہ بکشد
 شد از حضرت اشارت کاے فلانے
 چہیں باید کہ گردد ایں گہن، نو
 بدین خدمت سزا واری نو داری
 نکرد تا تمام ایں کارنامہ
 ز قدر و از بزرگی جاہ و چارہ
 ہم از فرمان ہوی خدمت گزاری
 قبول کار ہو سیدم زمیں را
 سرے باشغلش اندر کار سازی
 بہ بلبل بافوا گھتم ہم آواز
 نوا را تازہ کردم رسم و آئین
 زہر در آنچہ می بایستہم گفتہم

۹۰

۹۵

۱۰۰

۱۰۵

ہست آن درکہ می • شائستہ ستہم
 سخن را نے نشانے قصہ را نام
 سخن را جا بجا تو جمع پارہ
 کہ چوں ہر برگ گل اوراق آن برد
 بطبع و خاطر دانہی رسم گشت
 سخن را آفرینے با سوائے
 بگوید ز آنچہ رفتہست از مہانہ
 جہاں لڑ چشم زخم نعلہ رستہ
 نظر شاہ جہاں را ہوسن افتاد
 سخن را اے سروش آسمانے
 شود تا شاد از ما روح خدرو
 کہ از ابر سخن گوہر تو باری
 منہ کافد ز کف - ز انگشت، خامہ
 سرو سجده شدم آن خاک پارہ
 ہم از اخلاص ہندی جان نثاری
 بکہواں ہر زخم چہن جہن را
 دے با مدحش اندر عشق بازی
 بآن آہنگ بستہم تار ہر ساز
 کلوئے مرغ را کھتم • نکاروں
 ز گوہر آنچہ می شایستہ ستہم

بدريا هر پوراگندم در در و
 نثار خاک راه شاه گروم
 به گردن يافتم نهك اختري را
 نسب را تا بآدم تاجدارا
 خرد را ز آسمان روشن ستاره
 جهان در سايه نخل بلذت
 در افزونی فزايد قدر هر کار
 كوم را از تو دارم پائے هر گنج
 به تغلق نامه بو حق نهادی
 کهن اوراقی را شهزاده نوشد
 اباجان هرچه هست آسان فشاندين
 اجابت را دعائے در کهن تو
 دعا را با ثنا هم هست گردان
 بزرگی و سري صاحب کلاهی ست
 جهان افروز بادا تاج شاهی
 جهات و چار رکن و گوهر انند
 ز نورالدین جهان گهر جهان شاه

شود خارا زر از زمينای چهر
 سلیمان چون گزیدهی تا چور شد

بهم آهستم لعل و گهر را
 ابا نقدیلمه کو سنده بر دم
 قدم بو تو نهادم سزوی را
 شهنشاهها خدیوا شهر یارا
 حسب را هم ز گوهرها شماره
 شرف نازان ز بخت ارجملدت
 هنر را از تو تا گوم است بازار
 چه علم آموز و چه مرد سخن سلج
 بدورین در که از خاطر کشادی
 سخن را لفظ و معنی تازه نوشد
 چه خوش سودی است بر توجان فشاندين
 ههاتی اے ثنا را آفرین تو
 ز جايے باز لب را مست گردان
 بهالم تا که نام شاه و شاهی ست
 بغوث و نضت از مه تا بهاهی
 همیشه تا سپهر و اخترانند
 بهوقرا ياد قدر افسر و کاه

چو بيلک آسمان از دیده سهر
 نگرهد هد که مرفی کم هنر شد

دلے را نام از صاحبداں جوئے
 سجودے پاہی بر درگاہ نہکان
 بدان تاریکی و شام جلال اند
 و ز آفتاب بید آرد بار بار رنگ
 جہاں خرم ز ایام بہاری است
 رسد نازود نابودے بہ بودے
 شود کان گہر کوہ بدخشان
 ز فیض خاکبوس آن سو گو ست
 کہ زان سر چشمہ دارد آبشور را
 ز نورے چوں بہر درو شناس است
 بقطرہ ہوں کہ چوں گردید دریا
 مس خود را طلائے * دہ دہی کن
 کہ جانے در روان شادم آمد

بہا اے دل قبول مقبلان جوئے
 قدم را واسگہر از راہ نہکان
 کہ نہکان اختر صبح جمال اند
 ازیناں میبرد آتشی در دل سنگ
 دل خوش را خوشی از بہر یاری اسف
 ز صاحب دولتے اندوز سودے
 کہ از خورشید گردہ ذرہ رخشان
 مبارزین سال کہ مشک آگہن با دوست
 ز دریا ہم سپایے هست در را
 بطرہ بین کہ چوں زریں لباس است
 ازاں شوقے کہ بودی در تمنا
 تو ہم خود را بدر گاہ دے گن
 حکیمہ گونے با یادم آمد

۱۲۰

۱۳۵

۱۴۰

حکایت

چلن بودست راہ و رسم آئین
 کہ بودے تہرہ ازوے روشن اختر
 کہ واگردن مگر گشت ستارہ
 فروزان طالعے اختر بلندے

شہد ستم کہ در دوران پھشیں
 چوزادے طفل بے طالع ز مادر
 ہمد خوبہانہں با تدبیر و چارہ
 بہر دندے بہ پیش بخص مندے

۱۳۵

بغدست روز و شب هر گاه و بگاه
که تا مرز آن طالع فرخنده آثار
شود دیماه او اردی بهشتی
بعدریج آن طالع روشن اختر
که تا گشتی نخواست دور از او
بله آثار دولت این چنین است
که کود و قطره از او در دریا

۱۵۰

حیاتی ها زهر غم شاد سی زی
که گشتی سایه دور از خاک پائی
جهان دار جوان بخت خرد پیر
گلشن بشنو که این در از چه سقتم
بتغلی نامه خسرو در زمانه
زیلد و موعظت چلدین سخن گفت
کنش زان داستان جائی خبر نهست
”چو بپند آسمان از هیده مهر

۱۵۵

۱۶۰

نکر دهد که موفی کم هنر شد
چو فرسان بود از درگاه والا
قلم برداشتم صورت گری را
بطبق آن سخن هر داستان را
بآن بهت دو چندی بر فرودم
حیاتی وار مرغ فاله گشتم

۱۶۵

بر آن در داشتند خواه و نا خواه
بتابد پرتو بر آن شب تار
به بهت الله بدل گردد گشتی
بروسی تافتی چون ذره را خور
شده هر گونه ستم سر از او
که باو زهر ارقم افکین است
شود زر خاک و گردد خار خرسا

*

بهر ویرانی آباد سی زی
چه خاک پا پر و بال همایه
شهنشاه شهاب شاه جهان گهر

*

نصیحت گونه از بهر چه گشتم
بگفت این سان سخن را داستانی
ره دانشوری را خار و خس رفعت
وزان جز این دیو بهت اصل دگر نهستی
شود خارا زر از زیبائی چهر
سلیمان چون کزیدش تاجور شد
که آن کم گشته گردد باز آنها
کشودم چهره ماه و مشتری را
نشاندم گل چو گلشن گلستان را
بجادهو سحر بابل را نمودم
نفس را آتش پرکاله گشتم

بدھلی گنج گنجہ عرصہ دادم
 ز اخگر آب دادم این چمن را
 سوگشت گلستان جنان است
 بجادو معجز افزائی عنوان
 پراگندن بہر کشور در را
 گزرکن بر بھہرستان جانے
 ہمہ فرش رہش بال فرشتہ
 بزیز پائے ہر جا شاخ گل کار
 بہ سے آہستہ ماد معنی را
 ز لعل و دو نورزاں گردن و گوی
 گہر آکھن ز دامن تا گریہاں
 نو اخوان عقدایب گلستان شان

شود خارا زر از زیبائے چہر
 سلیمان چوں گزیدہش تا جور شد

برسم آزیںہش گشت کوشاں
 بروئے خاتم از مہنا نگہن کرد
 طلب کرد و بدو داد آن نمودار

بدربا درج گوہر ہر کشادم
 ز جائے دیگر آوردن سخن را
 • ہنوزت گر ہوائے باغ جاں است
 ازین ساں سحرآرائی عنوان
 گسستن دیسماں عقد گہر را
 بسوئے خاتمہ بو زن عنوانے
 برو پوسھ ز جان و دل سرشتہ
 قدم ہر لالہ نہ رو بر سمن دار
 بہین انکاء صف صفا حورعیں را
 ہمہ سہمن تداں و پرنہاں پوسھ
 کہ گشتے ہر دوتن باہم خراساں
 چہاتی نکتہ سلج داستان شان

چو بھلد آسماں از دیدۂ مہر
 نگہ ہد ہد کہ مرنے کم ہنر ہد

شہے در بہنہں جوہر فروشاں
 نظر درکار امشاں دور میں کرد
 بزرگے را ز بینایان آن کار

۱۸۵

که نوم این زمره گن به بینش
شناسا بود اگرچه مرد کامل
چو دید آن گفت هست این جوهر فرد
ملک خندید لهن خندۀ شهر
بر آن شد تا بشم از چشم ما دور
چو دید آن حال مرد کار دیده
بزاری گفت گاه تاج سو من
ولی بستاخئی دارم بدرگاه
زبانش داد شاه و مرد در سنج
که چون شاه داد بردست این نگه
و لهن شد دو چیزم مانع گفت
یکم زان آنکه این هست آنچه خود اسم
زمره خواندنش زهن رو ادب نیست
ادب این است و تعظیم وی آنست

۱۹۰

۱۹۵

۲۰۰

بگو قومت به تحقیق و بهتلهش
شناسائے ادب هم بود و عاقل
که هر آفاق نتوان حاصلش کرد
نهان یک خندۀ را صد خشم در زهر
برون آرد ز چشمش گوهر نور
بد و نهک جهان بسوار دیده
بالاست نیززد گوهر من
بگویم گر به بخشد جان من شاه
در سنجیده برون ریخت از گنج
شناسا گشت چشم مهره چهل
که دل نارست در راستی سفت
کبر شد چون بدست شاه پهلست
که جز سرسبزی تاجش لقب نیست
که گویم پاره از آسمانست

*

که چون شد بینش شاه اندرین صرف
فلط بر خویش بدم به که بر شاه
کنه بخشید و گنج گوهری نهز
درین لوح از کرم باشد نثار

جدیت دیگران دارم درین حرف
ندارد چون فلط در چشم شاه راه
شهنش چون گنت زین گوهر به تهر
فرض زهن گنتم آن کو چون تو شاه

ز نور بینشت گردد شب قدر
مطارد را بساط پائے سازد
قبول مقبلان ز آن معنوی تر
کہ این را نے سزائے این کلاہست
گلیمے ہدیہ سازد نے حریرے
نسہجی فہست کش زر رشتہ پایے
بکن تو نہز از آن خوبیں و بھیر
پزیرد از تو ہم گیتی خداوند
نخستہم عفو کن پس دار مستور
چو غبار است یزدان فیہدم پاک
یکے عالم گذہ یک ریگ دریاست
نگہ کن تا گفاه من چہ مقدار
بلوسودی خس دوزخ نہم نام
شذیع سہربان و رحمت بھش
دعائے یاد شہ حرز وجودم
کہ سہان عزیز از میہماں دوست
ہمہ عالم درین دور آن او باد

کہ این تہرہ شمعے تاریک ہے بدر
چو ہر فرہی قبولت جائی سازد
سکھن با آنکہ باشد معنوی تر
اگرچہ این تکفہ نے در خورد شاہست
و لہکن پیش سلطانے فقیرے
گلیمے را کہ کردم رشتہ تہے
من آن خویشتن کردم بتدبیر
تو بھیزیوی ز من این ہرزہ چلد
نموداری کہ بھنی از ادب دور
و گر جرمسیت کو فتراں شود پاک
دراں عالم کش آفرزش سہماست
ازاں یک ذرہ ریکے ناپدیدار
کہ خود را گرچہ ہستم گوہر آشام
یقین دانم کہ نگزارندم از پیش
در * رکوع و در سجودم
ز جودہی خلق دیداں مایہ در پوست
بود تا دور مے دورانی او باد

۲۰۵

۲۱۰

۲۱۵

۲۱۷

خطاب * حضرت شاہ و از و خواہش بہ بستاخے

کہ از چشم رضا و مرحمت ' بھند درین دفتر

* پہلے لفظ آڑ گیا ہے - ق - ر - یہ ہر گاہ در رکوع — انہ * ک : خطاب از -

۲۲۰

زہم شایسته بخت آرائے شاہی
 نرانگشتش بہ عیش افروزی خلق
 گرفته پرتو توجت بہک ضرب
 نمے زان قطره در صف ارنہد روئے
 اگر مریخ بہند وزم گاہت
 وراز بڑست صفت در نامہ سلجم
 دراں بڑمے کہ فردوس زمانست
 چو زان جادو زیانان ہر فسون ساز
 بمن ہم کرد اشارت حکم در گاہ
 نہود ارچہ بعقدہ شاہوارے
 ولے چون کرد ہمع سرفرازی
 بدان یمنم کلید آسمانی
 بر آمد موج دریا از ضمہرم
 شد اندیشہ بکار افزائی خویش
 قلم جستم شہابم در بلان بست
 چو طبعم در جوانردی ہر آمد
 کلموں زانگونہ خواہم داند این خرت
 چو در سلک آرم این درہائے شہوار
 کہ گفتار ارچہ سہل و دلپسنداست

۲۲۱

۲۲۵

یذاہ عالم از مہ تا بہا ہی
 کلہد کار ملک و روزئی خالق
 چو تاب آفتاب از شرق تا غرب
 بکلجد در صد اعراف سخن بوئے
 دہد جان گو دلش نھد سہادت
 بہشتے را بقو ک خامہ سلجم
 بسے فردوسیء شکر زبانست
 بنام شاہ شد شہ نامہ پرداز
 کہ نقش نوکم در فائے شاہ
 کہ زہد مسند شہ را نثارے
 بشرح قصۃ این شاہ غازی
 کشاد از غیب در ہائے معانی
 در افشان شد دلے دریا نظہرم
 چو پر حلوای صوفی دست درویش
 ورق جستم سہرم داد بر دست
 قلم را موج دریا بر سر آمد
 کہ گنج نہ فلک دروے شوہ صرف
 پسند شاہ عالم خواہمش بار †
 گرہی سلطان پسندد ارچہ نداشت

خطائے را کہ شاہان در پذیرند
ازان شد قیمتی لولوع شہوار
بہر مرکب کہ سلطان بر نہند
پلاے را کہ گوید شاہ دیبا
چو باشد صدفی در زیر جمشید
چلن باید ثبات سکہ ملک
سہ چترہی کہ امن آثار گشتہ
چراغ دیں بذیل چتر این شہ
تناسخ مذہبان کس دہدہ بر زمین
شرف کردہ سپہ از ہم عیانہش
سر رخش کز اعدا ریخت خون را
ز ماہی علم بردہ بشاہی
سداہ * تیغ او تا گشت روشن
کلمہ چون برق وصف خنجر وے
اجل کش علم بو یحوی است مفہوم
چو جنبہ لشکرش در حملہ بر
چو بر ہالا رون گرد سپاہش
بخاک پاش مہد سوگند خوردہ
غبار لشکرش رقعہ بر افلاک

۲۴۰

۲۴۵

۲۵۰

۲۵۵

بہر نامہ ' صواب نامہ گیرند
کہ در چشم بزرگان یافت مقدار
اگر صد مہب باشد کس نہ بلہد
ازو دیبا نہاید گفت زیبا
کسی صدف بردار خوک بود بہد
کہ چون آرد برات سکہ ملک
سہ ۱ بر سلامت ہار گشتہ
ز باد حادثات ایمن ہمہ کہہ
یقین کردہ کہ رشک قنبر است این
حذر کردہ شہاب از ہم سلفہش
ستون گشتہ سپہر بے ستون را
مہان چشمہ خورشید ماہی
سپہر از فلقہ زائن شد ستردن
کشاید ابرہا را از بغل خورے
دو حرف از لوح تہنش کردہ معدوم
جہاں را بشکند ترہب عنصر
بخاک افلاک مہ از تعظم راہش
کہ پابوسہی کند چوں آن نکردہ
بکنارک دہانش کردہ بر خاک

شود خاکان و دارا نقش دیوار
 شون دیوار و صورت در دروا در
 ز بہر خدمت زین سو نہد روے
 ز عزت قرة العینی کند ننگ
 چکد از چشم خور بر زمیں خوں
 فلک را گشتہ دندان فصب کند
 ہسان کعبتوں از لعب شطرنج
 زحل را مشتری گرداند از سہر
 جہاں ز آئینہ ہاے او خیالے
 فلک را عروہ وثقی سیرہیں
 براتی • پوش رویش ماہ و خورشید
 نماندہ راز ہاے فہر مستور
 ز موداں پای پیل اسہر نگندہ
 کشد کھن بڑے از شرزہ شہرے
 کہ یکساں است دروے چاکر و مہر
 کہ غہرت کرد ز ایام دگر عہد
 کہ عمریں را ہمیشہ آب در جوئے
 بہ استقبالیں آیلند آسماں ہا
 بلندے چوں دعائے مستجابش

چو بر تخت فریدونی دہد ہار
 وگو فرماید از حکم سبک رو
 اگرچہ پشت خورشید است زان سوے
 ۲۹۰
 فہار او ہشتم سام و ہوشلگ
 ہشتم از توہ بہند سوئے کردوں
 توہ کردہ چو ابرو گر شدہ تند
 بعمدہں بے عہل دہر بلا سلج
 در از سہر آرد اندر اختران چہر
 ۲۹۵
 سپہر افندہ در قدریں سفالے
 ملک را مسجد اقصیٰ فہرہیں
 جہنہیں را بدات از نور جاوید
 چو رائے روشنی بہروں زدہ نور
 ستم را بسکہ دادہں بر نگندہ
 ۲۷۴
 نہ بیند در ستم بالو زہرے
 تراوے است عدلیں راست تدبیر
 بعمدہں خلتے از عہش آن طرف دید
 ہوں آہیں دعا گوید دعا گوئے
 دعایش چوں ہروں رفت از زبان ہا
 ۲۷۵
 قرار آسماں با نور و تابش

ہما مثل چنہ * بوسہ سر او

سعادت خانہ زاد پیکر او

در شروع نظم سی گوید

نشاط و عیش و ملک و کاسرافی
کے اندیشہ کند ز اندیشہ پھش
نہ در عشق و ہوس پھوست بودن
خطا باشد کہ باشد پاسبای مست
رمہ در معدہ گرگال کند خواب
ثبات کارها در ہوشیاری است
بہ فطرت کے سزد بر بسترش پشت
خروش دزد را خواند بآواز
نگہبان ہمہ سرہا بود شاہ
نگہبانے دگر سر کے بود بہش
کہ در پایاں پشمانی دھد بار
بود دشمن بسے افزوں تو از دوست
فراست دختر مردم شہاسی است
کہ باشاہان نشاید مہر و کھن گفت
سخن بیہودہ گفتن چہست ہارے
کہ سی باید صد فہا را کنوں دہ

شراب و عشق و مستی و جوانی
کسے کیں بادہاش افتاد در خربش
نشايد پادشا را مست بودن
بود شہ پاسبان خلق پھوست
شہاں چون شد خراب از بادۂ ناب
در آئینے کہ رسم ملک داری است
کسے کش نقد آفاق اسمع در مش
خروشاں خسپد از خازن درے ہاز
سراندازی کند چون تہغ بد خواہ
چوشہ نبود نگہبان سرخویش
نشايد ہمیچ مردم خفتہ درکار
خصوصاً بادشاہاں را کہ در پوست
چودر ہرکس سپاس و ناسپاسی است
زبان کردار + خسرو چند ازیں گفت
خصوصاً کو + سپہر آسودہ کارے
ہماں در بایک از درہا ہروں داد

۲۸۰

۲۸۵

۲۹۰

* چنہ = ماتھے کا ایک مردانہ زئیر - † ن : زبان کردار - ‡ ک : گر -

۲۹۵ فرض القصہ چوں روشن شد این راز
زمانہ در پئے کارے شکرت است
بخواد هر * دو قطب آسمانی
حسن کو قدر * پر مہم سود تارک
شہ او را در دل خود کردہ منزل
از آن خس ریش دید ار چه دل خرویش
بر آن نا مہر باں چوں مہرباں بود
۳۰۰ نہی گھٹش بدل ہیچ آشکارا
ہمی کرد از کرم هر روزش افزوں
بسان مار گیرے کو بہنجار
بدو گو چہ بدر سوز و کدایت
کہ باتو گوچہ خسرو خانست ہمد
۳۰۵ ز دست او چہ نوشی دوستگانے
بوداں نہز در دور بیانے
ولے چوں بستہ بودش گوش تمہوز
نہ گلمت کس دروں می شد بگوش
خون + از ہوشش دوسہ کلجد کم افتاد
۳۱۰ اگرچہ قطب دنہا ز ہر افلاک
چو عقلمش گوہر تمیز کم کرد

کہ گشت اندر جہاں تاریکی آفاق
بلای مہلکت پوشیدہ حرف است
ز قطب الدہین ثبات زندگانی
مبارک نہست ہر سلطان مبارک
نفسستہ آن خمس اندر خون آن دل
دلش رنجہ نہد زان رنج دلریش
ازو ہم بے دل و ہم بے زبان بود
کہ ہر گوہر کمیں کرداصف خارا
بر آن گونه کہ مہ را سہر گردوں
ز ہر مردن خود پرورد مار
ہمی کردند دانایان حکایت
دست خون است و خون پر خون بر آن دم
کہ هست این فتنہ دشمن دار جانے
ہمی گفتند کہیں خونست نے مے
ہوائے دل قضاے آسمان فیوز
نہ سوئے مصلحت می رفت ہوش
کہ ہوش را قلم نقش ہوس داد
شہ و شاہزادہ بود از گوہر پاک
بغصب گوہرش چرخ اشعلم کرد

* ن : بدو - † (کذا) شعر کا مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہوش کے تک (یعنی نکتے)

آز گئے اور ہوش کی بجائے ہوس رہ گئی -

چو دشمن را دلش از یار نشناخت
هم از گل زخم خاوی گشت پیدا
حسن کش هندو اندر چار سو بود
چو چندان خال بر رویش کهن گشت
ز یک خال است او را خوبئی حال
فرض زان هندوانی خال دیدار
چنان بود این حدیث فعله پرورد
بنفسرو خانیش چتر و علم داد
وزارت را قلم بر کارش آسود
وزیر و گاردان و قایم تخت
ز سوئے شاه یکجاں در دوتن خاص
برون در بلندگی تو فیر می کرد
نہام تیغ بود از بہر خون ریز
بسان حنظل از نفس جفا بہر
بابر تہرہ می مانست بے فرق
ز درو مہی § ارچہ گاہ و بھگاہ
ولے شہ را چو بود از گردش بخت
بہر کس راز دل آگہ نمی داد

۳۱۵

۳۲۰

۳۲۵

سمن از خار و گنج از سار نشناخت
هم از گنجینه سارہ گشت پیدا
سہ چارش خال ہندو پدش رو بودہ
حسن زان نقطہائے بد خشن گشت
کند رو را سیمہ افزونی خال
نگہ کن چون سہامی ہد پدیدار
کہ شاہ آن نعتہ را چون خاص خود کردہ
جہانے عرصۂ تیغ و قلم داد
وزیرے چون حسن شد پیش مصروف
و لہکن بخت نہکش کردہ بدبخت
وزو دو دل بیک † دور از اخلاص
درون تدبیر تیغ و تہر می کرد
برون زبہا ‡ درون سو خنجر تہر
برون سو نرم و رنگین و از درون زہر
برون آب زلال و از درون بوق
رسان بود این خبر در حضرت شاہ
بران دشمن طریق دوستی سخت
ہمی دانست و در خود را نمی داد

* شعر کا مفہوم غالباً یہ ہے کہ اس کے ملکہ پر ہندوانی ٹیکے کے تین نشان یا تلک تھے۔

† ق۔ ر۔ بیک دل سرور اخلاص ‡ ق۔ ر۔ دیا § خبر دہندہ۔

۳۳۰ هلموزش در دل شوریده می داشت

مها می دید زهر انگنده در شهر

عجب کارے که شه با لشکر بهش

چهل در جائے خود تهمار او کرد

چنوں باشد بکار عاشقی زیست

حسن هم همچنان در کار می بود

چو اندر پرده غوغا نهت داشت

بسه هندو که گویندش برادو

برادو وصف هند زیست سر باز

بونه این طایفه در پهبش راهان

ازین بے عاقبت گوران منکر

حسن شان را بگلچے جائے کرده

شه غافل مزاج از طفل خورے

بلندی بر همه سرهاش داده

وے اندر خون شه کرده مها چسب

چو تاریخ عرب شد هفصد و بیست

جهاد دوتوین را شد پدیدار

مه هاریک بود از حالت تلخ

شد آن مه بر همه گهپان مبارک

چو بگزشت از شب تاریک پایے

ملوک از سلک خدمت باز گشتند

۳۳۵

۳۴۰

۳۴۵

۳۵۰

بسای مردمش در دیده می داشت

چو بر دل بس نمی آمد چه تدبیر

بس آید بر همه جز بر دل خویش

که جان خویش هم در کار او کرد

که شاهان را کشد درویش خود کیست

بتن خفته بدل بهدار می بود

برون مهرے برسم عاریت داشت

شده یار از برائے فتنه او

که هم سر باز باشد هم سر انداز

که چاه بازند بر فرسای روان

بجنگ یکسره چون دیو ده سر

و زر زنجیر شان در پائے کرده

ز دشمن بسکه دل بر دوست روی

کلهد چمگی درهاش داده

ز بهر فتنه را فرصت همدی چسب

ثبات قطب کم شد جانب زیست

هلال تهره و تاریک دیدار

بناخن کرده خود را پهبش از آن سلج

مگر بر طالع سلطان مبارک

ز سانه فتنه را توگرد اسایے

خس و گوهر بهم دمساز گشتند

کہ سوے شمع ملک آبلد چوں باد
 کہ ہلندو وام کردے رنگ ازان چہر
 ز تیغ خوبصورت گشتہ مشعل افروز
 زبانہ بود بر دست زبانی
 چو نژد چیرہ در تاراج کالا
 قضاے آسمانیں بر سر آمد
 شہاے در دل برجہس در رفت
 مہان لالہ نعمان در افتاد
 درو زوہیں نشست و سوچ خون خاست
 بر آمد بانگ و شور از پردہ داراں
 شد اندر پردہ دل چاک دہلیز
 خلیفہ ہم خلاف خصم در پافعی
 بجوش آورد سیل فعلہ را تہز
 چو نختہ چیرے کہ در زہر آورد شہر
 بخشش تیر چوں تیرے ہی جسم
 ز منزل کون سوے نردبان مہل
 بہ بستہ اخیز اندر موئے شہ چنگ
 در آمد موہو کپڑے پھاپے
 بدستش دشتہ چوں قطرہ آب

حسن پنہاں بکبریاں کس فرستاد
 دران ظلمات ہندو چہر و بے مہر
 بروں زک فوجے از ہندوئے بدروز
 تو گوئی تہغ شان ز آتش فہانی
 ۳۵۵ دران گشتند سوئے برج والا
 قضا را قاضی از پوش اندر آمد
 ز ہندو حربہ کش در جگر رفت
 چنان بوہوسفہ کز خون بر افتاد
 دگر ہر کس کہ بیرون و درون خاست
 ۳۶۰ چو پیش در شدند آن فعلہ گاراں
 ز خلجہر پردہ دارے چلد را نیز
 چو فوج ہندواں را پیشتر یافت
 بر آب آمد ہمہ گاہ آنش انگہز
 شہ آن سگ را بخشش آورد در زہر
 ۳۶۵ بکشتن تیرے می جسمت بر دست
 چو نبتادہی بکف تہغے دران دہل
 سبک آن بر خلاف خارج آہلگ
 دہاند شاہ تا موئے خون از دے
 سہہ در دے ز بس خشم آتش ناب

۳۷۰

مخالف شوم چهره چهرها فام
 بزد زخمی بران سرو کهنای
 فتاد آن گلشن نو رسته در خاک
 مه از نور سعادت گشته نومید
 چو آن تاج سراں را سر فگلدند
 مهان صف توکان خاست شورے
 بجولان گشته صوفی تهر در شمس
 که هر که از سوس قطب الدین کلدزور

۳۷۵

همه شب در چلپین تدبیر باطل
 که فردا چون بر آید چشمه مهر
 گدازم اختر کشیم از برج شاهی
 و گر خونریز شاه از بهم کهن توز
 کرا در خور بود زین گونه ناچه
 هوا داران خسرو خان بد رائے
 که چون بر ملعم خود تیغ راندی
 چو نگزارندت این سر بر سر دوش
 چو گهر و مومن این تدبیر جستند
 بدین تو دامن شب خفت شاداں
 بکار افزائی آمد گرد مسند
 ازین سو مالدیو اندر خرامش
 بدین سان سو بسو صد دیو دیگر

۳۸۰

۳۹۰

رخ ز ابلهس و چشمه ز اهرمن دام
 که خوں جستش ز آب زندگانی
 چو غنچه کرد دوله پهره چاک
 که با تیغ زحل شد خسته خورشید
 وزان بالا بخاک اندر فگلدند
 در آمد هندواں را دسم زورے
 برا دو چلد با او گشته همدست
 بدن پوکان کدم چشم فلش کور
 سخن سی رخت در مقتول و قاتل
 که شوید بهر تخت آراستن چهر
 که گهر نورش از مه تا بمانی
 رمد چون شپورک زان نهر روز
 که بستاند ز کشورها خواجه
 بستختی در نهرند اندرین پائے
 بکش سر ورنه زیر تیغ ماندی
 بر آرد تاج و بارے در سری کوه
 دگر تدبیرها زو جهله شستند
 بلوت آلود مسند بامداداں
 گروه کافر و کفران مرقد
 و زین سو ناگدیو آردده رامش
 بسے چلدال دیگر مهو دیگر

<p>دگر شد رے دایمان سرور شوق چو خضراء دامن از آب جانے</p>	<p>بکے شد خاندان چتر بر فرق پر آمد خان بسے زان کا سرانے</p>
<p>سخن در سن عمر و خواندن شہزادگان و انکہ حدیث دو خلف کان از خلاف آمد تہہ خلیجور</p>	
<p>کہ گودندہ است گردون جفا کھش فریبیدہ * نگر دی زمین نمودار مشو چوں کودک از بازیچہ خورسند خہال خواب و آب و آئینہ است یں خہال است این کہ زو بتواں کھشدن کر این نقشے و آن عکسے بروں داد چو ہمکشانے درو چشم نہاں را پر در خالے چو ہمہاں مقامار کہ طغلاں خوش شوند از موکب کل فلک نہ دست و شش پے فرجۃ تلک کہ ہفت اختر درو سرو شہ گم کرد بگو ترک جہان و ہر چہ دروے زہنے در خور کشت و دروہ است مگر آن را کہ کشتے کرد و بر خور</p>	<p>دلا کر دانشے داری بھدیش فریبیدہ است نقش ہفت پرکار بدیں گلگونہ کردہ صورتے چلد کہ چوں بیلی بیچشم عقل و تمکین خہالے کش تواں ز آئینہ دیدی بتواب و آب ہم نتواں شدن شاد ہر آن پھر کہ می بیلی جہاں را ہمہ ہیچ است چوں تصنیف سار کے آساید درو دانلدہ دل بیچشم ہمت است از راہ فرہنگ کجا گلچند درو سر شہ مرد چو خواہی برتر از عالم نہی پے گل مردم کہ ہر سوں آب و رود است درو ہون کسے را نیست در خور</p>
<p>* فریبیدہ۔ † ق: آب آئینہ ‡ یعنی نو مرض اور چھہ جہہ والا آسمان ظاہری وسعت کے باوجود تنگ ہے۔</p>	

۳۹۵

۴۰۰

۴۰۵

بہر زین کشت بر، بر خوشہ چلد
 کہ چون ایں خوشہ بے توشہ رانی
 یسان مرغ و سوزاں کز سر کشت
 تو گاندہ جستم ایں پختہ خامی
 منہ کالائے پدر قہمت درین کاغ
 یکے آمد درون و دیگرے رفت
 ازں آئندہ و پویندہ حالے
 شناسد آنکہ عقلش درز بھں است
 ہمیں بھداک و کھں اختر کنوں کرد
 درین عہدوت سرائے بر فسانہ
 اگر وقتے بلایے سی شنیدیم
 کجا سلطان علاءندہیں و آن کار
 کھوں برنسل او بھں تاچہ کیں رفت
 چناں است ایں حکیم راستا راست
 ز بعد آن سرہر آرایے مرحوم
 یکے خُآن فرید اسم بلند اضل
 کہ آن سلطے سزایے ملک سنجے
 تماش دادہ قرآن ختم مشور
 بسا شاعر دئی استاد کردہ
 بہ ترتیب کھان و تھر پیوست
 دگر بوبکر خاں دیباچہ تخت

۳۱۰

۳۱۱

۳۲۰

۳۲۱

و زان خوشہ دریں بہ توشہ بلد
 چو خوشہ نبوت بے توشہ مانی
 نصیب خود بونداز خوب و از زشت
 نہ کنجشکی و نہ موری، کداسی
 کہ تو مستی و دزد خانہ گستاخ
 نکوے آمد و نیکو ترے رفت
 نہ پر شد عالم و نہ گشت خالے
 کہ مہر آسمان شمشیر کین اسم
 پسندہ است از برائے عہوت مود
 نگہ کن تاچہ زاد از زمانہ
 دریں درواں ہچشم خویش دیدیم
 کزاں ہیبت شہے گردوں بونہار
 کہ چنداں خون فاحق بر زمین رفت
 کہ چون بر قطب دیں رفت آنچہ حق خواست
 برادر پنج دیگر ماند مظلوم
 کہ بوہ اصلش زدہ شد وصل یو وصل
 سہ پنجش عمر در دھرے سہنچے
 دلش زان نور گشتہ سورۃ نور
 کتاب و نامہ را چون یاد کردہ
 بعدہ تھر دو انگشت او شست
 سزایے ملک اگر یاری کند ہچم

۴۳۰

ز سان عمر او دو هفته رفتہ
 الم * دیدہ ز الف و لام و یسین
 هوس در نظم و نثر لفظ و خط فروش
 علی خان کراسی هشت سالہ
 همه دنداناش در بالا و پستی
 ز قرآن تا بقدر افلح رسید
 بہاخان ہم بہشتیم سال نو خیز
 گرفتہ روزی از تعلیم بالا
 ز پنجم سال عثمان بہوہ رو بود
 بہازی ہائے نوزادان ہوسفاک
 چنین شہزادگان ناز پرور
 ز سان عمر شہ چون بر سر آمد
 اشارت کرد خسرو خان کم ہفتہ
 قضا را مبہمان بود و شادی
 دہدند از برون مغربیت رویاں
 دوسہ محبوب و مرتد خانخانان
 حرم کز ہمدست ثنائی جمشود
 فلک دم خوردے اندر بر مقامش

۴۳۵

۴۴۰

۴۴۵

دو ہفتہش سال واو سادہ دو ہفتہ
 نشستہ در دل قرآن چو یاس
 طہمت خود چہ گویم آب و آتش
 جہنمے چون گل و روے چو لاله
 فتن خیزان شدہ از شہر مستی
 قدس + افلح شدہ گل صفتہ دیدہ
 بثلاث دوم قرآن ورق بہز
 و سامن دابتہ فی الارض الا
 ہمز از جمع قرآن بے خبر بود
 ز لوح کف و نور لوح دلہ پاک
 کہ چرخ از بہر ملک انہاز پرورد
 زسانہ در جفا کاری در آمد
 کہ بر شہزادگان کارے رود سخت
 کہ بود اندر مراد این فامواری
 بعور سغان سحر ملک پویاں
 بر آن دیوان ہایل کار دانان
 بلوزیکے برو چون سایہ خورشود
 ملک گستاخ نگزشتے بیامش

* میرے نزدیک مصرعہ یوں ہوتا چاہئے۔ الم دیدہ ز الف و لام و یسین یعنی الم اور یسین کی سرزئیں تک پہنچتا تھا جب کہ یہ مصیبت آئی۔ یہ ۱۹ ۲۰ ویں پارے کی سرزئیں ہیں۔ (ک)
 + افلح یعنی راستہ و بلند۔

نسیم اندر درش یکسو ترفتے
 پوری ہم جاں شدے سرتا قدم پاک
 برآں جلت چو دہر ابلیس خود گشت
 ز نقش شوم آن روہائے منکر
 کشیدہ سر بگردوں ہر سپاہ
 بروے ہر یکے چشم چکر کون
 سہاۃ و کشن سہلتہائے پور خار
 دراز و پین ہر یک ریش ناخوش
 کڈارہ بو کمر بستہ بزر غرق
 پودریہاں ازاں ہیبت کریزاں
 قیامت گشتہ در ہر سوئے پھدا
 دواں دنبال ہر مستورۂ گبر
 بیلا + کله در خون کردہ حوراں
 ز جوش کافراں بر اہل ایمان
 نظر ہائے سعادت بستہ برجیس
 چنان مریعہ بد خشم و ترش چہر
 دراں تاب آفتاب عالم افروز
 ہسان بربط خود زہرہ نالان
 مہ از گاہش چنان غایب ز خورشید

۲۵۰

۴۵۵

۴۶۰

۴۶۵

صبا ہم بے سحابا در اُرفتے
 بپاکی گشتے آنکہ گرد آن خاک
 ہمہ جنت پر از ابلہوس رو گشت
 ستنبہ * گشت ہر یک تنبہ در
 چون بلداے کہ در دے نیست ماہ
 نہ ہم در دہد نش گردد جگر خوں
 چو گاہ فہم سوزا ز خنڈ + خار
 پردیہاں ہم چو دلہائے مشوہ
 چنناں کز پہلو ابر سہہ برق
 خزاں در گوشہ افتان و خیزان
 قیامت کردہ در کھن چرخ شیدا
 سلامت بے پناہ و فتنہ بے صبر
 شتاباں ہر طرف چوں فاصہوراں
 سپہر از کردہائے خود پشہماں
 کہ کم بیند دریں غوغائے ابلہوس
 بخونی گریہ او نیز از سو مہر
 ز سوز خود جہاں را کردہ پر سوز
 ثریا دست را بو دست مالان
 کہ گشتہ از کمال خویش نوشہد

* ستنبہ ایک دیو کا نام جو خراب میں آکے قراتا ہے۔ ن : رخنہ + گدا —

چه دل باشد زان را در چنان هول
 بسے خورشید سایه پودیده
 ازان ده سایه در دنبال یک مهر
 چو زان قوغا فتاد اندر هرم هوے
 یکے را ماند چشم اندر تھہر
 یکے پیرایہ کم کرد و یکے هوی
 یکے شد فرق خے از تیغ چوں آب
 دوان گہراں بہر ایران و پردہ
 بغشم آواز سی دادند ہر جا
 ایا خان فرید اسم آئی بیرون
 بیاید در زماں بو بکر خاں ہم
 دگر خانان بہاء الدین و عثمان
 کہ زہی جملہ یکے را ماہر آنہم
 و زان سایہ کہ در خورشید سراں را
 نیندیشید کاین کارے کہ شد راست
 ہمی جستند ہر یک را بمشعل
 زہی ظلمات کاندر وے چو پویند
 چو آن کم گشتان را گشت روشن
 بہ تسلیم آمدند از گوشہ بیرون

۴۷۰

۴۷۵

۴۸۰

زن آنکہ دیو در دنبال لالہول
 بسایہ سایہ خود ہم ندیدہ
 بزرگ سایہ شد ہر مہر را چہر
 فرو مردند مستوراں بہر سوئے
 یکے را دیدہ شد چوں گوشہ پر دُر
 یکے ساعد تہی کرد و یکے گوش
 یکے در رفت در کلمچے چو مہتاب
 بہ بے رحمی چو خوک زخم خوردہ
 کہ پنهان کہستہ اینجا ہاں بیرون آ
 اگر جانی و گر جسم آئی بیرون
 کہ ہستش تن ز ہوم آزاد و جاں ہم
 رسند ہم جا بیرون بیاعلی خاں
 کہ بر تخت جہا نہانی نشانہم
 دھم اقتطاع و کشور دیگراں را
 نہ بہر دیگرے بہر شما راست
 دم کاذب دوان چوں صبح اول
 پمہل انجم کم گشتہ چویند
 کہ پھکان قضا را نہست چو شن
 عدم را دادہ از دل توشہ بیرون

۳۸۵

کہے کردند فریاد جہاں سوز
تعالیٰ اللہ ز چنداں شعلہ گرم
بتندی یک دو محبوب جفا جوے
کہ ہر بندید لب چوں بے پناہاں
چو خواہد رفتن آنچہ ایزد قضا کرد
عزیزاں پیش می رفتند بے تاب
بگریہ ساک راں دنبال ہر یک
ز سہل چشم مستوران شہدا
دراں خونابہ شاں ہر دند دلا
ہمہ شب پیش مادر ہر عزیزے
کہ اے مادر جمال من بدیں سہر
کہ فردا خاک خواہد گشتن اہن روے
یک امروزے کہ پوشت میہمانم
دے میہمانئے دیدار من کن
نثارم رمز لہک از چشم پر خون
چو من کردم وداع اہن سر خویش
سر من گھر بشارے در آگوش
بموس اہن سو کدر خون خواہد افتاد
بہ پوشانی ہمہ با سہر و زاری
بموس اہن چشم ہم کتہست در پیش
قدیم گرچہ از تو خواہد گشت سہجور

۴۹۰

۴۹۵

۵۰۰

۵۰۵

کہ آہ ہر کشدند آسمان سوز
نشد پولاد آن آہن دلال نرم
زہند آن خستگان را بانگ ہر روے
بقتدیر خدا و کار شاہاں
چہ باہد بیہدہ ترک رضا کرد
چو مہش بستہ پیش تیغ قصاب
فلک ہم در فغاں ہر حال ہر یک
شدہ خونابہ در قصر پیدا
چنان دآمد ز حکم حق تعالیٰ
ز سوز و داغ خود می گفت چہوے
مکن دور از رخ من دیدہ تا دیر
پنخواہد رفت خاک ما بہر سوے
بسولہ نہز میہمانست جانم
دل برہان خود در کار من کن
کہ این یاقوت لعلم ریزہ انگلیوں
تو نیز ش کن وداعے بادل ریش
کہ اہن سر در خواہد گشت اہن دوش
ز آگوش تو بہروں خواہد افتاد
دو سہ ہوسے د کردہ یاد کاری
کہ کم خواہش دیدن بعد ازین ہوش
نخواہد شد ز پوشت جان من دور

پگوئی درد ہاے خود بجانم
 بخواہد نام آخر در قلم ماند
 مورا ماتم کلمی ہے مہڑ پانی
 ز خون دل کلمی این قصہ تحریر
 کتاب و مصحف من مونس خویش
 کہ اے دو چشم ما و دیگران ہم
 کہ پروردیم تاں د' + ما بصد ناز
 ہمی افتاد دل کافتہ ز انجائے
 ز بیم چشم گشتے دیدہ خونریز
 پستختی سوختے دل زان تف نرم
 دوینے جان کم گشتہ بصد راہ
 کہ زین سرہا نہاید بکسلد مے
 چندیں سرہا فتد در دامن خاک
 کہ رانی بو عزیزان دھڑ تہر
 خورد چون گندنا شمشیر خونریز
 چو برگ گل مہان خاک خواری
 چہ می گویم بیریہ این زبانہا
 بہاید راند سارا ارہ ہر فرق
 بہاید بو چکر سارا زدن تہر

چو تلک آئی ز ہجر ہے کرانم
 اگر پیش از خطم گھٹی قام راند
 چو در * خط شرط باشد میہانی
 مورا چون سو قلم کو دد ز تقدیر
 کلمی زین حوت اگر گردد دامت ریش
 ہمی گفتند گریہاں سادراں ہم
 نگر تا چند خون خوردیم ازین ساز
 اگر گشتہ ہو بر بامے سبک پایے
 و گر ہوے تاں چشے شدے تہز
 و گر ہادے کو شتے بر شما گرم
 و گر بہروں ہمی رفتید ناکاہ
 بشانہ گردن افتادے بدل ہوے
 کلموں فریاد کو تیغ خطرناک
 کجا باشد روا اے گردش دھر
 کسے کش بود برگ گلد ناتیو
 یزید این ہمہ روہا بزاری
 چہ گفتست این فغاں ہا پر فغانہا
 اگر انید شاں را تیغ چون برق
 و گر زہ گردن ایشانرا کلو گھر

۵۱۰

۵۱۵

۵۲۰

* شعر کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ تازہی نکلنے کی تقریب کی بجائے میرا ماتم کرنا۔

* ن: پر

ز ما باید رگ جان دور کردن
 که زان خون در رود در خاک تنها
 کلمه این زادگان را در شکم باز
 که بکشایند خونها را ز پهلون
 طلبکار از برای سفته کارے
 ستاره هم بسے کردند همراہ
 فتانند از تھو بر زمین پست
 گھے کردند بر دل کوپش مشیت
 کجا می بیند آن سوز جگر سوز
 به رو خون و بسرخاک و بدل چاک
 نخواهد شد ز آب چشم شان سرد
 روان کردند شاهان را سبک پایے
 هسی رفتند روها کرده واپس
 بگشتن واپسین دیدار دیدن
 کزین سوزون و زان سوزن خون بود
 بلخن از جگر پوکاله می کند
 که اے نعمت خروان ما بصد قسم
 که گیرد در چنھن ولعے مرا دست
 بجای یاری کند ار هست یارا
 بجای بازم خرید اے پاک جانان
 که خواهد کرد یاری بهکسان را

وگر شان را رسن پوچھد بگردن
 درین از زخم خنجر این شکمها
 که از بوم ستمکاران بد ساز
 درین گفتن درآمد خونئے چند
 بد و در پزدگان تاجدارے
 ذنب گشتند بر خورشید و بر ماه
 گرفته مادران فرزند را دست
 گھے بردند پر دندان ده انگشت
 کشدہ کو است از خنجر جگر دور
 پسر در رفتن و مادر بتاچاک
 چو دیدند آن سکان کز آتش درد
 بعطف و زور هان ماندند بر جای
 چنان شاهان چوسکیذبان بیکیس
 زھ بد دیدن و دشوار دیدن
 تگرگال واپسین دیدار چون بود
 نظر می کرد مادر سوئے فرزند
 نغان برداشته خان فرید اسم
 کسے از بندگان و چاکران هست
 بدون خواهند برین جان مارا
 بفروشد رسید اے مهربانان
 که خواند نزد ما یاری رسان را

کہ گوید حال ما بہرہوں میں در
 کجائی اے بزرگی بہر جاں سوز
 یو آ از خاک و سوئے مانگہ کن
 کجا رفت آنکہ از بہمت زہر سوے
 کڈوں از بڈ دھرم کن نظارہ
 چو گھتی خواہد از خونم خورش داد
 چو من در خون فتم خونم مشوئہد
 کہ ما یار شہد کر بلا نیم
 مگر کہوں تن بفضل بے نیازی
 بدو ہو بکو خان گفت اے برادر
 کڈہم میں نائہ و زاری و فریاد
 چو تقدیر آمد و یاری دے نہست
 نہ آخر پلٹے ما تاجداری است
 کسے کو را بود نسبت ز شاہاں
 ازین ساں گوہرے نتوان نہشتن
 چو ما مردیم وہم فرزند سرکیم
 چو زاری در نہی گوید قضا را
 دریں بودند گاہ فرجے پیش
 کڈہزے چند دید از پیش نالان
 فغان بزد کہ اے میں جا کیانہد
 ہمی گفت میں کہ در رفتہ پویان

۵۵۰

۵۵۵

۵۶۰

۵۶۵

کہ دارد سر دگر بہرہوں میں در
 کہ ہمگی حال فرزندان بدیں روز
 بخون آلودہ روے مانگہ کن
 بے لکھی بڈ فکڑشتے بدیں روے
 چو گل فرقہ بخون و پادہ پادہ
 چرا سادر بشہرم پرورش داد
 و زین خونخواران خونم مشوئہد
 بخون آلود در جلت گرا نیم
 شود در چشمہ کوثر نمازی
 نہاید زین نمط بودن بر آذر
 اگر فریاد رس باشد ز بہداد
 شغب کردن چو سسکیمیاں کسے نیست
 نہر از تاجداران شرمساری است
 چرا عجز آورد چون بے پلہاں
 گھر می نالد آخر گاہ سفتن
 بمرئی بہ کہ از جاں فوت گردیم
 بجاں تسلیم بید شد رضا را
 دوید آنسو فریاد از ہم سر خویش
 فغان آن سوے چوں شوریدہ حالی
 مرا پلہاں کلید ار می توانہد
 عزازیلاں و عزرا ٹیل خویان

گرفتندش بستختی و رواں کرد
 دو خاں را چون دو شمع گیتی افروز
 چو با آبی بھکسی پرند سوئے
 چو ہو دو تھغ را دیدند مکراب ۵۷۰
 کہ بود آن گاہ شستن از جہاں دست
 دران مکراب گاہ خنجر تیو
 چو صدیقان تھم کرد ابو بکر
 در آنچه خاک را می جست سازے
 کہ چون بہر حیات این جانمندان آب ۵۷۵
 گزارش کرد از آن پس عاشقانہ
 پس انگشت شہادت بر کشیدند
 دو بدند آن سگال خنجر کشیدہ
 بہ بے رحمی بر آوردند خنجر ۵۸۰
 بدیوار آنچندان زد خون گل رنگ
 ولے یاقوت را نسبت چہ یار است
 خصوصاً مردے کو اعل و ہماقوت
 چو خون زہر آمد از بالائے آن بام
 چو خون رفت از تہ دیوار بیرون
 ہماں پاسے کہ زہن خون اعل وام است ۵۸۵

دران دم چو پوکھن ہم فغاں کرد
 کہ آن دم بود شاں چون شمع را روز
 کہ از خونہائے شاں دانند جوئے
 طلب کردند از بہر وضو آب
 ہمی بایست شست از خون جان دست
 نبوکہ آہ جز آب تھغ خون دیو
 شغب بر مکرسی زد دھو پر مکر
 زسانہ در تھہ آن داشمے رازے
 نصیبے خاک شد در خاک کو خواب
 وصول عالم حق را دکانہ
 شہادت را رقم بر سر کشیدند
 بخون دیو آستھن ہا بر کشیدہ
 در افکندند یکسو ہر دو را سر
 کشیدہ یاقوت سرخ از رنگ خون سنگ
 بدان خون کان مردم وہیں زخار است
 گدا ہرے ز بخششہائے شاں قوت
 ہمہ بالا و زیرش گشتہ گل وام
 کشاد از ناردان ہا کریمے خون
 ہمانا بام + "بالا رہی" نام اسمی

* ک: ن -- ۱ + بالاری - ستون والا - مطلب بظاہر قصر ہزار ستون ہے جہاں بے

ہماں جاہا بکنجے بود * آن شور
 برون جستند پس گبران بے مہر
 نمی گنجید ہر قصاب کھن دوست
 پس آن جانب دیدند آن دوسادر
 زمین کو خون شاں دیدند گل وام
 میان خوں بغلطیدند پودار
 ازاں خون و ز موج اشک رنگیں
 بگریہ جامہ ہم در خوں کشیدند
 برج بر میدند آن دست پر خوں
 نہ مارا عہشے آمادہ است امروز
 بیمار آئند تخت و مسند و تاج
 ز دیبا گدھا سازند در دہو
 ولے عوں و سہند ار بر فرورزند
 تھے کانگشت گشت از سوز ناساز
 الا اے روزگار تیرہ روزاں
 چو انگشت سہ مارا بدیں روز
 ازین سوزے کہ زن زیشان زبانہ
 بسے بگریستند از چشم خوں زلے
 جہاں را دیر شد کیں شوہر دارن

۵۹۰

۵۹۵

۶۰۰

دو شہر مملکت شد طومار گور
 ز فعل تلخ خود گشتہ ترش چہر
 ز شاکی چون بزم دم خوردہ در پوست
 کہ بودند از پیے ایشان بر آذر
 ہمی جستند سرگ از خون شاں وام
 نمی شد خون گرم از سوز شاں سود
 حفا بستند بر دست نگاریں
 علم بر پیر زمین بھن چوں کشیدند
 بدان گنگو نہ می گشتند کلکوں
 شہئی این دو شہزادہ است امروز
 فرو ریزند لعل و ہر بعد راج
 بھا کی قبہا بدیدند در شہر
 بجائے آن ہمیں مارا بسوزید
 بسوزیدھں چو انگشت سیہ † باز
 کہ ہستم از تو چوں انگشت سوزاں
 بسوز و می زبان و باز می سوز
 کساں ہم سوختند از ہر کرافہ
 وز افتخا باز شاں بودند بر جائے
 خزاں پر برگ و دی پر مہوہ دارن

* ن : بعد -- † انگشت سیہ - یعنی جلی ہوی لکڑی - اگلے شعر میں بھی انگشت

انہی معانی میں لکھا ہے --

<p>۶۰۵</p> <p>کہ بازش در شکر ننگند زهرے کہ با گوشش ننگند از گوشه درے بشادی شاه گھتی جاودان باہ</p>	<p>کہا در چاشنیہا دان بہرے کہا درے بگوش افکند دل چوئے چو کس نبود بگیتی جاودان شاد</p>
<p>حدیث چشم زخم خاندان ملک و خاقان را کشیدن از پاک دیدہ بر آن سان کز صدف گوہر</p>	
<p>۶۱۰</p> <p>بچشم مردمان ہمیں فاک انداز کہ نہادش بہ بینائی دروں خار رسدگر چش جہاں در چرخ روزیست نہ کمتر تہر چرخ از تہر چرخ است کہ دورک صد ہزاران دیدہ روزے نگرتاچند ازین سان دیدہ بر دوحخت فلک چشمک زند سوئے زمانہ ولیکن چون جہک از تہر تقدیر کمال * عہن را عہن الکمالے قضا عہن الکمال آورد نا گاہ چشمیں بہرور تراوید از دل ریش بخشون خویش کردنہ آشنائی جہاں را دیدہ عالم نہ دیدہ</p>	<p>۶۱۵</p> <p>فلک را صد ہزاران دیدہ باز کہا بیفانیے بخشود در کار کسے کش چشم زخم از چرخ روزیست چو زخم از تہر بے تدبیر چرخ است چہ دوزی دیدہ را زان دیدہ دوزے جہاں کز دہر تیر اندازی آسودخت چو گوید مردم از بھنش فسانہ جہک مردم گرش زخمہست از تہر رسد ناچار چون باشد جمالے چنانک اندر کمال دولت شاہ کسے کیں فتنہ دید از دیدہ خویش کہ چون دو مردم چشم عالمی ۶۲۰</p> <p>دگر خانان و طفل نا رسودہ</p>
<p>* ن : زخم چشم - † ن : کمالے --</p>	

بر ایہاں نیز شد چشم فلک تیز
 حسن را پیش چشم آفانکہ بودند
 کہ ہر شہزادہ چشم پادشاہی است
 اگر بر چشم شاں نمود گزندے
 کہ ہر گہ چشم بیفش پیش باشد
 کہ بیکار است چشم از جسم پیش است
 بدین اندیشہ و وہم نہاں بین
 ازاں دیدہ کشیدن سرواں را
 فلک کوراست ازاں کرد این چمنیں دور
 فرض چوں چشم زخم تیز تقدیر
 اشارت کرد ز ابرو گبر بے دید
 برید این جہلہ درہا در دگر درج
 بفرمانش سبک زان قصر شاہی
 بقصر لعل بردند آن سراں را
 ہمی بودند روزے چند مستور
 شگفتہ چشم ہر یک چوں گل لعل
 بدوئے بستر پر خوں چو لالہ
 کہ ہر کس را گلے بشگفت بر تخت
 گلے زہن چشمہا گر رخ نمودے
 کفوں آن نرگسان نیم خفتہ

۹۲۵

۹۳۰

۹۳۵

۹۴۰

گزند چشم شاں را شد سبک خیز
 بچشم پیش حالے را نمودند
 چو چشم اندر سپیدی و سہاہی است
 بباہد چشم شاں را چشم بندے
 شکوہ جسم ہم با خویش باشد
 بچندین نقطہ چشم از جسم بدش است
 بروں کردند شاں چشم جہاں بہن
 بروں افتاد دیدہ مادران را
 ز چندین قرۃ العین جہاں نور
 خدراش چشم ایہاں کرد بے تہر
 کہ زہن درہا چو چشم سہرۃ سی چہد
 کہ چندین مہ نہاید در یکے برج
 شد آن درہا دواں تا گوش ماہی
 بخون شانداں شفق نیک اختران را
 چو چشم خویش و روز خویش بے نور
 رواں خولے ز ہر گل چوں مل لعل
 ہمی گفتند چوں مرقاں بنالہ
 گل ما این شگفتہ از گلشن بخت
 جہان و دیدہا بر خار سودے
 ز باد دہر ہوں چوں گل شگفتہ

چھیں گل گرچہ یوافزون است دروے
گل مارا چسان شد خستگی بار
نخست اندر بہار از شاخ بے بر
بہار ما نگر یارش دگر گوں
گل ماخستہ خار زمانہ است
سر سوزن بود سوراخ بادام
کسے کو برکشید این دیدہ سر
دو چشم او چو دو عذاب خستہ
بدیں ساں ہر چراغ دیدہ شاہ
چو ہر ظلمت فروشد چشم خورشید
پرستارے چراغ آورد در پیش
یکے گفت این کہ آمد اشام تاریک
چو بیرون شد چراغ چشم از دروے
چراغ عاریت پھشم چہ دارید
دگر گفتا کہ شمع از بہر چشم است
چراغ دیدہ عالم چو ما ئیم
کجا شد دیدہ سلطان مغفور
دگر گفتا کہ بینا یان کشور
مثل گویند دولت کور باشد
سہر کور بہر ما زد این رائے

۶۱۴۵

۶۵۰

۶۵۵

۶۶۰

مہر نہدش کہ بوئے خونست دروے
چو با گلہا نہاشد خستہ را کار
گل بادام و شفتالو کشد سر
کہ بادام از گل ما بدن بیرون
غلط شد بلکہ پھکن را نشانہ است
بکزلک چوں کشند از جائے آرام
بسان خستہ * شفتالو بود تر
ہمیشہ خستہ و در خون نشستہ
فغان می کرد وزاری تا شبانگاہ
برید از روشنائی گھٹی امہد
شہاں سوزاں چو شمع از دیدہ خویش
کہ روشن دید سے من موئے باریک
ہماں کوہست پیش من ہماں موے
چراغ دیدہ من پھشم آرید
چہ جویم زان کہرچوں دیدہ پھم است
نظر در شمع دیگو چوں کشائیم
کہ بیند قدرۃ العیفاں بے نور
کہ بھنا شاں دل است و چشم بدسو
تہ دولت مند را این شور باشد
کہ دولت رفت و کوری ماند بوجاہے

بگوش - ایملک بچشم خویش دیدیم
 بهاید دید کرد طفلیم و کرد
 چو از دیده نهیزد خردمند
 بقر سید از خواش دیده من
 تعالی الله چه کور را سوا
 کس این کاوید را دیگر چه کار
 که دل شد گرچه بهر دیده بریا
 بجای کرد بماند نهز شا هم
 کدو از رفتنش اندیشه داریم
 هزاران منت کوری است اکنون
 که جائی سرمه شد در چشم ماسهل
 که بتوان بردش از جای بجائی
 که مارا کور کرد و دیده را برد
 عصا کو کور سازد دیده را وای
 عصای دیده بود دردی بر افزود
 که دشمن را کهد چشم جها بین
 که چشم دولت از وی باد پر نور

دگر گفت آنچه مادر می شنیدیم
 بله هر دیدنی کاید ز تقدیر
 هر آن مردی که پیش آمد خداوند
 دگر گفت ای شمارا دیده روشن
 ز چشم من که می پوشد حال
 چو چشم هر چه می دارد ترا
 پس انگاه همی گفتند گریا
 ز دل چون دیده را یکسو نهادیم
 ز کوری بود غم کز وی فکاریم
 بدین چشمی که رفتش دیده بود
 که آید میل میل آوازه تعجیل
 چو باید کور را بر کف عصای
 عصا شد میل بهر چشم ما خورد
 عصا شد دستگیر کور هر جای
 عصا از کور بردن در مثل بود
 که جویدی کهن این کوران مسکین
 بجز سلطان قهاث الدین منصور

۶۶۵

۶۷۰

۶۷۵

سختن ز آوازه خسرو که چون آلود مسند را

همه پیشش نگین کردند سر جز قازوء سرور

خبر زهن گونه دارم راستا راستی

درین ساک از بے قلعه که برخاست

۶۸۰

کہ چون فرمان دیوان رفت ہر سوسے
 بد ہو ان سے و جانے را خبر شد
 زہ قلابی فیروزہ خاتم
 فلک تاج ملا را بود معراج
 ثبات قطب دنیا بر سر آمد
 بزرگان ہر یکے دریائے پر جوش
 ہمہ لشکر کشاں در شرق و ہر غرب
 نہ ترکی نہ تہذیب ترکی بر افراخت
 ہمہ گردان ہیجا سست و بے تاب
 در اقصائے مسالک نہڑ اسہراں
 جز از در ہائے رزم از زور شمشیر
 چو بھلید این سخن از خاص و عام
 بہالید از تغیر سہلت کین
 نخست السوس کرد از نیک خواہی
 کہ در برج علا نقبے چنان رفت
 ز چندان کوکب سعد اندراں برج
 گلبوں درخ دغانی ز امر معبود
 اگر با برج نتوان کرد کارے
 مرا شاہ شہدائے کار دان مرد
 من امروز از نکوشم بہر کارش
 چو نعمت پرور از دے گشت حال

۹۸۱

۹۹۰

۹۹۵

۷۰۰

کہ ملک آوردہ در اہرنی روے
 کہ بر تھمت سلیمان دیو بر شد
 کہ بر شیطان رساند خاتم جم
 بخاک افتاد والا گوہر تاج
 سہا را نقش بر کرسی پر آمد
 نور ہشت بند مانند صدف گوہی
 بطاعت مہل کردند از سوئے حرب
 نہ ہندو بلذہ ہر ہندواں تاخص
 فرو ماندند چون بڑ پیش قصاب
 کمر بستند چون فرساں پڑواں
 ملک غازی معظم تغلق شہر
 ز قصہ خون بچو شہدش در اندام
 ز بہر کین شہش ہر موے زو پین
 ز بہر خاندان باد شاہی
 کہ کرد نقب زن بر آسمان رفت
 زمانہ یک گہر نکواشت در درج
 چو بر کرد از سولان دودمان درہ
 زمانے را سزا شرط است پارے
 بہر دی از پئے این روز پرورد
 نکو اہم کین اولاد و تبارش
 چگونہ باشد آں نعمت حلال

<p>من و شہشیر و تیر و کینہ شاہ چو من یار حق یار * من یس کہ فرزند من و جان من آن جا است کہ باشد قرۃ العین از نظر دور دل شیراں پر آرد + از پر تیر کہ چشم دارد ازوے روشنائی وگر این جارسد نور علی نور بچشم + دیدہ روشن رسا فاد</p>	<p>گرم یازی کفد بخت نکو خواہ وگر نبود درونم یازی از کس اگر این جاسن ام جاں ہے تن آن جا است کجا باشد دراں چشم و نظر نور ملک فخر الدول کاواہ نخچیر چراغ روشن از نور خدائی گو آنجا ماند ازوے چشم بد دور خدا آن چشم را بر من رساناد</p>
---	---

۷۰۵

عزیمت کوہن اعظم ملک فخر المعنی والا

بسوے حضرت غازی ملک کافر گُش صفدر

۷۱۰

<p>کہ نلدیشند هیچ از ہم نہرداں یست آہنیں سازند راہے بنمیروے دل خود ہم تو افند سوا بیند کسے کا ید بدنبال اگر تنہا بود ہم دانگ تن ہاست نجلید از ہزاراں ذرہ یک کوہ یکے خورشید ہر صد را کفد کم بردیک گرم ازیشاں ہارت خوبش زانہوہ کو زناں کے ہراسد</p>	<p>عجب کارے است کار شیر مرداں بہ تنہا ہر روند اندر سپاہے ور از قلبے فرس بیروں چہانقد مبارز زان چوں با تیغ قتال دلیرے کش بکار رزم فن ہاست سرافکن را چہ تنہائی چہ انہوہ کشد سہہ کو چہ صد لشکر ز انجم وگر ہر دمہ باشد صد میش ہوہوے کو گو زناں را شناسد</p>
---	---

۷۱۵

کہ ہر سو پر تلش تیرا ست و شمشیر

بخلاوت کا خود تنہا ہوں شہر

حکایت

بخدمت ہوں روزے پہلوانے طوس
کہ رستم را رساند گو شمالے
کس از نہروئے بازو بشکند بال
کہ بلند دست او چون دست بنہاں
کہ در گمشدہ از خوابی همچون مستے
صبا در زیر و آتش بر کف دست
کسے در پے رفعت از دوسی و دوس
پرفت او سرزد با تیغ سر زن
کہ آرد رقص * در دہ نبالہ مرد
کہ فخرالدین ملک بالا فرو راند
چو شد بر آرزوے خویش فیروز
و زان بشکست گوہر مانے شاہی
دو شمع مہاکت را زندہ نگذاشت
بجای نگذاشت یک نورگس ز گلشن
باوج چرخ بردہ ماہ راہیت
نہ کس تہرے کشاکش از تہد خوئی

شنید ستم کہ رستم پیش کاؤس
بخشم آشت کاؤس از خیالے
اشارت کرد سوزے طوس در حال
چو طوس آمد بوسم زور مندان
برویش زد تہمتن پشت دستے
بروین آمد یہ پشت رخس بلشت
بسے کس را اشارت کرد کاؤس
چو کس کم رفت دنبال سر افکن
توان دنبال شیر و اژدہا کرد
سخن گواہی مثل در جنبشے خواند
چنان ہوں این کہ خسرو خان بدروز
دل خود ساخت سنگ از کونہ خواہی
ز یادے کز سر افزای ہسر داشت
کشید آن دیگراں را چشم روشن
غلامانے ہمہ میور ولایت
نہ کس تہفے کشید از کینہ جوئی

۷۲۵

۷۲۶

۷۲۷

۷۴۰
 ۷۴۵
 ۷۵۰
 ۷۵۵

کسے نادر نادر خروسان
 ز نعمت ہائے سلطانی بخوانہا
 بپہند آنکہ استخوانہا زان نمک زور
 بلے چوں شد نمک در پوست گندہ
 روا بود آن خسیس را در آنحال
 کہ در گندہ قذی ہر نابکارے
 سگے کز دست مردم لقمہ خورد
 ز سگ ناکس تراست آن ناسہامے
 چو سگ را ہسم با خورے وفا کار
 چہ فامردم کسے کز سگ جدائی
 فرض القہ چوں زان قوم سگ زاہ
 ملک فخرالعقی از بس سہربانی
 از انجا کافل نعمت را بہ یاری
 بران می شد کہ ناگہہ بے مدارا
 ولے می گفت ہر فایہ چو کارے
 دریں اندیشہ باخورد قصہ می خورد
 چو شد ز اندازہ بیروں خار خارش
 شبے بلشت با محرم تلمے چند
 بہاران گنت گریبان و غریہاں
 جہا نے پر زدو و دیو مردم

۷۴۰
 ۷۴۵
 ۷۵۰
 ۷۵۵

ہمہ گشتند عاجز چوں عروساں
 نمک پروردہ کردہ استخوانہا
 یکے را بر نہا مہ ز استخوان شور
 تن گندہ نمک بہ پوست کندہ
 کشیدن پوست پس کردن نمک سال
 نمک زہن گوئہ گشتے گندہ بارے
 کند یاری چو یاری بایدش کرد
 کہ نہوں خورد خود را حق شدایے
 بود ہم پاسبان و ہم وفادار
 کند در پاس نعمت بے وفائی
 بران شہراں گوشت آن چور و بہداد
 خواہے یافت ز * آزار نہائی
 بود در شکر نعمت حق کزاری
 بدوں آید بشمہور آشکارا
 بہائی جان بہاید باخت بارے
 کہ چوں شاند ز خون دشمن این کرد
 دروں گشت از خراش دل فکارش
 بر آورد آہے از اہرمنے چند
 کہ خون دم چسان جہم ز دیواں
 چکوئہ بے سہ * من چہرہ کردم

<p>رضا در کفر و کفران چون توان داد کہ سہم خود بر ایشان تیر سازم نمودند از طریق نیک خواہی مہسر کے شود ز اندیشہ سست اگر را نہم بیرون بیم غرق است بکوزہ چون توان طوفان نگہداشت بدرگاہ ملک غازی رسانیم کلمہ این ظلمت از روئے زمین دور پسند خویش را شد کار فرمائے نہانے با علی یغدی ہوں داد کہ با گاہی کہ آن گاہے غزا بود بعزم تیر در قطع ہواباں جیسی را کرد درخست دہن سارے زلال ابر پر دریا فرو ریخت ظفر را مزہ داد از تیغ قتال</p>	<p>و کر ندہم بقتل ہندوان داد ندانم قاجران تہ پیر سازم نکوخواہان دران مصلوب شاہی کہ این کارے کہ در اندیشہ سست چاہیں سہیلے کہ موجش تا بہ فرق است وگر خود بایدہں پنہاں نگہداشت بدان باشد کہ زین حال انچہ دانہم چنانکہ آن رائے بخشد پرتو نور ملک را شد پسند خاطر این رائے سخن ہارے کہ ہوئے تیغ و خون داد فرستادہں سوئے غازی ملک زود علی یغدی بران سو شد شتابان رسید و رفت پیش لشکر آراے پس از فرزندہ را ز انجا فرو ریخت چو شد غازی ملک را روشن این حال</p>
---	--

۷۶۰

۷۶۵

۷۷۰

صفت خلیجہر ملک غازی

<p>بکوسی گشت گاہ طوفان آتش دل بے دین ز محراب شدہ چاک کہ در محراب غازی درے امید</p>	<p>برآورد از میان شمشیر سرکش مہاں بے دین تو محرابی پاک زہے ہندو زیانت ماندہ در بہد †</p>
--	--

* ق ر : بے آگاہی کہ آن گاہ غزا بود مصراع کا مفہوم صاف نہیں ہے -

† دید ہندوؤں کی آسانی کتاب -

۷۷۵

گھنے آن شد کہ از بیدت ہر آرم
اگرچہ از خون نہاید رنگ معراب
ولے چون قلعه گہراں گشت خویم
بریزم خون کنار از تو در جنگ
ترا کر بہر دستم ساز کردند
فراز چو رخ گردافت نشانہند
توئی آہ بہ پہنائی سرانگشت
و لیکن آب تلگت بسکہ نیز است
ظفر را ہم زباناً ہم زبانے

۷۸۰

۷۸۵

شود باطل ز روشن آب روشن
گفتم گایں غزا ہمیش آمد از دہر
چو لختہ راند با تیغ خود این حرف
سوئے فرزند فروخ گفت پاسخ
بہلجاری کہ دانی زان خطر گاہ
کہ مارا دیدہ در راہ نیاز است
گراے چشم و چراغ ما رسی زود
ازاں پس چشم بکشائیم قادر
نو چشم بینش و بینش چراغ
کفیم از قابض شمشیر و جوشن
علی یغدی شہد این نکتہ و راند

۷۹۰

ز آبت سوج بید و لالہ کارم
خصوص آن خون کش* از گھواں بود تاب
من این حاجت ز معراب تو جویم
بدین شنگرف سیوایت + کدم رنگ
ظفر با گوہرت ہم راز کردند
جہاں گیر آفتاب تیر خواندند
کہ بندند بہ پنج انگشت در مشت
جہاں می گیرد آنجا کش ستیز است
ستر را ہم زبانہ ہم زبانے
ولے روشی شود آبت ز روشی
جز از آبت مرد آہ این آتش قہر
علی را خواند و کرد این ماجرا صرف
کہ اے فال من از دوے تو فروخ
بدون ران مرکب و نہ دوے در راہ
ز بہر چون تو مردم دیدہ باز است
چراغ چشم مارا کم شود دود
بہوئیم از چراغ راے خود نور
بر آنساں کیی دو نور آرد فراغ
چراغ نعم و چشم بخت روشن
رسید و با ملک یک یک فروخواند

* ق: کہ از - آخری دو لفظ نسختے سے آر گئے ہیں - + قمر کی ایک منزل کا نام آہ مرو؟

۷۹۵

ملک شد در کمین آن که ناکاه
چنان بود این حکایت به کم و بیش
گزید از بهر رفتن نوسانی چند
صبا را سبق سرعت شرح داده
نهان پور ملک بهرام را جست
موافق گشته فوجی ز اهل اخلاص
فرزاد مشعلی خورشیددوش پیش
کهای ها سخت و ترکش ها پر از تیر
بسو نها کرده پنهان های قتال
بدلمی لشکر ز اندازه بهرو

۸۰۰

۸۰۵

که فتح الدین ملک را بهن ز شهری
خود او رفت و سوان را کرد دل خرد
حسن را کهن خبر در گوش در رفت
ز بس هیبت بلرزید آن نگون بخت
ملک فتح الدول می رفعا شادان
چو بر دریا رسد آن گوهر پاک
که از شوق پدر آزرده دل بود
چو در روی مبارک دیده بکشد
کف پای ملک بر دیده می سود
دران سودن ندانست آن شه شوق

۸۱۰

دهد رهوار خود را جنبش راه
که چون او خواست گهر راه در پیش
بجنبش دور سیر و زود آهوند
فلک را اسب از خود طرح داده
به همراهی خود گردش میان چسب
غایب چند و چندی چاکر خاص
نو گوئی هستش از ذره سپه بهوش
چو شیران نیستان گاه * نخچیر
کرا یارای آن کایه بد نهال
نیامد کس جز این آوازه بیرو
برفتن کرد چون شیران دلمری
دگر پور ملک بهرام را برد
خیال در سر افتادش که سر رفت
چو شمشیر تنگ از جنبش سخت
یشیر آباد خود چون شیر زادن
ز دیده در فشانی کرد بر خاک
ز طینت های بد پامش بگل به
خدا را شکر ها کرد از دل شاد
اگر چه مردم دیده هم بود
سوان دیده را از خاک پا فرق

۸۱۵

ملک را ہست خالے در تہہ پایے
خلف چوں دیدہ بر پایے پھر برد
کہ شہن بر تخت شاہی این گواہی است
ملک کاں دیدہ را بر پائے خود دید
در آگوشش گرفت از مہربانی
چو زان فرزندہ جالبی جانس آسود
بہاد نسل شاہ از گویہ روشست
جگر گوشہ ز شور آن فہک خوار
تراوید از جگر خونلاب ناخوش
پس آنکاہ از طریق سوزش دل
کہ اے دولت رفیق و بخت یارت
ملک را چشم مہر از سوے من بود
کلوں شمشیر برکش همچو شاہاں
کہ دارالملک گھٹ از ہندواں پر
بت سنگین و دلہائے چو خارا
خطیب آلودہ را خطبہ خواناں
صلاح و صالح افعادہ بخواروی
جرم ہائے کہ مہر و مہ ندیدہ
کسے کو عزت اسلام دانند
کنوں فرض است قتل ناسپاساں

۸۲۰

۸۲۵

۸۳۰

کہ چوں مردم کند در دیدہ ہاجاے
بدان خال این ہو خال دیدہ بسپردہ
ہمیں سے نقطہ پھر شین شاہی است
دران دیدہ نظر پر جائے خون دید
بجائش جائے کرک از میو بانی
بجائے آمد دلے کز ہجر فرسود
پس این طوفان غم را ساجرا بسعہ
کہ ہر چنداں جگر ہا ریخت آزار
چو آجے کز کہاب آہد پر آتش
بگفت این ہا ملک غازی عادل
بدولت ہمار بادا کرد گارت
رسیدم بندہ وار از فضل مہبون
بجو از خصم خون بے گمناہاں
شبہ بنشست جائے گوہر و در
بہ ہر سو بت پوستی آشکارا
فساد آلود دیکر خانداناں
مرید و مرقد اندر کایم کاری
در آگوش ز حل فعلان رسیدہ
معاذ اللہ کے دیدن تواند
فزا شرط است ہر ناحق شناساں

۸۳۵
چو شد غازی ملک ز انجم خطابت
اگرچہ از تیغ کین در چیرہ دستی
بہ پشت خنک چو گانے بہر سوے
تمن ہا + کر نہایت می خورد خون
ولے بہ زین جہاں کے کے بود کے
دھی ہردم برسم کینہ خواہاں
۸۴۰
کفی از زخم شمشیر ظفر ناک
نگر لے شہادت کز پئے داد
بجز تو کیست آن گزار پر دل
چو با غازی ملک در کوشش فرض
۸۴۵
بدل خود سرور والا ہماں داشت
بہاسخ گفت گامے چشم مرا نور
مرا دل سوے تو بود آرزو مند
چراغ چوں ز باد دشمنان رست
۸۵۰
بروں آیم چو شیر از بیشہ خویش
بدیں اندک سپاہ سخت بازو
فیت کردم عزیمت نیکو کردم
بجہاں کوشم ز بہر دین ہریں کار

غزا میں کئی کہ تا باشد ثوابت *
مغل را بارہا لشکر شکستی
ز سر ہاے تعا راں باختی کوے
فتخورد آب خوش زین سوے جیہوں
کہ دین را زندہ گردانی پیایے
زمین را سوخی از خون سیاہاں
ز خون خوک خوار اسلام را پاک
بر آورده دو دست آنگہ ہر دہان
کہ فریادش رسد زان کفر باطل
ملک فخر الدول کوہ میں فرض عرض
کہ از گرد غیب خاطر گراں داشت
ز نور چوں تو بودہ + چشم من نور
کہ دل را کے شود بادیدہ پھوند
کتجا پیش آتش تیغم شود دست
بہیری پیش گیرم پیشہ خویش
شوم با ست آہن ہم ترازو
کہ چوں مردان بروں آیم چو مردم
خدا ہادا دریں کوشش مرا یار

ہراس دلرزہ آ جان حسن از عزم فخر العقی

وزان اندیشہ راندن بر ہمہ شہزادگان خنجر

* ن: صرابت - ن: تمنا + ن: بادا - آ: ک: لرزہ در -

چو ہر گردن سرے از سر فرازے
 گر او گردن ازان مردم سبک گام
 چو بازوئے ز اندامے شون کم
 اگر خانہ فراخ و گر بچستی اسم
 چو شہ رکنے درست از خانہ دور
 ہمہ جا تخت را پایہ چہار است
 یکے گر کم شدوش یک طرفت پست
 بزرگان عہدہ کار سرور اند
 خصوصاً عہدہ کار زور مندے
 درین حال انچہ دارم عہدہ گفت
 ملک فخرالدول چوں بارگی راند
 کمان سست پے کز قامت انگینخت
 ز نزدیکان دور از مہر پرسید
 چگونہ آہنیں سازیم تدبیر
 اگر ہار دگر اندیہم بندیم
 در این رشتہ بسستی را کزاریم
 چو خلقے دریغے فوفا و شور است
 چساں بر سر بزم این کار محکم
 ہوا داران ہمی گفتند کارے
 عظمت آنست بارے کافر ملک
 چو قاج ملک را گوہر نماد

۸۵۵

۸۶۰

۸۶۵

۸۷۰

بجان سرفراز افتد گدازے
 چو شخصے کش رود بازو ز اندام
 تو گوئی نیست دیگر بازو ہں ہم
 بچار ارکانش بنیاد درستی است
 خراب است ارچہ باشد ہیئت معمور
 کہ تخت پایہ ور زان استوار است
 سہ دیگر نہز پنداری کہ بشکست
 خلل گہرں سرور ار گوشہ گیرند
 ز بخت افزون برہی باشد بلندے
 بزہن سان گشت با نوک قلم جفت
 حسن را بارگی بکبارگی ماند
 کمانش را سریش از تہ فرو ریخت
 کہ از ما چوں فلان داسان خود چہد
 کہ پایے دیگران ماند بونجیر
 ہزارں شیر چوں در بیشہ بندیم
 چہندے بے رسن چوں بستہ داریم
 نہ این جا جائے زاری و نہ زور است
 کہ مارا این سری گردن مسلم
 ہکارے سر ز سو گیریم کارے
 بیاید واگسست از گوہر ملک
 ز بہر قاج جز تو سر نماد

وگر گردن کشاں را بند خواہی
 ز بند آہنیں آساں براں جست
 اگر سلطان توئی زر کم نیاید
 وگر بر غیر بیغی پایۂ خویش
 حسن را درگرفت آن گفت ناخوش
 نصرت از گلج شاہان * بہر برداشت
 پس آن کہ گفت با بے رحمتی چند
 شتابان سوئے قصر لعل پریند
 بہ بے مہر کفند از خلق مستور
 بہ تیغ آن جملہ سرہائے خطرناک
 دریند آن سگان بے وفا خوئے
 بر ایشان تیغ خون رانند چندان
 معجب حیفی کہ زان گبران کم راہ
 ز خون خویشین بستر کشادند
 براں شاہان چو خونریزی چنان رفت
 ز سوز داغ آن پوشیدہ رویاں
 مبادا مادرے را سوز فرزند
 ز دہلی رفت ہر سواہیں خہر ہم
 ز خشم آسودہ یازو را بد فداں

۸۷۵

۸۸۰

۸۸۵

۸۹۰

بدۂ زربستۂ خود چند خواہی
 و لیک از بند مشکل چوں توان جست
 بملک از گلج و گوہر کم نیاید
 تو بارے دادہ باشی مایۂ خویش
 بکسں راے کرد آن گفتہ را خوش
 ہمی داد آنچه پنہاں گلج و زر داشت
 کشایند از در بے رحمتی بعد
 زمینش را بخونی لعل شریفند
 شہاں را از کنار مادران دور
 نہند انہر کنار مادر خاک
 سوے آن شیر زادان نکو روے
 چو قصاباں بھتی کر سہنداں
 بخون غلطہ چنان روہاے چوں ماہ
 بخواب خوش براں بستر نقادند +
 نفیر مادران بر آسماں رفسا
 پری و دیو شد پوشیدہ رویاں
 کہ پیونددی جدا گردند ز پیوند
 شد آگہ غازی دشمن شکر ہم
 فرد خورد آن قصب چوں ہوشمنداں

* اصل نسخے میں یہ لفظ چھوٹ گیا ہے۔ "بہر" مولوی رشید احمد مرحوم کا تپاس ہے

+ ن : نشاندد۔

۸۹۵

بدل * می گفت اگر خواهد بخارند
بناسیزه زه زور دل مرد
خدا یا چون تو کردی سر بلندش

بخواهم عذر شیراں از سکه چند
که بر ملکی بر آید یک ملک فرد
بر ادا هم تو کن فیروز سندی

حدیث گفتگوئے هر کس اندر مجلس خسرو
پس از صوفی سدی[†] عادل نهشت نا خوش و ابتر

۹۰۰

زبانے را کش از دل فتح باب است
نه † بس زیبا است نافرجام گفتن
ازین گفتنی مراد آن دارد این دل
چو راند از شهر سوز شاه فازی
سرالے را که با خود دیدم ساز
که تغلق هست مرد یخته رزم
دغاها دیدم در کار آسوده
به پوخاش مغل صفها دریده
دایرے گوبکین چون خنجر آهفت
اگر طوقان آتش بر کشد ناب
دراز هنجار گهون تیغ در مشت
طریق رزم چون شطرنج بازی است
دریغا گر چنین لشکر کشی سخت
لکر حاجت نهاده خواستین زور
کنون این کار ز آئین فسون رفت

۹۰۵

۹۱۰

سخن در هد خود گفتن صواب است
رها کردن در و خر مهره - هفتن
که فخرالدین ملک خاقان مقبل
حسن شد بهز جای در چاره سازی
طلب کرد و برون داد از دل این راز
فرادان کرده هر سو در غزا مزم
نبرد و جنگ بسیار از موده
بقتل هندوان سرها بریده
تن تنها زند بر لشکرے سخت
پسندیده است از کلهی یک نظره آب
سپاه را بغوچه بشکند پشت
دو مرکب طرح بازان سوره غازی است
شده در کار مایاری گر بخت
سویز آرای جم را از آصف مور
نهلمکے گوئی از دریا برون رفت

* ن: بلا تندر - † یعنی فازی ملک تغلق - ‡ ن: ناپس زیباسپس نرجام گفتن - ۴ ن: آصف -

۹۱۵

بگوئیدم کہ چون تدبیر سازیم
 بدافش ہر یکے زان کار داناں
 بتخاطر ہر کرا می گشت رازے
 یکایک زان میاں ہا گرسی گفت
 کہ چون ما خاستیم از سر دریں کار
 سرما خسرو است و ما بی و پوست
 دریں تدبیر اگر ما سر نیازیم
 ۹۲۰ سران ملک چند ہیں در رکیت
 گرفتیم * اژدہا ست زان سوے
 چو بمشایم کمندے مودی از دست
 بگنت این و رزنده (۱) صدے جست
 سوے دیہال بر کردش اُلاغے
 ۹۲۵ بکو گامے کار داناں و تیغ زن مرد
 اگر چت ہار شد فیروززی از بخت
 پلہ پرفزار فرمای شو بدر گاہ
 دگر باک غرور در دماغ است
 چو تو دامن بمردی جست کردی
 ۹۳۰ بہر سوے کہ رفتن باعث دروے
 کہ ہارم خنجرے چون آتش و آب
 بدیں آتش کہ دارک رنگ د آہے

کہ شہر جستہ را زنجیر سازیم
 شدند از راه پاصح نکتہ راناں
 ہروں می داد و می شد چارہ سازے
 چو گرگان یوسف صوفی بر آشت
 بہاید کرد کارے سر بہنچار
 چہ باشد ہر اگرین نبودش دوست
 سرے را پیمش تر چون سر فرازم
 ز یک سر چون ہوں چندی نہایت
 من اژدہا کشمیزی تیغ چوں گوے
 نہ مردم گر نہ یزدن ہر کرا هست
 کہ یا سیرش بود باد صبا سست
 کہ رو چون باد سوے مود باغے
 نہی شاید فریب روز خود خورد +
 نہاید سر کشید از طاعت تفت
 زبان تیغ گن بر خویش کوتاہ
 ہماں ہادت زبان کاری فراغ است
 نغراہم تا چو دامن سست کردی
 بہ بیمنی رویم آنکہ پوی آن سوے
 کہ گشت است آب آتش اندری تاب
 بقا ہم روے تو گر تو فنا ہے

* ق: جہلا - اصل نسخے میں ایک لفظ لکھنے سے رہ گیا ہے - ن: کہ -

<p>بر آشت از دہائے لشکر آ شام کند چون استرہ سرد گریمبان کہ گاہ حملہ در شیران زند چنگ بدان بازوے خود را آہلن ہماقت شکالے زند مثل کافکان در نیل ز بہر مَرَدَن خون خون شود کور سزائے خویش بھلی بر سر خویش نضوردی از دلیران زخم شمشیر شناسی خویش را اندازۂ کار</p>	<p>چو بود این نعمتہ را حمل پیغام چو صوفی بہ کہ با ان ہم رگابان کہ روبہ دارن آن اندازۂ در جنگ ولے فلسے در سہ کان فزانیں یافت ز فیروز زئی نامردان بتاریل اگر گورے نماید خورز را زور اگر نگرہزی اے دعوے گر از پیش تو از آمادہ خوردن گشعۂ سیر چو در رزم ہز برافت نقد بار</p>
--	--

۹۳۵

۹۴۰

حکایت

<p>بہ دیہے پیشہ بود و صید گاہ گزر گاہش بکشت زعفران شد ہمی خورد و ہمی خندید باخویش بخندہ او ہمیشہ زہود دندان بخندہ ہر سگانش کرد کت باز چنین کن خندۂ گرمی توانی چو مکی خندہ زد بر قول کوفی کہ گفتی با سلیمان منطق الطیر کہ پر خون رسول نیست شمشیر</p>	<p>حدیث تو بدان ماند کہ گاہ خرے ناگہ ز آخر پر کران شد ازان نزل تلعم گامدش پیش جوان شیرہش ناگہ دید خندان ز بس خندہ و بازی زدش کار بعدش گفت شیراے ہمار جانی ملک کیں بدلاہ گفت از بہر صوفی پس انکہ پیکرا گفت اے سبک سیر دوبرہم خونت اما دایم از دیو</p>
---	--

۹۳۵

۹۵۰

ولیک آنکت چو بان این سو فرستاد
 تو ہر گدواں باری نام مردی
 ز صوفی خانیت چلداں ہون لاف
 خطاب صوفیت گد د فرا موش
 ۹۵۵ شون صوفی چو گلہ سخت کوشے
 بکار صوفیاں ہم خام کاری
 نہ صوفی تو آن ہندو پسندے
 بہاں ہم خون گدت عقلے تہام است
 مرا گنتی کہ چون در کین شتابی
 ۹۶۰ بر آشتی چو تو تیغ مرا تاب
 سخن ہایت کہ چون باہ بزاقت
 غزا چون فی المثل ناید ز غازی
 صہوری کن کہ رو آرم پسویت
 نہائی پشت ہے رو ہم چو منعم +
 ۹۶۵ چو من رو از دو سو چوں ذوالفقار
 تو لشکر ہا چہ بافی زہ شای
 گر آری صہ سہہ بستہ بیک مشت
 بہاں پشتے کہ چون آری بسوہم
 چو رویت را بھیں سان پشت دانم
 ۸۹۰ برویت دیدن ار چہ در نشینم

بگویش گائے سلامت دادہ ہر باد
 خطاب خویشت صوفی خاں چہ کردی
 کہ از من نذکری متحرابی صاف
 چوہم پیشم ز خلق خود کنونش
 ز خون خویشت رنگہی خرتہ پوشے
 کہ ہو حلوا مکس کشتن بیاری
 کہ از ہندوت زورت * نہ ز ہندے
 کہ برحق کیستہ ہر باطل کدام است
 بہ بینی رویم آنکہ روے یابی
 پیامت سوے من حشوہست در خواب
 مرا آہستہ می بینی از آنست
 کند ناچار کافر یا وہ بازی
 بگویم پاسخ تو ہم برویت
 چو رویت پشت گردد پیش منعم
 زہ ہر پشت چوں حیدر ندارم
 کہ رو شان پشت خواہم کرد آسان
 ہر کسی رو بروے و پشت ہر پشت
 ہمہ رو پشت گردی پیش رویم
 چگونہ روے تو دیدن توانم
 ترا چوں روے نبوک پس چہ بینم

بہ ہینم رویت آری لکمن انگاہ
 کنم بر روی تو گلگونہ خون
 بمن * ارچہ ہست آری کہ کار
 ہم اکدوں روئے ہشتہ رخت ریواں
 بہ ار ہوسہ سپہ روی سپہ را
 ترا کے ہشت آن باشہ کہ کیس
 منم آتش صفت روی از ہبہ سورے
 تو گر برے نہیدی رخسہ ہر میغ
 اگر وقتہ فکندی ہندے چنہ
 بدیں باز و ہفتکں در کسے دست
 بیا امروز تا فوہا کنم جنگ
 ہریں خوراک چوں ہنہ و پسندی
 ولے بر نیوہ نہ ہم ارچہ ملکی
 ہنہ راک فلماں ہم بہ ہندم
 چکویم بیہش از آن ناکوہ کارے
 دریں عالم چو تیغت بر سر آرم
 چو ندی کرد ہم چوں ہاں لفتاے
 ہماں قاصد فرستادن ہمی خواست
 نیارست آن نقب در خود فروغورہ
 چو بر ہونی رسدہ این باد پر زور

۹۷۵

۹۸۰

۹۸۵

۹۹۰

کہ در ہیجا بہنم تیغ کیس خواہ
 ز ہشتہ ہم کشم گلگونہ بیرون
 کہ خون خود ہست روی کار
 قباے ہشتہ رو ہوسہ گریواں
 کہ چوں تو ہشتہاں باشد سپہ را
 کہ کوئی کاہ رفتن روی من بیس
 نو ہم چوں خاک ہشتی † از ہمہ روی
 کجا کودی مصاف و کے زدی تیغ
 کہ پہلو گشتے از ہم پہلوے چند
 کہ دریک حملہ ہر خان ہفتکں ہست
 دنم روز جہاں بر چشم تو تنگ
 ہندازم سرت چوں چور ہندی
 کہ ہست آن ہم ہسان سر بلندی
 کہ بے میدے چناں کارے نکندم
 کہ سے ناخورد مانم در خواہے
 دران عالم شناسی حد دارم
 ہچنہانید سر ہم چوں درختے
 ولے چوں خشمش انزوں شد خرد کاسے
 بہ تیغ از تن * سر قاصد جدا کرد
 ازیں مصرعہ پریدن خواست چوں سور

<p>بسنگ خویشتن خود را نکہداشت حسن را و حسن ہم رفت از دست کہ گرگ کہنہ بکویزد ز ہاربان کزد بر اژدہایاں پلجہ را باز ہمی خواہد رساند شعلہ تا دور زہ مقراض را کے ہم چو دیہاست ز بانگ سرمے کے دم خورد شیر کہ شکست است صفہاے گراں را دم و دودے کہ با ما او ہواریم</p>	<p>و لیکن مصلحت را سنگ نگذاشت رسانید این حکایت ہوفی مست کمان این داشتند آن کامکاران ندانستند کان شیر کہوں ساز چو روشنی گشت شار کل مشعل نور * بخورد گفتند کایں مارا نہ رہیاست چہ ہر دہم سوزن پیش شمشیر چہ بلشانیم زین بانگ و دم آفر چو ما + ہاریم کس با خود در آریم</p>
--	--

حکایت

<p>مگر کشتے بصحرا کرد زالے براں شد باد کز دے ہو کلد گرد کہ از چشم خودش ہاراں ہم ریخت بگرہ کھت خود گریاں ہمی گشت رسیدش ز ابر رحمت شربت ناب چو گوش دلبران ز انہوہی در بخورد خوشہ بدخوشد دران کشت نعرسہدے ز بانگ و نعرۂ زال</p>	<p>بہاں ماند کہ اندر خشک سالے چو ابر از ریختن شد نا جوانہر نہ زال آبش چو غم خواران ہم ریخت دران بے توشکی زل اندران دشت ز بس زاری چو خون خوریش کرد آب بر آمد کھت و ہر یک خوشہ شدیر سر افزا اشتدے گردن فروہشت اگر چہ افغان زدے آتش بدنہال</p>
---	--

* ق - ر : مصرعے کے آخری دو لفظ اصل نسطہ میں تحریر نہیں ہیں - † ہاریم ' یعنی نا کام - یعنی اُسے ملانے میں نا کام رہے -

<p>غر نہاں دھلکے برساخت از چوب رسد زان کشت و دندان را گدگد کند مجو مارا بکشت خشک پالغز کہ دھلک داند او کوس گران را کہ گوی ناید از ده کوس در من</p>	<p>۱۰۱۰ ز بہر رافدانش زال افرواں کوہ چو دھلک زد کہ آن کوہانی چلد یغریاہ اشقرش گنت اے تہی مغز چہ ترسانی ز بانگ دھلک آن را زمانہ گرفت چندان کوس برسن</p>
<p>قبر مرم و مغیلاں انکبہن است چہ دور آدم بد کوے گران خوہ کہ پولائے نشد نرم از شوارے ہمیں اندھشہ غازی ملک بود کہ شوید کفر و کفران را بھک بار ہمیشہ بان پر بد خواہ فیروز</p>	<p>۱۰۱۵ حدیث ما بریں پر دل ہمیں است کنوں سا زیں نفس ہاے خس اذگیز ہمی باید بکریں کرد کارے بریں گرفتہ دران دلہاے پردود ولے در دل فہود آن را جز آن کار کسے را کھن قیمت شد خاطر افروز</p>

ہسوتے کار راتان و امیران نامہ غازی

کہ قطع کفر و کفران راشوندش یار و یاری گر

<p>۱۰۲۰ در افشانی بلوک خامہ کردن بیاد آرک + باآہلے کہ جو یند بوصف نامہ ہیں ز اول نمودار دروں پشت و دروں اسمیں † روے یمعجز ہم نوازاں ہم زرہ بان</p>	<p>نہ کم کارے است وصف نامہ کردن سخن گویے آنست گورا ہرچہ پویند* چو خواہد بودن اندر نامہ گذار چو باشد نامہ خامشے سخن گویے زبرے زد قلم داؤدی اوصاف</p>
--	---

* ق : گویند - † ن : آید - ‡ کذا ہے قطعا - نا مفہوم ق ر : دروں دان مسکن روے -

که دارد خیل لشکر حاشیه فیروز
از آن پیدایش نباشد رنج هیچش
دلش پر معنی و لب مهر بسته
و لیکن بسته لب با بسته و خام +
پر از شمع منور دود مانس
همیش گنجیده در بطنش خطا هم
گهی سر بسته و گاهی کشاده
چو بر پیشانی ما سر نهشته
چون را گویی از لب خط شد آواز
محاسن در درون + آ ر میده
که از بعد جدائی یافته وصل
رسد زو در سمو قلم از لهار
قلم بر باد و دریا زره باف
که بسته باد را محکم بر قجیر
و لیکن چار بندی هر یک بند
کشاده کاره بر بسته آن
به بند کافذ یلش بسته مانده
نهان گنجی اندر سپیده دارد
بمعنی بلبل و اندر نظر زغ
میان پیفته بر زاغش سخن گو است

اسیرے کار فرما در همه چیز
در اشکم گرچه باشه پیچ پیچش
درو بسته معانی * بسته بسته
کشاده لب بود با خاصه و عام
درونش دودمان فضل و دانش
دل او نلگ عرصه با عطا هم
باندک دود کس در سر قعاده
برو عنوان بشرح از هر سرشته
چو عنوانش بند گشته رقم ساز
برون بر لب ز خط سیمت دمیده
ز * وصل هجر در بد از پس فضل
صبر و خامه کس کس نشود دور
بسته دریائے علمش داده و صاف
سخن باد است و بین سخن قلم گیر
درون زنجیر و بدو اندک بند
عجب بند که کشور بسته آن
توانا گمش از ر بسته مانده
هر آن مورے که در آئینه دار
هر آن زافے که بنشسته درین باغ
سفید است و تنک چو پیفته پوست

۱۰۲۵

۱۰۳۰

۱۰۴۰

۱۰۴۵	زہ پوندہ کار فیستش ساز عجب تر آنکہ چون شد در پردن کہے صد طره بر عارض نشاندہ چو ظلمت کا ید اندر پردہ نور بوصف نامہ چون از مشک خامہ کنوں در نامہ مشک از خامہ بارم عبیر افشان اپن حرف معذب کہ چون شد شہہ شہہ حال شایع فہالے را کہ شد در دبدہ پرورد بباغ دہلی از خار جدائے فراہم گشت گردش ہندو دون درخت آسا ہجہ پکما ستاند سبک پاران ز قوم دوزخی اصل ملک قحطالدول چون حالہا گفت یعندی گشت چندین بندہ شاہ ز گنج و مال شد صد چیز خوردہ دگر آزادگان میر گشتہ مہیا ثلث مال و ربع مسکون یکہ را ماند اندر سر خمارے کنور، من نیز ازین ملکہ یکہ میر چہ کار آید مرا این خنجر تیو
۱۰۵۰	ولے در مغرب و مشرق بہ پر وار کشاید بال خود ہمد از رسیدن کہے با خط عارض باز خواندہ فشاندہ مشک تر بر صحن کافور معطر کردم اپن مشکین شامہ کہم مشکے کہ بہر نامہ دارم بریں سان باز کرد اپن نافہ را سر کہ طیب خلق شاہان گشت ضایع ازاں پورودہ خارے در جگر خوردن بہار ملک شد کندہ گیائے شجر ملعون و برگش نیو ملعون زسین را چون بفرغشہ بوسہ داند پہ پیوستند چون شاخ تر از وصل دل ہازی ملک در کہیں ہر آشد ہمی میر و ملک گشتہ بدرگاہ بمجلس دوستگاہی نہر خوردہ دران خدمت جوان سیر گشتہ سیاہ از شداد سمع بہرون کہ سر بازد برائے تاجدارے کہ زن گہرم سرانرا در زنا گیر کہ در کہیں شہش بازم بخورنہر
۱۰۵۵	
۱۰۶۰	
۱۰۶۵	

<p>نخواهم خون چندی شاهزاده بملوک و ملوک مملکت روی مواج کار هر یک باز دانم بکار آریم بازو هائے کاری که مانند یادگار اندر زمانه من و ششمین یوئان یار من بس نمودار درون را بیرون افشاند هم از قیغ من و هم از زبانم که کرد از زور خود فرس + مغلطه محمد شاه کو فرمان ده سلطه که شد زنده ز فامش نام ادیه که در کین خواهی شه کرد تقصیر که مانند پدر گرگبست در جنگ که عین الملک کشت از روی تهویر که هو یک تاجه بیرون رهرد از رای</p>	<p>نه نوشم خون گبران را چو باده نهم یارے نخست از رای کین جوے بهر یک ماجرای باز خوانم درین کارار گفتند دست یاری کنم آن کار زار اندر زمانه وگو نبود در ینم یاری از کس بکشت این و دیو خاص را خواند که بنویس آنچه بهرون می فشاند یکے از مولتان سوے مغلطی * دگر میروسیوستان پهلوی هلد دگر سرے ملک بهرام ادیه دگر بویک لکھی سامانه را میرو دگر بر مقطع جالور + هوشنگ دگر نامه سوے عالم ملک نیز بهک مضمون روان شد نامه هرجایه</p>
--	--

صفت نامه ملک بهرام

<p>که اهل داد و دیی را زر بود عون بر اهل کفر و کفران فشم او بیش کلیه را بکین بروے گسارد هموداند که دروے مصلحت چوست</p>	<p>سر نامه بلام خالق کون فشاند مومنان را رحمت خویش یکے را سر بهر عوننی بر آرد قهراکو دے دے در مرگو در زیست</p>
--	--

* ن : مغلطی - + ق و : فرش - + جالور و هوشنگ -

گهے پستی دهد گاهے بلندی
 بسوزد کفران بازیان + را
 که گردن دین احمد سخت بلمه
 و لے تیغ غرا بهر قلم بست
 غزا هم بهر در آئین او باد
 خبر داده مهان را زین سعادت
 درای بهر درک دین نهوده
 موافق بوده سلطان مهین را
 که بادا مشهدش هواره پر نور
 یکر بلده یرورن چسان بود
 شدی از دولتش هر سوه در باز
 ز مهرش آفتاب شد بر آمد
 گله بر قارک و دیبا بر افدام
 ولایت دار و لشکر کش همو کرد
 در آمد بخش از دروازه گوش
 چنان شد گونیا پیوسته خان بود
 ثبات قطب مستحکم شد بر اورنگ
 دل و دستش به پخشایش کشاده
 چو باران که خلی آید بفریاد
 شدند از سروری صاحب کلاهان

گهے پستی دهد گاهے بلندی
 دهد نصرت به هیجا غازیان را
 کند سد غزا مستحکم ز پولاد
 مستهد کو قلم بگزاشت از دست
 همیشه کار ما بادین او باد
 پس از ذکر حق و نعت رسالت
 بهر یک ساجراے کین نهوده
 کدای چون من حمایت کرده دین را
 سر شاهان علاءالدین مغفور
 نه پوشید است که پخشایش وجود
 هر آنکس کو کوم کودی نظر باز
 هر آن ذره کش از روزن در آمد
 ازو دیدیم مال و نعمت و کام
 بعد و جاه مارا خوش همو کرد
 غلای کش رسیده گوش بادوش
 دگر آزاده محتاج نان بود
 چو کرد آن سه بدرج خاکی آهنگ
 چو بود او هم شه وهم شاهزاده
 همی بارید پیوست از کف داد
 کسانی که چنان بخشیده شاهان

فرد آید بدیگر ملک داری
 سلیمان گشت در سر کرد پادے
 سلیمانی بدیوان عالم نقوان
 که یکشائوم بر نامردمان دست
 که مازد پادگار افدر زمانه
 ز روه تهن در وه حرف کرده

چرا شاید که این سرهای کاری
 بر آمد فاکه اهریمن نژادے
 بدین پیداد بودن شاد نقوان
 بیائند ار شما را مردسی هست
 کنیم آن توغ بازی درمیان
 بسے در نامه زیی ها صنف کرده

۱۱۰۵

۱۱۱۰

رفتن نامه ملک بهرام

که بهر کار تدبیرے کلد راست
 ملک بهرام اویه گر شود یار
 بس است آن مرد رزم آرای مارا
 طلب کرد و روان کرد آن طرف زود
 ملک را و نمود آن نقش خامه
 بهر و دوستی در سینه بنشانند
 موافق شد بسان شهید با شهر
 سلاح و ساز و گنج و لشکر آراست
 سپک سوزے ملک غازی روان کرد
 بدانش رای دو کاسل یکے شد
 به دو سلم ملک را و این خاقان
 بگویم شرط تعظیمش که چون کرد
 چو بخت مقبل استقبال کردش

چو شد نامه تمام و کاران خواست
 در اندیشید با خون کاندین کار
 بهر عزیے که باشند رائے مارا
 علی حیدر که مرد کار دان بود
 چو رفت آن کاردان و برد نامه
 ملک بهرام کان مشور بر خوانند
 بشهرینی در آن فرخنده تدبیر
 همه تدبیر کار خون بر آراست
 چو کرد آنچه از توانائی توان کرد
 رسد و با ملک در دل یکے شه
 تو پلداوی که گشت از هم وثاقان
 ملک تعظیمش از غایت فزون کرد
 نخست اسهد دل ز اقبال کردش

۱۱۱۵

۱۱۲۰

ز جاں با جان خود ہمسو گرفتیش
 ز جوش دل زباں را سوچ خون داد
 گوہ تاجے توان در سہلہ بستن
 ز بہرام فلک نبود ہواسم
 شد از دافش سخن را نکتہ پیوند
 نہ کار تست این بل کار دین است
 عقائدہ کوئی از دین است بے زار
 کہ بود ازوے علائے دین احمد
 نہ غم خوار رسہ در دین شہانے
 بر ایشان رفت دشمن دارئی سخت
 خستہ گشت بر مسند خداوند
 مطیع بیدارے چلد با او
 کشیدہ برگ بہد از شاخ بہدین
 بکشتند آن ہمہ دین پرورانی را
 ز چہرت چوں صدف شد گوشہ من باز
 کہ چون آن شعلہ را ہلشانم از پھش
 کہ بہرامی کند در صہد این گور
 چو بیدارے ندیدم خواب کردم
 کہ سر ہو کرد ناکہ بختم از خواب
 شدم در قعر آن دریا چو غواص
 نہ در اندازہ درج دل خویشت

پس از مہر وفا در بر گرفتیش
 حدیث از کھنہ شاہان برون داد
 کہ من خواہم کمر در کھنہ بستن
 ملک بہرام چون آمد بیاسم
 ملک بہرام دانائے خردمند
 کہ چون کار تو در تیمار دین است
 کسے کز بہر دین نبود ترا یار
 خصوصاً کز علاءالدین محمد
 نماند از بہر دین را پاسمانے
 کہ از میدان بے دیلمان بد بخت
 پس از تدبیر کافر نعمتے چلد
 برہمن بود پائے چند با او
 بغرمانش رواں شد چلد بے دین
 در انگند سرہائے سراں را
 چو زمین آوازہ در گوشہ شد آواز
 ہمی پختہ ز سوز سہلہ با خویش
 نمی یہلم بپازوئے کس این زور
 بہر سوئے کہ دل پرتاب کردم
 دلم زمین خواب ناخوش بود در تاب
 بدستم داد دولت نامہ خاص
 گہرہائے کرم دیدم ز حد بیہش

۱۱۲۵

۱۱۳۰

۱۱۳۵

۱۱۴۰

دبیر گوهر افشان خامه رانده ۱۱۴
 نموده حال آن در های شاهى
 ز چشم زین گسست در شهوار
 ز بهر آمدن چون بود فرسان
 ز و هم خون فرس را گام دادم
 رسد هم ایمنک از دیده نه از پای ۱۱۵
 درین کوشش چو از جان هست باکف
 بچنان کوشم و دین را مایه سازیم
 زمین کز خون آن شاهان جگر پست
 برآی هر جگر گوشه ز دشمن
 ز نهم آن تیر کز هر گوشه دل ۱۱۶
 هفتوز اندر جگر پنهان بکاهیم
 بهر گنده نمک دشنه نشانوم
 که چون مهمان رسند اینجا گلاغان
 عجب نبود که زان خونهای ناپاک
 سرا کاهوش خون بے شکے گشت ۱۱۷
 و گر صد جان و صد دل باشدم یار

چو باران ز ابر نهسان در فشانده
 که شد از گوش مه در گوش ساهی
 گسست ساک لولو شد پرخسار
 بدل شد جهنم دردش بدو مان
 صبا را پای سرعت وام دادم
 که از دیده کدم هر چیت بود رای
 نه جان ما به است از جان پاکت
 سنانها را ز خون پهرایه سازیم
 ز خون باید جگرهای دگر بست
 جگر بیرون کشیم از گوشه قن
 جگر گوشه شود هر پاره دل
 که عذر یک جگر گوشه بخواهیم
 جگر زو با نهک بیرون فشانیم
 کباب پر فوک یابند زافان
 نقد زانغ و زغن را دل بسوزاک
 بخون گرم دل با دل یکے گشت
 همه بهر تو در بازم درون کار

*

بصد جان داد در یک جاننش آرام
 فتادش هم بران قول استواری

چو دید این یک دلی پر دل ز بهرام
 نکرد اندر و نهفته خواستکاری

قهر و قتل مغلطی ملتان

بسوے مهر ملتان مهل در مهل
 سیه رو شد چو چشم از سرمه تر
 برون زد دیده درخشم از مغاکی
 پس از دل فاسه را پاسخ طلب کرد
 نه از ما بهتر است از اشکر و ساز
 که از ملتان ده دیو پال پور است
 بهاروے دگر کے باشد ای زور
 ضرورت پیش او باید کرد بسمت
 ستمگر سخت با او چون توان سخت
 بدنجان و بناخن کندن کوه
 صف مور از دیش به دور صد مهل
 کز اقبالش بگردون سر کشدم
 سپاهی نیز چون بان بوانه
 چغییدن با بزرگی کار من دوست
 تھی دل چون بغه روزی کلد کار
 مرا هم دای من بس کار فرمای
 نشد غازی ملک را در فزا یار
 هلاک نعمان خوبهستن سهل
 هلا بیدار کشت و عافیت خفت
 شد از غازی ملک رمز نهانی

چورفت آن سوره در کاغذ به تعجب
 مغلطی سوره گون گشت از تکر
 بمقصد تهو دهد از خشم ناک
 بتلخی زهر خندی زیر لب کرد
 به پاسخ گفت گل مود سراندار
 ازو تا ما بمیری فرق دور است
 چو من نادم که با دهلای کتم شور
 چو مارا نیست نهرو باز بر دست
 کسے کوشاه گشت و رفت بر تخت
 نه دانائی بود بے جمعه انموه
 بزور خویشتن کو شد پهل با پهل
 من ار چه بلده شاه شهیدم
 ولایع دارم و مال و خزانه
 ولے چون لشکر من یار من نیست
 هم از دل نیستم چون فهورزم یار
 نه ام من با کسے یار اندرین دای
 مغلطی چون ز جان نا وفا دار
 گرفت از بهم جان و دای پر چهل
 زمانه لاجرم بروے در آشد
 سوے فرماندهان مولتانی

۱۱۶۵

۱۱۷۰

۱۱۷۵

۱۱۸۰

چو بہرام سراج آن کردہ روشن
 بہ لشکر ہائے ملتان کرد اشارت
 سراں در قبضہ خویش آوردندش
 سپاہ آمد فراہم تا پہاڑے
 چو آن گلدہ نمک دید آن چنان شور
 ہر زن بود کمر بر زن بدوں جست
 زنزدیکان کسے با او نہ شد یار
 سواران در پس او پھش می رفت
 درہن تگ مرکب موچی سر آمد
 صہبک ہم در فتادان قلند پر خاست
 براہش بود زالے بھوہ حالے
 نمودند از عقب فوجے تھمتن
 گرفتند و بزورش بلند کردند
 ازاں پس بہشتور زان بردہ بستند
 مغلطی رفت و در جویے در افتاد
 بہیں جوئے ز راوی تا بچھام
 دواں ایام کز در گاہ سلطان
 بسے بلدیان خھر افگند ہر سوئے
 نماز ہید کہ را مسجدے ساخت
 فرشتہ نعرہ زد چوں دیدش از دور
 سواران در رسدندش بد نیال

۱۱۸

۱۱۹

۱۱۹

۱۲۰

صلح کار ہر خوف ساخت جوشن
 کہ ہر مہر بزرگ آرند غارت
 گرفتہ ہر ملک غازی ہرندش
 کند نطع مغلطی چوں مغل طے
 شدش دل چوں نمک در آب بے زور
 چو موش خانہ کز روزن بدوں جست
 مگر موچی کہ بود آگاہ ازہیں کار
 تلمش باخویش و جان بے خویش می رفت
 سوار و مرکب از پا اندر آمد
 دران افتاد کی جان را قہر خواست
 دروں شد دستے در کھنج زالے
 کمان دستم و ہاران بہون
 رقبہش زور مندے چمک کردند
 بدنیال مغلطی در نشستند
 کش از غازی ملک بود است بقیاد
 چو قلیزم در حد کھلان و دیلم
 شد این غازی مالک مقطع بملتان
 بلایے مسجد و حفر بسے جوئے
 کہ سوتا مسجد عیسی ہرا فراخت
 کہ فردوس است این یا بہت معمور
 روزنہ سر کم و جوہدہ قتال

۱۲۰۵	فرضی القصہ چوں در شک منقلب در آمد پور بہرام سراجش قوی مردے بود با زہرۂ شور کسے کو تاب نارد سایہ مرغ	دراں جو کو ملک بود آب دروے سر افکند و ندید اندر لجاجش کہ نمود زارہش در زہر شمشور بلرزہ سایہ وار از سایۂ قلع
------	--	--

قصہ حال سیر سیوستان

۱۲۱۰	چو نامہ سوے سیوستان گزر کرد محمد شاہ لہ کاتبجہ سری داشت ملک کو لشکر آنت سمالش نہی روہون چون افغان جنگی کہ سرداران گزندش کردہ بودند چو از غازی ملک شد لوح خاصش کسان کلدر قفس مہداشتندش ہروں آمد ز قلعہ مہر محبوس علم بالا کشہد و لشکر آراست بقاصد گفت گویا سرور عصر رسہدم من ہم اینک گرم پوہاں چو قاصد باز پس شد مہل در مہل کہ * بہنوہست آن سپہدار ملک را نامد از تقصیر او رنج	خبر کرد و ملک را بے خبر کرد دراں خشکی و تری پر تری داشت چو سوے لہ پردہشاں ہون حالش ولے ہم چون کلاہ لہ بہ تنگی دروں قلعہ بلدہی کردہ بودند ہماں خط گشت تعویذ خلاصہ چو خواندند آن رقم بگواشتندش چو کذبشک از قفس و از دام طاؤس بممشور ملک غازی سر آر است کہ بادا یار تو فہروزی و نصر بدان فتحت مہارکباد گویاں رواں گشت ہم او اما لے بہ تعجیل رسہد اما پس از آراش کار نوازش کرد و دادہی خلعت و گلج
------	--	--

برو کرد آنچه بخشایش توان کرد	سوے اقطاع اجمهرش روان کرد
*	
چو بر هوشنگ رفت آن بخت راز	شد او هم در دل خون حمله پرداز
نه انکار و نه کرد از * سر هوش	نه بهر جلبش آمد گرم در جوش
زبانی گفت کاینک می رسم تند	ولے پایے هزیمت در دلش گند
دو سه بارش دگر خواندش سپه دار	نگشت اقبالش اندر آمدش یار
رسید او هم ولے بعد از ده و گهر	چو بے تدبیر کار آراست تقدیر
برو نهز از معایه + نکته کم بود	همه بخشایش و لطف و گرم بود
گشتد رنجبه نهوشده خهالش	بعشریف گرم پوشیده حالش
بصد + انداز پروازش فرستاد	سوئے اقطاع خود باز فرستاد

جاذب عین ملک نامه خاص

سوئے عالم ملک هم در نهانی	بمضمون دگر شد نکته رانی
که اے دانا بفضل و دانش و رای	خود را بوده دایم کار فرمای
هم از بهر قام خنجر کشیده	هم از زخم قام خنجر بریده
هزارین گونه وز بخت برو مند	شہت برکشورے کرده خداوند
دیار مالوہ نورش جهانے	بدور شه تو بر وے حکم والے
تو عین الملک و در تو دیدہ شاه	چنان دیدہ که چشم مهر در ماه
اچون انعام و دھار اقطاع خاصیت	ز خاصان دگر بهش اختصاصیت
بگرم خود که با آن دانش و هوش	گند کس نعمت را چون فراموش

کشايد عقدہ اسلام را ہند
شہ و شہزادہ را خونہ بریزد
کئی از خامی اندر کیلہ تقصیر
کجا رفت آن نوزہی ہائے درگاہ
رود از تختہ بازار بر تفت
فرود آری بہ ہلکہ زادہ سر
رضا در کفر و کفران چون توان داد
سوے دین محمد راہ داری
کمر بستہ بکین چون میم احمد
بدلہا تیر و در جانہا سناں شو
مخالف ہم ز سہم ماکورد تیر
بشہری خون شای شوئیم از آن خاک
اگر خواہی رسدین ہاں بوس رود
مراد تست و روزی هست می باہی

*

خجالت بر خجالت در دلش زد
سوے غازی ملک گردد شتابان
سوے یاران بد بدرائے ماند
و لہکن دست بودہں در تہ سلک
ز نامہ با حسن گفتار فرود

بدان راضی شود کز ہنوعہ چند
لقطے * کبر و کبرے چند خیزد
تو مردے ہوش مند و پختہ تدبیر
کجا رفت آن حقوق خدمت شاہ
کہ از رأیت غلای پاشنا سخت
پسندد علم و فضلست کز پے زر
گرفتہ کان بسیم و زر کہ جان داد
اگر مہر محمد شاہ داری
من اینک از پٹے آل محمد
بیابا من بکوشش ہم علان شو
چو ما باہم شویم از تیغ و تدبیر
جگر ہائے کہ گشتہ از سماں چاک
نمودیم آنچه مارا در نہی بود
وگر نائی و داری غور پر خاہی

چو پیک این نامہ مہن الملک را داد
نہ روے آن کہ در کوہ و بیابان
نہ راے آن کہ ہم بر جای ماند
سوے غازی ملک می خواست آہنگ
ضرورت مصلحت را کار فرمود

که بر اخلاص آن خس حسن هن برد
وزان پهنش ملک غازی خبر کرد
چنانش در داک اندیشه در دای
مگر عالم ملک زین سو نهک در دای
شرف گردد بدو زان خانه همدای
بزان برحیث هر مو خوشه کردن

کشاد آن نامه و پیش حسن برد
فوسعاده بوفتن پائے بر کرد
شد از دمه دل از دای لشکر آرائے
که قاصد بار دیگر پدید آن سوئے
گر آمد مشغولی در خانه ماه
درین سو قوس او را گوشه کردن

۱۲۶۰

گفت دیگر بسوی عین الملک

رسید و کار دان را داد مشهور
چو چشم از درد آب از دیدها برد
ملک را یلددگی کو و پس این کو
بعون ایون دو رویه تهن در سخت
که زین غوغا فرس بیرون جهانم
که از ایمان و دین بیزار گردم
به از تسلیم شان بودن عمل نیست
سلامت یار خود کردم به تسلیم
سر خود گهرم از پوش سمنند
نباشم یار و نه یاری نمایم
من و خدمت به پوش شاه غازی
وگر خواهد که خون ریون بمهرم

دگر ره قاصدے چون باد مستور
چو عین الملک دید آن حوت پردرد
بقاصد گفت ازین جا باز پس پورے
که آخر من مسلمانم بده پشت
بجهد خویش هم در بلد آدم
ز دل با هلقوان چون یار کردم
ولی بیرون شدن را چون محل نهست
ضرورت مالد ام ایلیک بصد بهم
چو پیدا گردد اعلام بلندد
ز اهل کفر بیزاری نمایم
چو یکسو کرده این شمشیر بازی
اگر جان بخشدم ملت پزیرم

۱۲۶۵

۱۲۷۰

۱۲۷۵

<p>ملک نے نرم گشت و نے بر آشفت که تا فردا چه پدش آید و تقدیر</p>	<p>چو قاصد باز شد این ماجرا گفت بدیگر چاره شد مشغول تدبیر</p>
<p>نامه بر یک لکھی و قصه او</p>	
<p>ز بے سامانی خود شد سبک میر بسان حرف نامه تهره در ماند چو تسلمات نامه در حواشی نه بهر قلع کفر آزرش آمد رگ گهریش ز ناز نهان بود بخون گرم هم بادیں بشد وصل لکام خلعت مطلق عنان بکوری خورده از شامع ناله که کووی را بدیده سوره کرده رسیده مرغ † از سنگ چنان زشت که اندر دوغ شد سبست سفیدش بگردن چرم خاش در کشیده کشیده خام حلق از حلق خاش ولایت ها بزرگ و بے کراں هم خروچه کرد با جهمه یریشاں</p>	<p>مخالف یک لکھی سامانه را مهر چو حرف نامه را مقصود فرو خواند * کراں حسب از سلامت جوشه نه از کنران نعمت شورش آمد چو هلدو بود و در دل گهرساں بود چو اول گشت مقطوع پناه اصل شبهه کو کرد یکسو از دو دانش چکیده † از دو الگ جفتوانه چنان کورانان فان در فاقه خورده بسه کنجشک رانده بر سر گشت نخورده مسکه جز نان امیدش ز فار کفر برکش § برکشیده چو شه در بلدگی کرده فلاش بزرگی داده و شغل گراں هم چو هلدو زاده هم جلس ایشان</p>
<p>* کذا - پہلا ٹکڑا غالباً "کراں جست از سلامت" ہے لیکن آخری لفظ نہیں پڑھا جاتا -</p> <p>† کذا - نامعلوم - ‡ ن : مرغ سنگ از - § ک : برگش -</p>	<p>۱۲۸۰ ۱۲۸۵ ۱۲۹۰</p>

بصد تعظم شد فرمان بر او
 ندید این گای خس از رآے تہہ کرد
 چلن ہر دیدہ ہاے ملک شد خار
 چو از فازی ملک شد نامہ سوبش
 فرستاد آن ہماہوں نامہ را زود
 باخلاص حسن حسن رضا جست
 حسن را چوں یزید وقت خود یافت
 خود آن بد بخت بود ازخوے بدساز
 تہی لطفے چو آب نہم کوزہ
 بہ بے مہری چو قصابان بد چہر
 ہمہ خوں ریختے چوں بادۂ ناب
 کسے کش پیش کردے خد متش پیش
 زہم چوب و د شلام زبانہں
 چو چاکر بہر تان را پے فشردے
 زخمش لشکرے در بے نواگی
 چو از فازی ملک بروے رقم رفت
 چو باچنداں جفا کدرافش ہم شد
 زمانہ لا جرم بروے بر آشفت
 شکستہ چوں زرم شاہ فازی
 ہسامانہ رسد و خواست زان جاے
 کہ نا گاہاں برو شہرے خبر کرد

۱۲۹۵

۳۰۰

۱۳۰۵

۱۳۱۰

ز سردیا کرد و آمد بر در او
 چلن با قرة العیلمان شہ کرد
 وے آن خار بلا را تہزی کار
 سہہ شد چوں سواک نامہ رویش
 براں ہوے کہ بر بازاں نہ بخشود
 پلماہ جانن را عون از قضا جست
 ز اولاد محمد روے بر تانفت
 در جو دو ستم کردہ بسے باز
 ترش روئے چو دوغ ہلت روزہ
 بخشوں ریزی چو جلا دای بے مہر
 کرم بودے گر از کس ریختے آب
 چو رفتے پیش خوردے ضربتش پیش
 کرا زہرا کہ گہر د نام نانش
 ندادے نان و آبش ہم ببردے
 بجای ہم شہری وہم دوستائی
 ازو سوے ملک فازی حشم رفت
 ز بہرہں فعلتہ با فعلہ ضم شد
 برو ہم شہری وہم لشکر آشفت
 خلاصے ساخت باصد حیلہ سازی
 عزیزمت را کلد سوے حسن راے
 ہمہ تلدیش را زیر و زبر کرد

<p>۱۳۱۵</p> <p>در آمد خض و عامه بے مدارا چلین باشد چو پرنی را جزائوست</p> <p>بکشتلندی بشمشیر آشکارا بقدر پشه هر کس را سزائوست</p>	
<p>حدیث خوابهای سرور بیدار دل وانکه شده تعبیر خواب یوسف اندر هر یک مضمون</p>	
<p>۱۳۲۰</p> <p>که بیدار است پاس گشورے را بون هر موی او بیدار دولت نخستین آن که دولت یار باشد درآمد خواب یوسف در خیالش گه سهاره بوسد پیچی او خاک کار اسام نبوت هست قسمی که خوابی بوند اندر کار خون راست نمون آن خواب بیداریش در چشم نمودی خواب کاکه گشت از آن بهر هم از بیداری بخت و این خواب بپاس دهن چو بیداران کمر بست فسونے جانب یاران فوستان نهاد مار کز در رخلة راست بکار خویشتن پیچید چو مار ز دل بهروز نشاندن خواست سوز فبار دل بآب دیده می شست</p>	<p>۱۳۲۵</p> <p>ز بیداری بخت آن سرے را کسی کو راست موی کار دولت چو دولت یار هر بیدار باشد درآمد خواب بعد از ماه و سالش که آویزد مہش در ذیل فقرات نه بوند خواب خوش جز پاک جسمی ملک را چون دل بیدار می خواست فرشته کو صحت خواب آرای هر چشم که هر چه او را به بیداری کند دهر شده ستم من خنقه درونی باب که آن بیدار دهن را دیده چون بسند بسی فاسد به بسهاراں فرستاد ولے چو مار گردون نعل می خواست از آن بیهک و ناهمواری کار چو درماند اندرین اندیشه روزے پسے خاصان و خویشتان را درون جسم</p> <p>۱۳۳۰</p>

ہمی گفت از قاسف آب در چشم
 مرا زور اندک و بارے ز حد بھی
 ز یک دیو پالپور و خیل یک مهر
 صلم با قلب دہلی چوں ستیزد
 سوار اندر قلم رانندہ تیغ
 بو ایشان کے توان خنجر رواں کرد
 بدانائی نباشد نسبت آن را
 گلستان را ز شاہین شکاری
 وگر سوے روہم آن خود نہ مرد بیست
 ستیزے درمہاں ہمی معکم افتاد
 رہائی را چہ ساں سازیم تدبیر
 یکے تہمار مستورات و فرزند
 ندانم چوں شون پامان این کار
 بگفت این و دیگر رہ دہدہ تر کرد
 ہمہ گشتند آب از دہدہ باران
 پس افکہ با ملک گفتد گریہاں
 چہ کار آمد ازہی پس عمر مارا
 دو دہشت تہرا کا زخشم و کھی ریخت
 چوپیش از خوں دیت بر ما نشانہی
 تو داری بالحقیت بہر حق جہد
 چو عمر ما تروی و جان ما تو

۱۳۳۵

۱۳۴۰

۱۳۴۵

۱۳۵۰

کہ ہم نگذاشت مارا خواب در چشم
 چگونہ خمزد این بارمنی از بھی
 چہ خمزد کو تو ہر دم رستمے گھر
 صبا پر آسمان چوں گرد بہزد
 دولک بھی است با ہم بستہ چوں میغ
 بقطرہ خرچ دریا چوں توان کرد
 کہ از سوزن کند کوہ گران را
 چہ باک از ناید از پوہندہ ہاری
 نہ کار سرخ رویان روئے زرد بیست
 کہ تہر از شست رفت اما کم افتاد
 گریوہ پست و سہاب آسمان گھر
 دگر اندیشہ بہر خویش و پیوند
 صلاح ما خدا آرد پدیدار
 چنانکہ آن گویہ در یاران اثر کرد
 چہ ز افسوس و چہ از افسوس خواران
 کہ اے سوز تو مارا کردہ بریاں
 کہ بہوت جان نیازیم آشکارا
 بہاے خون ما در ثمنیں و بیعت
 نشستیم از ہمہ در خون گھانندی
 دریں ما با تو ہم پیمان و ہم عہد
 بچلیدیں جان یکے گشتیم بانو

<p>که فتح غیب بیش از لشکر بیش بهاید خار خار خود ز دل رفت که هم فیروز سلطه هم سپه دار بود لابد ز تو اندیشه ملکی بعزید بهر شهسیر خطر ناک غرائز جوشن عصمت غری بس که کس زنده گزارد ازدها را ز بوم شهر بر شهر انگند تیر کباب از بزم جوید زان خراب است سلامت یار تست او هم بوانگیز ملک هم داشت زین گرسی شارے و بس اندیشه خوردے نهز کم کرد</p>	<p>دل خود بر خدا بند و مهندیش چو می دانی نه بنده هر چه می گفت چو پهدا گشتی و پهدا است در کار بلندان را بر اورنگ بلند می وران سرکش که سرها را بود باک سلمان بر پر دل اندازد همه کس تو هستی ازدها این نهست یارا کشد ترک از برای طعمه نخچهر نه گشتن گرک را بهر کباب است چو درگازت سلامت هست بر خیز بدین سان هر کس می پخت گارے همه روز اندرین تهها ر غم خورد</p>
---	--

خواب غازی ملک بدیدن پور

<p>ستاره چاهر شب را بر آراست بطاعت بر مصالحه رضا دست نهاز بندگی را یار خود ساخت داش بر آسمان و تن به پستی که هم در سجده تا که آمدش خواب چو رائے خویشتن درشن فموردے</p>	<p>چو شب زاکسون مشکین بستر آراست زال پاک جست و دست و پا شست تعبد پهلشوائے کار خود ساخت همه شب داشت دو در حق پرستی بستجده گریه می کرد سدراب دران خواب مبارک دید پورے</p>
--	---

بمعنی چون مسهکتا فرع اناس
 ملا یک نور ازو درخواست کرده
 پس انکاهش به یزدان کرد تسلم
 ز فیروزبخت یا بد نیلگون سطح
 فزون ز اندیشه گامت حاصل آمد
 شوی بر تاج شاهان در مکنون
 که خواهی شد چوتیف خود جهانگیر
 خطاب آورد شاه * راستینش
 امیدهای مست گشت و بخت هشیار
 خهال دیده پیش دیده بر خواند
 که خوش گشتند ازین فخر روزی فال
 هم این گوهر سپرد از معدن خویش
 چو بخت خویش بهدار از چنوب خواب
 ز شادی خواب شان از سر برون رفت
 همه شب بیدگی می کرد تا روز

بصورت نسخته ا ز خضر و الیاس
 ز نور الهه معاصران است کرده
 در آمد با ملک فازی به تظلم
 پیوزش گفتش اے دیباچه فتح
 بسهل اندیشه کم در دل آمد
 بشارت می دهم کا ملک هم اکنون
 برون کش تیغ و قدرت بمن ز تقدیر
 چو زین مرده گوان کرد آستینش
 چو زین خواب اندر آمد مرد بیدار
 ملک فخرالدول را در نظر خواند
 بخویشان دیگر هم گشت ازین حال
 بدیگر متخلصان دولت اندیش
 همه گشتند باجان + مارب یاب
 بدین خوابی که در دایها درون رفت
 بشکر این نمایش مرد فخر روز

۱۳۷۵

۱۳۸۰

۱۳۸۵

خواب فازی ملک که دید سه ساه

همایون گشته از وے چتر گردون
 بگردون چتر زریں بر کشیده
 جهان را رنگ اعلام خلافت

شبه چون چتر سلطان همایون
 همه کامل بانجم سر کشیده
 نهوده سطح زنگاری مسافت

۱۳۹۰

سواد شب که شد بر تخت روز
فلک بر رونے ظلمت ریخته نور
در خشان گهته انجم در سیاهی
شهاب افذر کشوده تهر بارمک
هوائے چوں مزاج غافل خوش
ز اسباب طرب غم گهته گم نام
جهان آسوده چوں قول حکومان
درین شب مملکت گهر ظفر یاب
وے اندر خواب و دولت پاسبانش
نمودندش چندان در خواب امهد
درخشان سه مه روشن بر آمد
یکه چوں چتر زر بالای تارک
ز تپ آن سه ماه کامل النور
چو خواب اندر سر آمد صاحب بضمه
ملک فخرالدول را خواند در پھش
نخست آئین تعمیرے که خود کرد
که این سه ماه سه چتر بلند است
چو سب دیدستم این خواب مبارک
دو دیگر کو دو دوشم پر تو افکند
ملک را گامد این تعبیر در گفت
ملک فخرالدول نه از سر هوش

۱۳۹۵

۱۴۰۰

۱۴۰۵

۱۴۱۰

بهاضی کرده مهتاب شب امروز
چو بر فری معبر گرد کافور
چو مروارید تر در گوش ماهی
بریده روشن از دیوان تاریک
چو فعل مائل آفاق دلکش
چو فاکسی ز کار افزائی کام
نشاط آماده چوں بدل کریمان
بزاخت داشت سر بر بالش خواب
دل بهدار در پاس جهانص
که بر بالائے این تا بلده خورشید
که هر یک از دگر روشن تر آمد
دو بر بالای دو دوش مبارک
سه ماهه ده شب از عام شده دور
زک از همت بپام آسمان نخت
که پیش دیده گوید دیده خویش
بلور رای و آهن خرد کرد
که سه فرق سراں زان ارجمند است
مرا باشد یکم بالای تارک
فشاند سایه بر فرق دو فرزند
شد امهد دلش با کام دل جفت
بدین تعبیر دادش مژده در گوش

ہوئے سہ چتر والا زہور ملک
کہ چتر ملک خواہد بہرت آراست
کہ ایں سہ چتر تسست اندر نہودار
ہر اکھل ہمایوں سایہ بانی
کند آرایش اورنگ بارت
کہ تو یک تن سہ شاہ کام گاری
بدیگر سر نشاید چتر ہر پائے
کہ زیر چترت آساید زمانہ

کہ شاہان را قرار افسر ملک
چو چتر آسہانی دارک این خواست
نمودند سہ سہ فرخ آثار
کند زانہا یکے در کاسرانی
در دیگر در پھون و در ہسارت
ترا زہود سہ چتر ملک داری
ہوئے تا یک سر والات ہر جائے
سوت پائندہ ہادا جاردانہ

۱۴۱۵

خواب فازی عصر و دیدن باغ

کہ کوئی ہست در بستان گلزار
ہآب زندگانی روئے شستہ
تہش سبزه چو خط ہر روئے خوبی
صبا پورا ملش نا گشتہ گستاخ
چو گلگشت صبا در بوستانہا
روئے از خلقتش نسیم تازہ می داد
کند تا خواب خوئے را گشتن آواز
بدو گفت اے بہ بیداری جہانگیر
حریم ملک تسست و فیست این لغ
خبر می گوید از کارت پیاپے
نہ ہر شاخ توت ہلکام بار است

دگر رہ خواب دید از بخت بیدار
دران بستان درختل نہم رستہ
تر و تازہ ہسان شاخ طوبی
شگفتہ صد ہزاران گل بہر شاخ
ملک فازی بگلگشت اندر انہا
گل ار چہ ہوئے بے اندازہ می داد
چو کوک از خواب چشم دور بہن باز
در آمد بخت بیدارش بہ تعبہر
تو ہر خواب انکہ گلشن دیدی و باغ
درخت نہم رستہ ہر یک از روئے
کت از دولت ہمہا نیم کار است

۱۴۲۰

۱۴۲۵

۱۴۳۰

هفتوز یک گل از صد ذاشگفته است
شود پر میوه و گل نو بهارت
رون با شاخها از سدره بالا
بگیرد این فال و خواهد هم چلین بود

گل ارچه صد هزارانمی نهفته است
هم اکنون در رسد هلمام بارت
درخت قدر تو ز اقبال والا
بر دولت خوری در کام خود زون

بچنگ آوردن غازی ملک پس ملک را دادن
هرانچه از مولتان بهر حسن می رفت اسب و زر

۱۳۳۵

که بستاند به نیرو غارت از شهر
بکالای زبردستان زند دست
درختان را برن سیلے که قند اسمی
پلمک آن هر دو یکجا کرد نخبیر
ستاره گنج ز اژدر مهره از مار
ز چابک غارت از تازک عبارت
نیارد حمله سوه باشه دراج
که باشد ماکیان کاید بد فبال
که از دندان شیران خورد روزی
نه تا آن حد که کین بر جره رانند
بران پشمین همه مویش بموید
نسون بر اژدها کاری نیاید
خزینہ کے پرد ز افراسیای

بماید مرد را بازوے شمشیر
زبردست آن بود کز قوت دست *
خسے + روید ز راه آیه که کند است
سگے بوزغاله را شد زبون گهر
کرا زهره که بے آسهب و آزار
چو از تازک رسد چابک بغارت
ز ترک افتاد صف هندو بتاراج
چو از طاقوس و بط شاهین کلد مال +
کم از راغے مشو در کهنه توژی
خروسان یکدگر مستحکم ستانند
بڑے کو سر زدن با گوگ جوید
متاع قادر از زاری نیاید
بعندی نارد از دستم شعای

۱۳۳۶

۱۳۳۷

* ک : شمس یعنی نشانه - † ن : روید -

‡ ق - ر : بال -

هومین و متاع آن توان گو چوئی از کس
 هومین کار از روی و زان کار رانی
 چو او را هم شد در کونه خواهی
 پناهچه در طریقی کار ی بود
 خبر بر می رسد از شیب و بالا
 رسیدی نا که آگاهی در آن حال
 خبر گفتند کاهک می رسد نه
 و ملتان می رود اسپ و خزاین
 تگور هر یک چو باد شب کهر
 خزینه نیز مال موصی ساد
 ز شیب این سو فتوحه دارد آهنگ
 هشم را باشد از روی خروج و داخل
 ملک فرمود تازان سو شتابند
 درویدند آن طرف فرمان پوزوران
 و سهندند و گرفتند آن زر و مال
 فتحه آمده با آمد کار
 ملک فال مبارک داشت آن را
 امارت کرد کان گنج خدا داد
 مللداران بکار زر نشستند
 فرمان می رسد آن مایه کار
 قوی دل شد هشم زان بخشش هر

۱۴۵۰

۱۴۵۵

۱۴۶۰

۱۴۶۵

جز از غازی ملک در یابی و پس
 بگویم ماجرای تا بدانی
 که جوید کین جوهر لایعاهی
 پیاس کار خود بهداری می بود
 نهاده دل بفضل حق تعالی
 که کار فتح میمون گوددای فال
 متاع پس گردان بار و سبک خیز
 سوز خسرو که شد میر مداین
 همه تیزی تیز آهنگ چو قیر
 نه کمتر ز آنچه باشد غیبه هلد
 اگر غازی ملک هر روی زند چنگ
 که مرفان را رسید آساده نظای
 خدا آورده را باز یابند
 درس غارت کنان و گنج گیران
 همان گیتی نوردان زمیں مال
 رسانیدند در پوش سوه دار
 فتح اولهن فتح جهان را
 همدی تا شود خلق خدا شاد
 در استغراق لشکر هر نشستند
 بهر کس تا شود پیروایه کار
 چو محتاج از مراد و سفاس از در

۱۴۷۰ همه کس مهل کالای گردان کرد

یکه هرکب خرید از بهر پرداخت

یکه شد کار خیره را طلب کار

یکه بکشاد نقدی بهر عقدی

یکه داد آرزوی دل بخرهش

۱۴۷۵ همه دیو دال دور از روح و رونق

بلای زینسان ست گیتی را نمودار

در آمد هر کجا سامان در آمد

بعضی از کیسه پر خوب حالهست

ولی گو کار خود گردان توان یافت

۱۴۸۰ چو از مهر بود کبوتر نوازی

ز باران چو رسد به جستجو آب

کسی دارد ز مردان سرخ می چهر

زند چو بوق بر زور آوران نهغ

بلند است ابر و آبه نهز دارد

۱۴۸۵ مهر نام کسی که همت پست

خداوندی کسی را در خور آید

خداوندی جز احسان و کرم نیست

چو از کس زهر دستی بهر منداسی

سهر آن را که خواهد کرد سرور

۱۴۹۰ ولی چو بنده هم باید خرد مند

هوس کرد آنچه در سهری توان کرد

یکه شیرین پرستاری شکر پاهی

یکه بنیاد خیره کرد بر کار

یکه در عقد پنهان دست نقدی

یکه دریانت دلای پریشان

سیر دونهایی گشت و خورنق

که از زر هم چو زر کردند همه کار

هزاران کار به سامان بر آورد

نباشد کاسه پر چو کیسه خالیست

ز اقبال جوان مردان توان یافت

رسد ساز غرض به چاره سازی

نباشد گشت را حاجت بدولاب

که بستند بکون و بخشد از مهر

بود بر مناسا بارنده چو نهغ

که از دریا کشد بر سبزه بار

نه بتواندستند لایه لایه از دست

که بر خلق از خداوندی بر آید

و گرنه کس ز کس در پایه کم نیست

دلایل دولت و بخش بلند است

کند چاکر نواز و بنده پرور

که در خدمت شادمانی پهنند

<p>ز بهر انچه در گل و از بید مهو نبا شد از پناه مکرمان دور پناه و مهر او را آساید گنج است درخت سایه در چوید همه کس</p>	<p>نچوید هیچ حال از هیچ شیوه کسی که باید اندر کار خود نور چو منفس در پناه مهر ساخته است نموز آرد چو تاب از پهنش از پس</p>
	<p>حکایت</p>
<p>ز بهر سایه می زد ناله هر بار مرا از سایه با پستی آمد چه بهر سایه چندی می گلی زرق درخت و رخت و سقف از بهر این است که ای از سایه رختی دولت شاد بدان سایه که گاه هست و گاه نیست که یابی سایه تا زهری نشستی که دایم نیستی بر سر این و آن هم و لکن پرورش نتوان بدان یافت که ذیل پرورش باشد پناه بود بر سایه گر صد سایه با ساخت فیث الدینست شاه ابوالمنظر که خلد ذاک ظل الله فی الارض</p>	<p>۱۳۹۵ یکی در سایه ابرو گهر بار که واه سوختم از تاب خورشید یکی گذشت که چندی سایه برفوق و گر ز ابروت نه سر سایه نشین است چوایش داد مرد از دانش و داد ۱۵۰۰ بزیار ابر خورشیدی زده نهست نهاد با درختان فیروز پستی علم هم سایه دار ن سایه با هم ز سقف خاره هم سایه توان یافت من از گفتار خود آن سایه خواهم ۱۵۰۰ کسی کل دانش سایه نیلداخت درین عهد آن درخت سایه گستر دعا این است بر سایه نشین فرض</p>
<p>* ن : رنجه -</p>	

صفت های دل فازی ملک و از هر طرف مزده
چو از دهلی بسویش راند لشکر های بصر و بر

دل فازی ملک باید ستودن
که آن را در نهاد هیچ کس نبود
هزاران لشکر اندر وے شود فرق
وز و هر چشده طرفانی است درخیز
کجا پولاد را زین سان شکوه است
نگردد گاه کن پولاد او نرم
تو خواهی موم خوانش خواه ازبهر
نبود این دل مگر شهر خدا را
چنین دل شان نه پندارم بعن بود
دروغ شعر داند نه دم راست
به برهان خرد کردن توانم
به برهان نهست حاجت چون بدیدی است
ز رستم در نبرد افسانه گفتن
ستمون با جهانے در زنا گهر
که تیر خود کند برگزوان راست
نهان می داشت رعدی را در ابرے
که مانده است از تو تا افسر سرسوی
که من چرخم قباے خود مرا ساز

بخصم افکندن و دزم آرمودن
نگویم. دل که دریائست در دور
از موج که خیزد قرب تا شرق
از هر قطره تیغ است خون ریز
و گر گویم که از پولاد کوهی است
اگر طرفان آنش در رسد گرم
و لیکن بر نرودستان نا چهر
بسی دیدیم شهران و غار
و گر اسفندیار و تهمین بود
دوین گفت من آن کس کونه داناسف
ثبات آن ز تائیدے که دافتم
ولے با به خرد گندر سفههی است
چه حاجت شهر را مردانه گفتن
همین برهان نباشد بس که یکسهر
چنان بودایی که چون فازی ملک خواست
همی فرید با خود چون هزبرے
سرش را سر نهشت حق خبر گوے
تھای چرخ با بالاش هم راز

۱۵۱۰

۱۵۱۵

۱۵۲۰

۱۵۲۵

دو پہلو دو تقاضا ہو زسانش
 رسانندہ پہایش آگہی بخت
 مہیا خال ملک اندر کف دہش
 کمان و تہو را پوشیدہ می گفت
 لب سوزار با زہ لاغ می کرد
 توان بازو می گذشت با مشت
 رہ اندر صلح خود می گفت باکیش
 سبقت کو درکشی کا بینک مراہست
 زبان می داد شمشیر اجل را
 فہام خلعہش را گشتہ زہن فن
 فلط کوہم نہامی را درہن دم
 سفانی گشتہ سر تہو از پئے حرب
 گویا ہا رسم او را عقد بر عقد
 شدہ گردہی ز بہر کین بہ تعجیل
 زوہ می یافت بہرہش روح داوہ
 سلفہش کو زمیں ہو سوے می گفت
 فلک گوے از سم رخسہش فشانان
 عطارہ ظل چہرہش را با سہ
 عملہایش ستارہ کین مہ پاید
 ہدیایہ فلک در رفتہ ماہی
 نہستہ خیل او کا فلک زہن دہر

۱۵۳۰

۱۵۳۵

۱۵۳۰

۱۵۳۵

کہ کے کردم کمو گرد مہانش
 کہ باہد مستعد بود از پئے تفت
 کہ چون مردم شوہ در دیدہا جاہ
 کہ کے گردیم تا بہر ظہر جفت
 ہرات کو گساں پر زانغ می کرد
 کہ اذتہفت چرخ از تو یک انگشت
 کہ اے قربانت گشتہ صد چو من پیہ
 ز صد سہم فتح آسمان شست
 کہ من یار توام نو گن عمل را
 دہن پر آب بہر خون دشمن
 زبان آمد بروں آب دہن ہم
 کہ دروزم صد چو خسرو خاں بیک ضرب
 ہزاراں فتکش اندر ہو گویہ نقد
 کہ من بہروں کھم مغز از سو پیل
 کہ چون دژہ جالوت انگلد زوہ
 ز بہر خون خصمش جوے می کلد
 کہ گردن ہوسہ جائے ملک راہان
 کہ نہبود مصترق زہن پس بخورشہد
 کند ہو کرسئی نہ پایہ سایہ
 کہ از درہا شور ہو گنج شاہی
 بہر دم گاو بشکانم دل شہر

دہاسہ زن کڑک را راست می کرد
 دہل ہا را ہوائے در تہی گاہ
 ۱۵۵۰ ہشتم چو شاہ کہ کے پھس آید آنروز
 فلک می داد قلبی را اشارت
 بذات خوف وے اندر کار سازی
 ہمہ تر تہب کار خویش می کرد
 ہواں می شد کہ بیش آید بہ یکبار
 ۱۵۵۵ و لیکن منتظر می بود تا کے
 پہاچے ہر طرف می شد خبر ہا
 چو خسرو خل شہد آن زور مندی
 ہوا داراں نمودند کہ در حال
 شدش لا بد کہ بفرستد سپہ را
 ۱۵۶۰ سپاہ آراست چون مرے سر البوہ
 دلہواں ویلان و نام جو یاں
 امہراں و سپہ داراں اطراف
 سوان لشکر ہی ہم تہغ دانان
 بہر یک گلچ و مال بے کراں داد
 ۱۵۶۵ فراواں پھل و ہسارے خزانہ
 چو لشکر مستعد گشت و سوارش
 رواں سوے ملک غازی رواں کرد
 رواں شد سرے آن مقتل مقابل

و بہر نغمہ شادی خواست می کرد
 کہ کے بانگے زنم ہر قلب بد خواہ
 کہ گردد اہی ممالک گیر فہروز
 کہ جہیم ہمسع پر نقد بشارت
 کہ فرساید علم را سرفرازی
 دل خوف را حصار خویش می کرد
 کند دست ملوک و ملک بیکار
 بچہد دشمن رہا لشکر وے
 زمانہ می کشاد از فتنہ در ہا
 دل انعادش بد ریای نژندی
 بہاید فتنہ را مستن بد نہال
 کند کوتاہ بر آئندہ رہ را
 کہ ہر سو از زمین بالا کشد کواہ
 بخون خود ز ہستی دست شوہاں
 در اوصاف مصاف افزون اوصاف
 سر لشکر بواہر خان خانان
 سبک داد و ہموان گواں داد
 ہمہ با خان خانان شد روانہ
 گزین رزم قدر چل ہزارش
 زمین از بار لشکر ناتراں کود
 چو انجم لشکرے ملول بہ ملول

۱۵۷۰	ز بس گانسو شتابان راه می کرد چلهن تا کرد کهن * گان اشکرانگیضه درون شهر چون فازی ملک بود بسیه رخت مسلمان شد بتاراج بقلمه سرتبه + مسموم پدر دل دری بر بست و شک در بلند پیکار خبر سوه ملک فازی فرستاد رسد آن پیک و آنجاها خبر کرد همیشه باد یا ههواریش کار	چو وهم تیز ده کوتاه می کرد سپاه در سواد سرستی ریضه برون در قارت افتاد این سپه زون بسیه زر دار معلم گشت محتاج نگشت از ههوه شمران شتر دل گروه قلعه را نگذاشت بهکار ز پیکان تهر آوازی فرستاد سر هشمار را هشمار ترک کرد که از وی بشکند صد شاه هشمار
------	---	---

حدیث عهد و پیمان سران لشکر فازی
که در کام نهنگ اندر روند و دیده اندر

۱۵۸۰	چو مرد آید برون از عهده عهد نشهند اهل دولت را بسونه نماند چون بلغشه کز سر انجام شکوه مرد در عهد درست است ز مردان راستی بایه قلم وار کسی کز راستی هم چون الف نهستی دلاکر راست خواهی پاه + خود را نکر فازی ملک را کز دل آراست کلید راستی در شد بکارش	بکارش بخت و دولت را بود جهد چو می در جام و گهر در خزینه چو سرو راست ز آزادی برد نام مدان مرد آن که گاه عهد مست است که گردد کار او را عهده کار عجب گزینش کارش مختلف نیست بهر جا راستی فرمائی خود را بعهد شاه خویش چون راستی خواست میسر گشت فتح کار زارش
------	--	--

* ک: باکر و کیس؟ + سرسیه = سوسه؟ † ن: کار -

شنهدم کز علاءالدین مغفور
 که در عهد دے و بعد از زسانش
 کنوں برخوان ز نقش کلک درپاھ
 چو او شد زان وفاداری سرافراز ۱۵۹۰
 چنہیں گفت آن کہ ہوں آگاہیش بہش
 چوبشہد اہیں سخن کامد برآں سوے
 طرب کرد از نشاط روزی بیش
 سہاھیں ار چہ ہوں اندک نہ ہمایار ۱۵۹۵
 سواران بیشتر ز اقلہم بالا
 غز و ترک و مغل روسی و روسی
 دگر نازک خراسانی و پاک اصل
 ہمہ سردان دزم و کار کردہ
 بسے صف ہائے ناتاران شکستہ ۱۶۰۰
 خدنگ افکن یلان چست و چالاک
 کہے چوں آسما گہ کردہ سوراخ
 حالے خوارہ چوں کشت ہوافزائے
 ملک در پھش یک یک رابطہ کرد
 کہ ما را چرخ پھش آورد کارے ۱۶۰۵
 کرا نیروئے پھل اسمع و دل شہر
 نفست از خون خود خھون چو لالہ

دلہں پھمان و عہدے داشتے مستور
 وفا داری کلفہ ہر عہد سانی
 کہ چوں ہوں آن سرانداوی بہ پردھاں
 سرہں کشت از جفا کاران سر انداز
 کہ بد فازی ملک د و خانہ ذویہش
 نہ لشکر بلکہ دریائے زمیں شورے
 چو کرک غالب از ہمایارے پیش
 و لے بسیار اندک ہوں و پر کار
 نہ ہلدوسغانی و ہلدو والا *
 چو یاز جرد در جنگ خروسی
 نگشتہ اصل بد با اصل شان وصل
 فزاہا با ملک ہمایار کردہ
 دل آن جملہ خون خواران شکستہ
 ز بھلک کردہ سہ آھنوں چاک
 کہے چوں شانہ مو را کردہ صدشای
 موافق جوئے چوں طبع خرد راے
 پس از دل قصہ را مہمان لب کرد
 کہ گردش ہمت دروے چرخ وارے
 کہ ہم بازار شون با ما ہمشہر
 پس از خون عدو شوید پیالہ

تہ خنجر نہک اول سر خویش
بلے مردان بہر سازے و سوزے
ہوی ہر روز عہدیت را شمارے
ہکارے نہک اریا زے شان روز
بود تہر از ہوائے رزم نہک پھر
کمان کو بھنکد ہنگام پھکار
اگر شاہیں زیوں گردہ ز شاک
بہا نہد آن کہ دارد کار با سا
شہر گر عہد ہا مستحکم یہ سو گند
و گر ہمارے نہاوت میل یاری
دوین یاری کہ دارد کار با من
بدہیں دل کاہنیں سدہست ہریاے
مرا یار ہنس است وہم ترار
شلہم بود رستم چہرہ دستے
فہ آن وستم ز من درکار ہمش است
چو من بر نام یزدان نکہہ کردم
مراک من چو چہرہ من را فرج فوسف
چو بہ نہند مردان سر افواز
سواہر چوں ہمہ سر ہاز چوند
پس انکاہ لڑ سر سر ہازی خویش
نرو گنہ گند گاہے سوور سران وا

۱۶۱۰

۱۶۱۵

۱۶۲۰

۱۶۲۵

گشت پس بر نگہ سر خنجر خویش
کسان را پورند از بہر روزے
نہک ۲۰ بعد عمرے کار زارے
بسوزہں دل کہ نہو دیار دل سوز
تو یے آن چوہن کان چوہن تہر
زہ کے ہابہ از آب شامے سوغار
دلہ گل مرغ را زہند بتارک
شہد لڑ عہد و پھمائی ہار با سا
بکار جان شوہم از جان کسر پھکی
کہ دشوار است کار جان سہاری
دل من ہست آخر ہار با من
کلم گر سد آہن باشد از جاے
دو ہازوے من و تہر ہد ہاز
کہ گاہ حملہ قلہا صف دستے
کہ ہوکسی رستمے ہر عہد خورشید اسف
یقین است آن کہ نہا چہرہ گوہم
من و این کار ہر غیرے ہرج نہست
ز مستحکم خوگ اینی حرف سر افواز
ہر وے خاک سر ہا پا ز پھند
سر خوگ خدستے ہر نہ کار پھش
ہر ہر پاے نو سر سروران وا

گُلہ گوشہ کشیدہ سر بہامی
 ز کارت چون توان اکنون نگہ داشت
 سر ما در کَلہ ناید ز شادی
 کہ نہ ہم از فتد سرہای خویش
 ہزاران پارہ گردن جملہ یک سر
 کہ باز از بہر تو گرد ہم سر باز
 بدل پیمان رگ جان نہز بستیم
 فخر و ہم از درت سر در گردن
 تو دانی خواہ صالح و خواہ پیکار
 ملک را خاطر آن سو بے فسی یافت
 کہ پندہاد بزرگی محکمش باد

ہمیشہ بان سر یار کلاہت
 سرے کز دولتت عمرے کلہ داشت
 بسر بازی چو ما را مژدہ دادی
 نہ ما آن سوسوی آرم پوشت
 چہ باہد یک سر ما زہر خنجر
 زہر پارہ جدا بر خنجر آواز
 کمر بستیم و پیمان نہز بستیم
 کہ تا جان در تن است و سر بگردن
 چو ما را سر جدا گشت اندرین کار
 سہ را چون وثیقت محکم یافت
 بعزم کار محکم کرد بلیمان

۱۶۳۰

۱۶۳۵

مصاف اول غازی ملک با لشکر دہلی

۱۶۴۰

بہاد حملہ زیر و زبر کردن چنان لشکر

کہ چلدے در زنا گھر و غازیست
 نہ بازش دیدہ در خواب آرمہداسی
 کہ صف تیغ داند باغ سوسن
 چو برگ بہد بارن تیغ و خنجر
 چو نیلوفر ' سہر ' بر آب شمشیر
 بگشت کوچہ ہاے شہر پر جوش
 پدید آمدکہ ہوشگ است ہاشگ

کسے داند کہ ہول معرکہ چہست
 دلہرے کو صف مردان بدید است
 گوے را زہد اندر زہر تو سن
 رون یک سر چو بان آن جا کہ یکسر
 فینداز دگر آید ببر و پا شہر
 پسے بینی عروسان تبا پویش
 چو در ہجرا برخشد تیغ بے رنگ

۱۶۴۵

یحییٰ کو چلند رزمے نازموند است
 مکن بارو ز تیغ گوشتدینش
 نہ شیران را کلد کس حملہ تہلیم*
 شکوہ کویہ خیزد مرد + و از مرد
 شعرکش نہسم از نیرودے دل جوش
 وگر دندان نہایں گریخت دشت
 یلان را نیست حاجت گرز در مشع
 چو + ترکش بست فر پہلو کے است آن
 نبرد شیر ہر جا ہست روشن
 بروں آہن چہ پوشی گاہ پر خاش
 بآہن رانی آن کو گشت میل
 دلار کو برزم آہن دل افتاد
 ہمہ جا دل نہاید آہنیں کرد
 سوارے را بہ ہیججا دیوہ در گیر
 بگوش فر کہ بے تدبیر باشد
 پندردیک یلان در جہد محکم
 دلار چون خرد را کار فرسود
 نہاید ہم شجاع و ہم خرد مند
 کہ ہم تیغش چہانگیر است و ہم راے

۱۶۵۰

۱۶۵۵

۱۶۶۰

۱۶۶۵

بروے خصم رو در رو نہود است
 کہ موشے در رہاید پوستدینش
 نہ رو بہ را گویز و حیلہ تسلیم
 پدید آید ہکا رزم و نا رو
 رود ز اشتر دلی کو گیردش موش
 نیارد شیر مردے گرد او گشت
 دوان را بس بود ناخن بر انگشت
 شکار شیر باشد در نیستان
 کہ نے برگستوان دارد نہ جوشن
 دروں سوکلا پر خاش آہنیں باش
 ہمیں جان آہنیں باید ہمیں دل
 بہ تیغ موم بود حصن پولاد
 جز اندر کار کیں باید چہنیں کرد
 کہ کورا § کوور دارد دیوہ بر تیر
 نواے درک بانگ تیر باشد
 نہاید عقل دور اندیش محکم
 خرد مندی ندارد در و غا سود
 بجز قازی ملک شیر عدو بلند
 بکوں ہم تیغ زن ہم کار فرماے

* ن : جملہ تعظیم - † ق ر : ہر دو - ‡ کنا: غر = نا آزمودہ کار پہلو = پہلوان —

§ کورا کوور = یعنی زود زود —

چو دید آهنگ لشکر های خسرو
 اشارت کرد تا فرسان گزاران
 که و مه شد ز حکم کار فرمای
 ز صیقل های صف ها یافت چو شش ۱۹۷۰
 چهلها زیر کمر زور و کاری
 ز زینب و زینب بر گسختن ها
 کمان ها چو هلال اندر بلندی
 خدنگ افکند بمشقی اندر کمان دیده
 به تهر آراستین هر تهر ساز ۱۹۷۵
 چو سواران سوار بهنگان کوه آهنگ
 بلای از نظر کم ناو که خورده
 جهان چو شاه داری نم * کرتی
 همه خنجر پل در کهای شاهی
 ز تیغ کینه تفت بالا شتابان ۱۹۸۰
 چو خط استوا شد هر خط راستی
 سلمان چون قطره آب صفای
 چو بر نهاده سنان بنمود تاجی
 از آن رو سو بزرگی کرده چنگار
 فرهی بوی و کوهی و تداوی ۱۹۸۵
 حشم را چون سلیم و آلت رزم
 مرتب گشت بهر جنبش و عزم

که آینه روی در روی و را و
 کینه آهن بر تهب سوارای
 سلیم و ساز خود را زیر آواز
 که فتح از غلبه های گشت روشی
 چو دای زیر گل در استواری
 دل بیننده را نو شد تو آنها
 یلان مریم سالی در زور مقدی
 چو سی خوار حریفان اندر مه عهد
 چو باز آسوز در تعلیم هزاره
 رسیده خهل چو غارت زنگ
 که زمین سو در شد و زان سو در نو
 که بجو از تن و بجو تن از و
 رسیده تابش از مه تا بساهی
 که مهر از و گردن سو تاها
 چو خط استوا از و گردن خولسم
 عجب بهر نهاده بالا قطره آب
 فروزان گشته برقی بر شهاب
 که سرها خرد کوه زر که کار
 تدری باغ و کیم کوهساری
 مرتب گشت بهر جنبش و عزم

امید خویش بر تقدیر بر بست
توکل را پناه کار خود کرد
سوی هندوستان کمره رخ خویش
زمن در لڑے شد چون مردم از باد
نہ نیروی کہ گنج در تصور
ملایک ز آسمانش دیدن آمد
درو نظارگی سیارہ و ماہ
ز اقبال و ظفر بنهاد بستہ
ملک فخر الدول گشتہ مقدم
خلف در پیش ہم چون موج دریا
چو ماہی بر سر دریا روانہ
علا پور از مہابت شد بلا پور
دوان مریخ پور از چرخ پلجم
بعوض بہت آمد آب شمشیر
محیط حوض شد جیہون آفت
کہ پیش آمد بہ ہرجا غازی رزم
خلل فہمند در ہذیان ہستی
چگونہ باصف دہلی کند شور
نکرد از پری لشکر ہراسے
چو گرگے در شکار کو سگداری

سبک بازی ملک کیں را کمر بست
نہاز یفدگی را یار خود کرد
بروں آمد ز شہر فرخ خویش
ظفر پر ماہ شہ چون عادل از داد
سہاہ اندک ولے نیروی دل پُر
ز جائے خود چو در جنبیدن آمد
شتابان شد بہ تقدی سیمہ بد خواہ
ہمی آمد صف پولاد بستہ
بہ پیش آہنگ آن قلب معظم
ملک دریا صفت در صف دریا
بہ بالائے ملک ماہی نشاند
چو آمد نیک نزدیک علا پور
ہمی کردند سیر ماہ انجم
چلین † تازاب خیز کھن بس دید
دراں جو لانگہ جیہون مسافت
خبر شد جوی دہلی را دراں عزم
بزرگان سہ ‡ زان پیش دستی
بخون گفتند کیں یک مید کم زور
ندید انہوہ مردم را قیاسے
ہمی آمد بر سم زور ملداں

۱۶۹۰

۱۶۹۵

۱۷۰۰

۱۷۰۵

نه مردم بلکه افرها است این مرد
اگر خنجر دهد؛ انگشت شیوان
و گو باشد؛ ناخن خنجر شیر
بماید چهم زن زان شیر نخبهر
هم او تن ها نن خود مرده گاریست
باندک قلب ... * آنکه چنمین تیز
به هشیاریش باید پیش رفتن
کسی کاغذ دل شیوان؛ کرده
بهر جنگ منل کو رخصی بر کرد
بله هنجارها ع کار دارد
چنیون شطرنج بازه کوسه درکین
بچندین رزم صف ها کو درید است
دلیر و گریز + و فیروز مند است
تفا در زهر آن دارد شمارے
نکر تا چست گردون را مکافات
چو گفتند این سکنی را مود + دانا
درین اثنا یکے زیشان بر آشت
گر او مرد است نه ما زن شماریم
اگر خاک افکنیم آن سویکی مشت
همی باید گهودن خنجر کار

۱۷۱۰

۱۷۱۵

۱۷۲۰

۱۷۲۵

بهر انگشت خنجرها است این مرد
بود شمشیر هر موئے دلبران
نه زان ناخن کم آمد؛ زخم شمشیر
که او چشمی نزد از نازک تهر
همی بر لشکر خویش استوار است
بود از قلبه او جای پرهرز
نه غافل وار یا فریدی رفتن
نهاد سهل گهری در نبردش
بفرجه ده تن زیر و زبر کرد
بر آرد کار چون هنجار دارد
کند سر زبر شاهان را چو نرین
بپوش زخم چشمی کم رسد است
بلندش راء و بختش هم بلند است
که او را داشته است از بهر کارے
که او را داد امنیت؛ آفات
هراسان کشت دلهاے توانا
که چندین وصف دشمن چو توان گشت
که با چندین سهه تابش فداریم
زمین سان آسمان سازیم بر بهت
که از خفتن نکرد بخت بهدار

بیک پہ چہلے رانہم پروے
 کلہمش خاک اگر دریاست فوجش
 چہ باشد در * دل دریا کف خاک
 ۱۷۳۰ اسہراں چار و ناچار اندراں عزم
 بدان آہنگ کو در آب انبہ
 ہماں موتہ کہ کیش کافری داشت
 انہں سہم ارچہ بودش جاں پریدہ
 بھلہ خویش را پر زور می ساخت
 ۱۷۳۵ دو چشمش کو در بد در لشکر خویش
 بلے شخصے کہ در دل سست زوراست
 سوارے کو غرے باشد شمارش
 در آہن دل کند دل جوشن خویش
 سر خورہ پر دلے در تیغ بازہ
 ۱۷۴۰ دلے کو آہلیں نہہد کہ جنگ
 چو تیغ پر دلاں صیقل پزیرہ
 چو تیر از زور دل گردہ عطا گہر
 د راں حال آں بزرگی را خبرہا
 دو سہ روزے سدان کار فرماے
 چو گشت آراستہ لشکر بہ ہنجار
 ۱۷۴۵ مزیمہ گشت محکم در نہی ہا
 کہ تہلش پہ سپر گردہ بھک پہ
 بیاشامیم اگر طوفانست موجش
 کہ باشد پیش صحر مشخاشاک
 کمر بستند بہر کوشش و رزم
 شکست آرند بر کوماں کہ کوہ
 بکیش ہڈ و اں سہم سری داشت
 دلش بد چون بطے پھکاں پریدہ
 بلا می دید و خود را کوڑ می ساخت
 و لیکن احوال اندر لشکر پھش
 سوے خصم احوال و در خویش کوراست
 نماید یک صف دشمن ہزارہں
 ہزارں تن شمارد یکتن خویش
 کہ او از آہں دل تیغ سازد
 نکیرد زنگ ہم بر تیغش از ننگ
 بکھرد زنگ * اگر زنگش بکیرد
 خطا گہرش اگر نہہد خطا گہر
 بتغراک اجل بستند سر ہا
 بخند از بہر ہیجا لشکر آراے
 بہ ہنجارے کہ هست آرایش کار
 کہ خون ریزند فردا پہ دیت ہا

شب ہندو نسب چون لشکر آراست
 بہم مہتاب و ظلمت شد شب آراے
 سلیم آراے شد خلقے ز ہر باب
 کہ و مہ در خیال ہامدادان
 کرا در خاک سازند آشیانہ
 کرا امروز سر مہمان است پردوش
 کرا امروز دست و پای بر جاے
 کہ امیں ہم نشین با ساسع این دم
 دریں سودا مشوش بود ہو کس
 مسامت در میان ہو دو لشکر
 و لہکن رہ بھابان بود و بے آب
 شہا شب راہ مقصد بر گرفتند
 چو صبح تیغ زن خنجر بر آورد
 شب از خورشید روشن یافت بازی
 سواہ تشنہ و بے آب و پر گرد
 رسد اندر مقام حرب کہ قیز
 رواں گشتند ہو و گرداران
 نفیر چاوشاں بر شد بمقوق
 صف پھلان چو صف ابر آزار
 نہ خوف ہو پھل چون کوه باشکوه

۱۷۵۰

۱۷۵۵

۱۷۶۰

۱۷۶۵

نفیر پاسدازان ہو بسو خواست
 چو خول ہندو و موسن بھک جاے
 گریوان شد ز دیدہ پیش ازان خواب
 کہ ماگردیم یا بد خواہ شاناں
 کہ باز آہ سلامت سوے خانہ
 کہ فردا خواست کود از تن فراموش
 کہ فردا ہر یک افتد در دگر جاے
 کہ فردا خواست گھٹ از جمع ما کم
 کہ شہ جنبش دیدد از پیش و از پس
 قیاس دہ کر وہ بود کم تر
 بسان روے بودایان سہ قاب
 سوے مقصود کار از سر گرفتند
 جہاں خفتان زریں در بر آورد
 چو قلب کفر از شمشیر غازی
 دران گرد از خورے خویش آبخور کرد
 ز آب تھو شمشیر آتش افکھڑ
 کہ آرایند صف ہاے سواران
 عالم ہارا بہ گردوں رفت ملجوق *
 ہر ابرے برق حملہ ہا رفتار
 برو برگستوان چون ابر بر کوہ

به پشت پیل توکان نیز در ششت
 پس پیلان سواران صف کشیده
 نزدیک صف بلکه صدس گران سنگ
 میان قلب مرتد چتر بر سر
 همه خان و ملوک اندر چپ و راست
 سلیم و ساز هر یک خدروانه
 ز بانگ کوس گردون ده نهاده
 گو فعه زیوه بر کف پهلوانان
 جوانان کرده ترکش ها پر از تیر
 ز هر سو فلغل تکبیر سی خاست
 جدا صف های هندی و ز اهل ایمان
 فرس هندی و رات نیز هندی
 همه "برمهاد" گهران بر زبان ها
 بدوح آن سکان نعره زنان قد
 بدانتوت نیز در نغمه + سرائی
 برادر هر یک به بر پشت تیوی
 سر و سیاه برو هائے چو انگشت +
 بزمیانی جواله چو شب سلخ
 ز نقد بر همه ابریشمین پوش

۱۷۷۰

۱۷۷۱

۱۷۸۰

۱۷۸۱

چو کوه کمر به پشت کوه بنهشت
 بجوش از پشت ماهی تف کشیده
 که صدرا جهان ایشان شده تانک
 ته چتر * سما روغ خردۀ تر
 بسختی در نشستۀ از پے خاست
 ز آهن گشته درهای روانه
 دله زان زه بلا و فتنه زاده
 دعا بر سال و جان رفته خوانان
 بر ایشان در تربیع این عالم پور
 چنانکه افغان ز چرخ پور سی خاست
 چو گرد بخل ز آثار کرمیان
 برهنه بهش در هلدو پسندی
 همه دیباجه بت بردهاں ها
 چو طدل کدک را با حفص کلقد
 سرود از مردی و جنگ آزمائی
 چو دود آتش اندر گرم خهزی
 چو خطه رشت بر دیگر خط زشت
 که دمدن چو عیش غمکنان تلخ
 حریر و بهرمان افگندۀ بودوش

* سارخ = کلاه باران - خردۀ = گهانس - † ن : نمده

‡ انگشت = جلی هرنی لکزی -

بعضر آلوده هواهاے کنند
 نوشته بر سر هر یک بلا جوے
 بدان گهوان سرتد 'مرتد' گول
 بجای هادن سپه دندان از برگ
 اجل دندان سپید اندر درون شان
 جهان لشکر آتش وار سرکش
 در آمد صف دهلی یک طرف تنگ
 صف غازی ملک شد فوج بر فوج
 صف دهلی چو آن صف را نهان دید
 قوی شد زین گهاں دلهاے ایشان
 بجوای شد سوار از هو کولے
 چنان راندند تند و تند و بے باک
 چو ز انجا پیشتر راندند اسوار
 چو لشکر دید شد گشتند چو شان
 سپه یکسر سلاح جنگ برداشت
 بدان قوت که اندک لشکر پیش
 بهک بے حمله کردند چو یاد
 هنوز این صف بدان صف نارسیده
 ملک غازی ستار و حیدر مصر
 به پیش آهنگ فرزند سوافراز

۱۷۹۰

۱۷۹۵

۱۸۰۰

۱۸۰۵

مبهر و مشک در گلشن فکده
 مزاریل از پئے ایشان دعا گوے
 ز بهر جان سپاری داده تقبول
 بلے دندان سهه کرده که مرگ
 که دندان لعل گرداند ز خون شان
 هوی جنبید چو طوفان آتش
 ز دیگر سو برآے قلبه جنگ
 چو دریای که بهرون بکنند موج
 گریز و عجز دشمن در گهاں دید
 که مازا جمع 'دشمن' شد پریشان
 سبک شد بهر چوای هر کولے
 که در راه درست آب شنب ناک
 بنا که کرد یک فوج نمودار
 چو باران تند چو قلدر خروشان
 بر سم پیل مال آهنگ بر داشت
 چرا هرکس نکهت غارت خویش
 که زلزال بلا در عالم افتاد
 که پیدا شد جریده بر جریده
 که بودش هم معان هم فتح و هم نصر
 چو شهبازے سوے مرغیان به پرواز

ملک بهرام ابدہ در صف خویش
 بهارالدین ملک، دین را اسد هم
 علی حیدر شهاب الدین هریک
 ذکر کردن کسان و نام داران
 بهر جا فوجهای سخت بسته
 ستاده جوق جوق اندر چپ و راست
 چو قلب دہلی از پھش اندر آمد
 ز هر سو قلب غازی فرج در نوج
 بیماریدن در آمد تیر دلاور
 بو آمد بو تر یا کرد تاریک
 بهر سو چلد مریخ کمان گور
 قرالے گال دو اختر می نمودند
 هریر تیر گشاده ارغنون ساز
 چو تهر پر دلاں زد نغمه نے
 کہاں کو خم زد اندر کھلے جوئی
 نمود اندر نظرها در چلمان داغ
 پر کرکس کہ می زد ناله زار
 ز بالا کرکس از بهر خور خویش
 ز چشم و دل کمخورد آن مرغ هائل
 یعنی کرد از درون نازک فو سوراخ

۱۸۱۰

۱۸۱۵

۱۸۲۰

۱۸۲۵

گہے رآتش جہاں سوز از قف خویش
 بسے شہراں لشکر نامزد هم
 یگانہ در دو روی تیغ هریک
 بجای نعلہ بجای تیر بارل
 بعزم جان سہاری رخت بسته
 کہ کے زان سو ملک غازی کند خاست
 خووش جلیپش از لشکر بو آمد
 محبط این سہ شد موج در موج
 ز پر تیر پراں تهر شد روز
 فلک شد بر سہا لاریک پارک
 هلالے را توان می داد با تیر
 ز دل خون و ز تن سو سی رہودند
 ز تلہا می سجد جانہا با واز
 جگر های کبابش داده هم سے
 باستہزا تواضع کو، کوئی
 هوا از پر کرکس چو پر زاغ
 صلا می داد کرکس را به مردار
 همی آمد بمہمان بر خویش
 دلش پر چشم گشت و چشم پر دل
 لایم سو در شد آن سو جست گستاخ

بدان خون کامد از پھکان ناوک
 بہ پشت مرد دروے کینہ ہر سوے
 گمان رفت از درفش تیغ در مشت
 ز شمشیرے کہ ہر یک سیر می زد
 نظر از رخس خنجر خنجر می شد
 سنان جاسوسی ہر دیدہ می کرد
 برہلہ در جگر می رفت ہر نے
 بہ نیوہ مرد زان سان سینہ می خست
 مہارز کاو بہر تن نیوہ می داشت
 بسا پہلو کہ ہرکش بود در میغ
 ولے یا گہر و ہلدو بود کینہ
 اسیر صید قتلہ پہلو جنگ
 ہر او زد شاہ سوارے زخم کاری
 دران دم گفت من میوہ گرانم
 ہریدم پیش رزم آراے کشور
 ہلوز امین گنت و گویش ہر زبان بود
 بریدندش سرو بردند در حال
 ملک زان جا کہ می داند حد مرد
 فرض اعظم ملک فازی چو در جنگ
 گرہ بستہ برآے نغم او تاخت

۱۸۳۰

۱۸۳۵

۱۸۴۰

۱۸۴۵

تواند آشنا کردن چکاوک
 کمان را پشت بود و تیغ را دروے
 کہ معراییہ می یا معرآب زرتشت
 شعاع تیغ ہم شوشیر می زد
 جہاں در چشم مردم نیوہ می شد
 ہبہ زخم زبان پوشیدہ می کرد
 بہن پوشیدہ بیرون می زد ازوے
 کہ بیک سرخس از نے نیوہ می جست
 میان استخوان نے نیوہ می کشت
 کہ مومن سوے سوسن چوں کشد تیغ
 کہ خوں می بوختش فر بول سینہ
 بعہلہ کرد سوے لشکر آہنگ
 شکار شیر شد شیر شکاری
 ملک فازی شناسد گز سوانم
 مگر جان بخشد کا یمن شود در
 کہ فوجے زن یروکز ہر کران بود
 بدرگاہ سپہ دار عدو مال
 ہرون از حد تیغ حال او خورد
 معصل دید از برے سیر آہنگ
 بیک چہلہ صف دشمن بد انداخت

کہ در پیشش مہ و اختر سوا فکند
 ز گہران بانگ "ناراین" ہوا گیر
 دو کو را ہوتے پر ہوتے از یکے کو
 زردی زد دلے زردی سیدہ فام
 سیاہاں زرد رو زرداں سیدہ روے
 چرا رویش سیدہ نبود رخس زرد
 بروے خویش زردی و سیاہی
 دگر چندے سیدہ رویش بد نہال
 کہ ہر سہ از سہ روئی دکان ہون
 ز دم ہائے دروغش بد بزرگی
 کہ کم کردش چندی بخت یاری
 لقب شد شایستہ خان قرقمارش
 کہ آن سر حرف قہر و قہر گشتہ
 کہ او گشت از قضاے بد قدر خاں
 کہ ہر بازش ز سیہ رفتے زدے لاف
 ز آتش شعلہ و خرمئے خس
 صفے چون پیش صرصر خار و خاشاک
 نہلگ و از دہا افکندہ در کپش
 یکے رو شمس و شمس ازوے یکے شد

شکستہ از در جہان لشکر افکند
 شد از موسی بگردوں بانگ تکبیر
 یکے † گویاں ہو در بانگ ہو ہو
 سیدہ رو موند از ‡ ارغسی بہنگام
 درای صف سیاہ و زرد ہو سوے
 چنان سودا و صفرا در دل مرد
 چو مرتد داید از آن سہاں در تباہی
 علان زرد روئی تافت در حال
 کہ رفتن سہ خانہ ہم علان ہون
 یکے ہوسف کہ سی زن لاف گرگی
 نمائد آن صوفی آزاد ہم سواری
 دگر عارض کہ بد شکل گوارش §
 دو قاف از نام او با بہر گشتہ
 ہنگر آن یک لکھی مردود گہاں
 بروں شد لشکرے ہمنچو کہ قاف
 سہد پوش و ملک غازی است نرپس
 دوان سی رفت از آن فوج خطر ناک
 ملک فخر الدول با فوج خود پیش
 چو شستس در کشاد پہلکے شد

۱۸۵۰

۱۸۵۵

۱۸۶۰

* ن : مہر - † (کذا) مشکوک غالباً یکے گویاں سے مراد مراد ہیں -

‡ (کذا) ک : از رویش ؟ - § ق ر : گنوار (ہندی لفظ) -

۱۸۶۵

بحمد هر طرف کاهنگ می کرد
 بهر تهری که جست از شست منصور
 ظفر هم گفت چون دهن آن دهاده
 گریزان قوم کفر و جمع کفران
 پلنگانی که چون آهو دریدند

۱۸۷۰

نهنگ آهنگ و از درویش سواران
 بسا پر دل نهنگ از تیغ کینه
 شده پهل از خدنگ غرقه سوار
 ز پیل آویخته هر پیلپای
 دیگر پیل بانان جهد و تعجیل

۱۸۷۵

نمی زد پیل را چندان کسے تیر
 که گردست آرموده کس برانها
 ز پیلان گشته شد یک پیل جنگی
 چو مرتد خانصافان روی برتافت
 ملک فخرالدول بود اندران پے

۱۸۸۰

و لیکن چتر و پیل افتاد پیشش
 ده و دو پیل و چتر لعل آن هس
 گرفت و سوز فرسان ده رداں کرد
 چو برد آن جمله در پیش سپه کش
 بگریعی هر دوش فتح گران باد

جهان برقلب دشمن تنگ می کرد
 ز چرخ آوازه می خواست از دور
 زده دست و زده تیر و زده زده
 نه اینجاش اسی و نه انجاش غنای
 بهر دغله چو موشان می خزیدند
 دواں بیدست و پا مانند ماران
 که سر در دید چو باخه بسینه
 بسان خار پشت و پشت خار
 تن آریزان و بیرون رفته جان
 که در سوراخ مورے در خزن پیل
 که گو آید مگر بهر جهانگیر
 فغانے کوه بر کوه از کرانها
 که بد جمله فراخس گاه قزیمی
 غنا ها هر کسے سوز دگر قاف
 که بر گیرد ازان فوجے گران پے
 دودن مصلحت کم بود پیشش
 که مانند از فرق کیوان چرخ اطلس
 زحل را زهن خجالت فانوان کرد
 سپه کش گشت ازان فتح گران خویش
 گوانی از دل او بر کران باد

حدیث بخشش جان و نوازش از ملک غازی
مسلمانان دہلی را بہ لطف بے حد و بے مر

۱۸۸۵

کہ اے رنگ تراز فیروزہ کوں سخت *
خبر گو بعد فیروزی چہ ساں ہوں
چو شد غازی ملک را سربلندی
کہ آید سوے دہلی از پئے رزم
کہ دیکر پے شون در تیغ بازی
کہ بشکستند ہما خانان دہلی
شدند اندر وفا سپہاں تقدیر
وقال السیف متعاضد الذنوب
ہمی آورد ہر کس دست بستہ
نہ در تن زور دے دو سیدہ تسکین
ز عفو و حشم او بر + می رسدند
ہمی سودند روے عجز بر خاک
نظر بر لشکر دہلی نہاد +
کہے دشنام گفتند و کہے لعن
کساں در قتل اوشاں بے وبالند
نشايد گفت بد گرچہ چنوں اند
چرا کم بود در حق نمک چہ
نمک دردیگ رفت اینہا چہ خوردند

بہر سہدم من از پیروزی بخت
ملک غازی کہ فتحش ہم علان ہوں
جوایم داد کار فیروز مندوی
ز بعد شکر یزداں شد براں عزم
وے آن جانب شد اندر کار سازی
دگر جانب مسلمانان دہلی
جز آن بعضے کہ ہلکام زنا گیر
گندہ شاں شست تیغ کیں بخروبی
دگر بعضے ز ریح و تیر جستہ
دگر بعضے ز ہمت گشتہ مسکین
بدرگاہ ملک در می رسدند
بہ خجالت پیش می رفتند غم ناک
سواران ملک غازی ستادہ
ز باقہا شاں چو نوک نیوہ در طعن
یکے گفت این ہمہ گذراں سہالند
دگر می گفت کاخو اہل دین اند
دگر گفت اے نہک خواران بد عہد
دگر از طعنے گفتہ ایذاں چہ کردند

۱۸۹۰

۱۸۹۵

۱۹۰۰

دگر می گفت گاه کار زارے

دگر می گفت هست آن مذهب بخت

۱۹۰۵

دگر گفت ار نهباشد پے به پے جنگ

همی گفت این چلهن از پیش واز پس

ملک بر کرسی دولت نهسته

همی آورد هر کس حاصل خویش

اسیر و اسب و مال و رخت و کالا

۱۹۱۰

خزاین می دید اشتر بر اشتر

گران گفچه چو دریا بے کرازه

صنی پیلن جنگی را گزیده

گرفت احرام خدمت گوئی از در

بسه صدوق ها بر تنگ و زر

۱۹۱۵

دو مهل از عقد آن نقد طرب ناک

قواء چرخ زر بفت و مرصع

کله یکتا بسه صدوق مسلول

کهر هاه که گو هر هاش از اسید

طوایف کاید از فرساز گزاران

۱۹۲۰

هوه چندین متاع بادشاهی

خدا دان آن خداوند غذا را

چشمی باشد فتوح آسمانی

کسه کش ز آسمان یک در کشاند

نیاید ز امل دهای هیچ گارے

کسه با آن نکرد است کوشش سخت

دلورے شون سره کم آهنگ

سخن زانسان که باشد رسم هر کس

سراں در پیش دستی دست بسته

بخاصل می سپردے واصل خویش

زر و ستم و در و اولوے لالا

قطار اندر قطار از گنجهها پر

که مالا مال شد دشت از خزانہ

ز ماری ازدر ایشان گزیده

صفا و بو قبیس و سروے و طور

که بکشائی اگر صدوق را سر

پر زربن دمک هر بیضه خاک

سقام و زین زردین و ملمع

پوشش صحت ده ماهه معلول

بلور چشم خوب پرورد خورشید

ز بهر تاج و تخت تاجداران

که بود آثارے از فضل الهی

که در خور بد خواهاش این جزا را

کت از جامے رسد کل را ندانی

ز هر سو صد در دیگر کشاند

شکستہ بسعد حاضر گشت در پیش
 بر آفتن بزرگان کار دانی است
 چو خورشید قیامت تاب شمشیر
 بسان ابر رحمت سایہ گسترد
 ز بہر گشتگان افسوس می خورد
 بنم خوردن نہی کردند نقصیر
 ہمی شد دم بدم مرہم رسالہ
 بہ پرہش جان او را شاد می کرد
 بدان پرسیدن از سر زندہ سی گشت
 بدان حد کے رسد کسی پرہش آہد
 کہ ہم می داد و می شد زندہ ہر کس
 دواہا بر تقی افکار می داشت
 بہ پیش آہنگ لشکر داشت آہنگ
 کہ بے خود یافتندش روز میہاں
 کش از ہستی کنند افہور زان فرد
 برزد اسب و سلاحش را بتاراج
 کشندہ کشتنی گیرند بے فہل
 کہ من مرد بزرگم نیستم خرد
 شما را بار خون نبود بگردن
 رواں پیش ملک بودند در حال

سہاۃ ماہرم چون از کم دہش
 ملک زان جا کہ رسم سہربانی است
 برآن قومے کہ بود افتادہ در زیر
 بفرق خاص و عام و مہتر و خرد
 غم ہر خستہ * نا افسوس می خورد
 کسے کو داشت رسم نیریز و تیر
 ہمی ہر خستہ کش بود جامے
 ملک ہر بار از دے یاد می کرد
 اگر چہ جان علان تا بندہ سی گشت
 + بیلے آن کش کرم پرہش نہاید
 ملک گوئی کہ روح اللہ بہ و بس
 سراں را خون بسر تیار می داشت
 ملک والا تیر کز اول چنگ
 بعلمہ † زخم کاری خورد چندان
 بدان بودند بدخشان فارور
 بعجت سر زندش ہم چو حجاج
 تشرشاں گشت حاجت نہست تعجیل
 ولے باید مرا پیش ملک ہون
 گر او خواہد از ان خویش کردن
 بدین گفتم سر اندازان اقبال

۱۹۲۵

۱۹۳۰

۱۹۳۵

۱۹۴۰

۱۹۴۵	چو دیدش در چنان حال سپیدار رهانیدش ز خنجر های خونی درون بارگاه خویشش آورد بعزت کرد انسون تکیه گاهش بدست خرد جراحت هاش می بست بگریه پیش خویشش داشت معذور دانش داد و بجان بخشیش جان داد بریسان دیگران را نیز بهار چو هر مجروح را مرهم رسانید سپه را داد انعام و مواجب چو بیش از واجب آمد بدل کارش
۱۹۵۰	
۱۹۵۵	

درونش زان جراحت ها شد انکار
خریدش باز ازان جای زبونی
بسه نزل و نوازش پیشش آورد
فرو پوشید دامن بر گداهش
دواها بهر راحت هاش می بست *
دے از تکیه گاه او نشد دور
ازین به بخشش خرد چون توان داد
نوازش کرد پیش از قدر و مقدار
دوای جان هر در هم رسانید
به بخشش واجبی افزون ز واجب
ز واجب بیش بخشد کرد کارش

پس از فتح نخستین جنبش هازو ملک از جا
ز بهر قلع گهران نے بنائے مسند و افسر

۱۹۶۰	چو شد یک فتح یار شاه هازو ظفر گفتش که ای شاهنشاه نو بدین مزده روان شد صاحب بخت سپاه در منک و چیره و سخت میان کوکبه ها قوت داد مملداران عیشش محرم رای

شدش فتح دگر در چاره سازی
ملم همراهت اینک های روان شو
که بستاند ز بدخواه افسر و تخت
سرے فیروز مند و صاحب تخت
روان شد همچو سه منزل به منزل
دقیهان سپهرش مسند آرای

مسیعی در دماغ زندقانی
 فرشته کو خلافتی بینی آزاد
 ۱۹۶۵ قضا می بست بهر مایه نو
 قدر می کرد در شهر مله
 زمانه زین طوب در ناز می شد
 به همت عقل کل سی خواست آنجای
 فلک می کردش از هن الهی
 ۱۹۷۰ ثوابت هم دران کوشش که گویند
 همی کرد اختر از معد ثوبا
 زحل خود لاف مولائی همی زد
 همان بو جهس بر امید تشریف
 رهش مریخ نیز از خانه می دید
 ۱۹۷۵ همی گفت آسمان را آفتابش
 بشادی زهره در ساز خوشی آواز
 عطارد شغل انشا خواست می کرد
 مهج گنگشتر ینش نیم کار است
 هوس می پخت اکلیل فلک هم
 ۱۹۸۰ ظلال چتر هم در چرخ رو داشت
 همی دیدند قاج و تخت جمشید
 بدین آثار اقبال جهان گیر
 بهر سده ده و معمره معمر

خضر هم رهنمای کام رانی
 خلافت را بداتش مژده می داد
 سریر ملک را پیرایه نو
 قبا عود را از انجم مریخ
 در دولت زهر سو باز می شد
 که شاگردی کند در پیش آن راه
 مباد کهان تخت پاد شاهی
 ثبات دولتش را مژده جویند
 نثار تخت سلطانی مهیا
 نام از اقبال لائمی همی زد
 بدانش خطبه می کرد تصنیف
 بدتج او حمل را شانه می دید
 که سکه می شوم بهر خطابش
 همی کرد از برهشم قول نو ساز
 بدان امید طغرا راست می کرد
 بخضر یار گشتن می نیا رسد
 که افسر من شوم بر فرق این جم
 که ظل نور بزدان آرزو داشت
 چهل شاه نو در خواب امید
 همی آمد ز تخت راست تدبیر
 زن و مرد ایمن و مستور مستور

نه بیم اندر دله ز آسیب خلع
 نه بیکاری کشید از ده سوار
 خسه را گر دیوان از خرمنه مرد
 همه کالا بقیهت می خریدند
 ز پالم تابه هانسی و مدینه
 بصحراها ستور و گوسفندان
 ستور یک لک آن غله جویان
 ملک را کار دارانی که بودند
 ملک گفتا که گرش هلدک است این
 علی حیدر هم از بهر خدا را
 بلغایزه زه عدل و زه داد
 وزان جانب چو مرده خان خانی
 جهان قلب چون دریا و چون میغ
 همان صوفی که خوش راضی شکن خواند
 دگر خازان لشکر دار و سرکش
 ملک فازی که زن یک قطره آب
 چنان بر باد رفت آن چیش منقوش
 فتاد آوازه کز اندک سپاهی
 بهک جنبش که آب پر خاکی گر کرد
 بکیتی گشت بلغاکی پدیدار
 زهر و دوزخ آنک در شر و شور

۱۹۸۵

۱۹۹۰

۱۹۹۵

۲۰۰۰

نه کس را فارتی ز انبوه لشکر
 نه کس گاه ره بود از کشت زاری
 شد از هیبت رخس چون که دریا زرد
 برین سان ده به تیزی می بریدند
 چو آهوی حرم میش و بزینه
 ز فصب آزاد و فاصب بسته دندان
 بر از غله می رفتند پویان
 بشش لک تنگه حاصل و نمودند
 نگیریم چون حرام و در شک است این
 بسوی حق نهون این ساجرا را
 که یارب شاه عادل جاودان باد
 علان بر تافت از مطلق علانان
 فرو شد در میان قطره تیغ
 صف فازی ملک را دهد و در ماند
 که بد صف های شان چون کوه آتش
 بمرد آن کوه آتش را نف و تاب
 که از باد قیامت این منقوش
 بون فازی ملک بر قلب شاهی
 سزان ملک را زیر و زبر کرد
 که مردم در زمین در رفت چون مار
 بهر راه رونده شد کرد و کور

۲۰۰۵ به هر جا نعلنه های خفته برخاست

و افتادن گرفت از هر کرای ها

درون شهر هم هوی در افتاد

بدلهای لشکره کا نروں ز حد بود

چو بشکست این سوازه از دود پر زور

۲۰۱۰ چو زان چابک سواران سر انداز

همان آوازه لشکر شکستن

اگرچه از تنه و تیر زور مددای

ولے چوں دور ماند ارچه اندے

خصوصاً بشکند چوں اشکرے پر

۲۰۱۵ مینوز خویش هر کس یاد می کرد

یکمے در فرقت فرزند فالان

یدر بهر دیگر گوشه بیتابان

بشهر آمد پدیشان خان و سالار

چو بادے کو وزن و خس نه بیند

۲۰۲۰ سدان تیز رو بز پشت تیزی

به تیزی هم چو پیکان می رسدند

رسدند الغرض چوں بر عرض تهر

حسی + چوں دیکه چندان تهره زور

ازان سهم آمدش در دل خراشه

به دیوانه بیم آشفته برخاست

بماند از راه رفتن کاربان ها

بهر یک خانه هوی دیگر افتاد

ز هر خانه سواره نام زد بود

چو دریا شهر دلهای گشت پرشور

نهاد بعضی اندر شهر خود باز

دل خلتی نکند اندر شکستن

مسلمان را نبود آزار چندان

بود در خانه دلها را گزندے

بهر کو حد در افتد در تحیر

ز دوری دمبدم فریاد می کرد

یکمے بهر برادر دست مالان

دل مادر ز سودای پسر چاک

ز خجلت بازوی پیکار دیدار

چو آبه نآید و واپس نه بیند

چو تیر تیز رو در تیز خیزی

بشرم از پشت پیکان می کشیدند

بسوی سیر بد کیشان عرض گیر

که باز آمد عرض را کرده به هور

کشید آه ز دل چوں دور باشی

توان در استخوانش نیز بشکست
 ز سوز سیله دم دم آب می جست
 دهانش خشک لب خشک و زبان خشک
 نهی آمد به بادامش هم آید
 نبود آب دهانش با زبان یار
 سران ملهزم را خواند در پیش
 که صورت کرد نتوان در تصور
 که شد زهرش زمین چون آسمان خم
 مهان رزم ساز از تیغ و از رآه
 که چندین میز میزدند از یک سو
 یک تیر او فتد اندر دهان
 صف د هلی است آخر خرد نیست
 زخود رنجم که بختم نیست فیروز
 شده در جنگها فیروزیم یار
 چه سردست از کرم چون ختم انگشت
 به نیرو می ستاندن پنهانی
 رسم در خنصر آن جم مشکل است
 شده پاهم برهن فیروز کون تخت
 کبودی بال ضرورت خهل مار است
 ز خدنگ بد دلم شد فیلیگون بهر

۲۰۲۵ دلبشکست و جانش نیز بشکست
 قرار اندر دل به تاب می جست
 چو پسته در لب خشک زبان خشک
 ازان حیرت که جانش داشت تابه
 زبان می خواست تو کردن بگفتار
 ۲۰۳۰ پس از دیر که خود را یافت باخوبش
 بهکیرت گفت چندین لشکره پر
 بهری بر زمین و ز آسمان کم
 ملوک کشور و پهل صف آرا
 کرا در دل نقد زمین سان زنا گیر
 ۲۰۳۵ خدنگ انداز چندین بازها
 چاشدکاین تهر مادر خورده نیست
 نجم از سیله گر هست بد روز
 بدی گر خاتم ملکم سزاوار
 مرا چون نیست این فیروز در مشقت
 ۲۰۴۰ چو خاتم را ز من آن مرد غازی
 من از خاتم شوم زین سان که حالست
 گرم روزی بدی فیروزی بخت
 چو فیروزی بران سوارایت آراست
 علم های + سهاه و لعل این شهر

* ن : تف - † ک : چه سوداست از کلم خاتم در انگشت ؟ - ‡ ن : صل های -

د فرعونے چو من زد جامہ نیل
 ز رنگ خود چه رنگ آرد وجودم
 ستد ز نگار چرخ از تیغ من نور
 کہ از تهر سپهر سست کیش است
 سوار لشکرے زن شد یکے مرد
 مگر بهزن ز قعر چه بر آمد
 مگر ضحاک جست از حلقه مار
 مگر روئین تن و روئین دژ است این
 کہ از وے شد و غا را کار زنده
 ملک خاقان ملک زاد از کھن خواست
 هم انصافش دهم زان زور و زان بخت
 خودش بد هم هم اورنگ هم تاج
 بکنجه از جهان خرسند گردیم
 ز بهر خلیجش باید سر آراست
 سر ایمن کے بود از سایه تیغ
 سرخود بایدش در پائے دم ساخت
 ولے شاهان نه خستند ایمن از کس
 بپاید کرد کار پادشاهی
 کہ مارا زین بلاها بر کراں کرد
 چو شد غازی ملک را فال فروغ

چنیں مصرے نہ کردن شایدش مهل
 چوں این رنگ آمد از چرخ کبودم
 همه ز نگار تیغ از چرخ شد دور
 نہ این خجالت مرا از تیغ خویش است
 زه خجالت کہ در عہدم الما ورن
 مگر رستم ز دل ناگہ بر آمد
 مگر کیخسرو آمد بیرون از قار
 مگر پولاد وند معجز است این
 مگر شد حیدر کور زنده
 مگر بو مسلم سوک از زهن خاست
 اگر چه او هست سارا دشمنی سخت
 بود کر جان من ایمن ز تاراج
 ز تخت و تاج ے پیوند گردیم
 ولے رستم است کان کو افسر آراست
 چو سایه کون بر سر چتر چوں میغ
 چو شیر از دم علم بر سو بر افراخت
 ز شاهان خستند ایمن هر کس و بس
 کزوں چوں نیست از دشمن رهائی
 هموں را باید این کار کراں کرد
 ازین گفتار خسرو خان بپاسخ

کہ شد غازی ملک سلطان غازی
سریر چرخ زیر پای او باد

۲۰۶۵ فلک گفت از پئے عالم فواری
ز چرخ انجم سریر آرای او باد

سخن در رای بد رایان و یاران * بد خسرو
کہ آن گمراہ را بردند + سوے لموشی رہبر

کہ نبود سایۂ شمشیر از دور
گرانی و ترازوے ندارد
بود بعد از خلل برگردن تہر
چگونہ دل بجای آید ز رایش
پس آوردن سوے زور آوران کوب
نہنگ پختہ را از رشتہ خام
ز ہوں شد چوں ز کشور گہر فیروز
دے باہد ماں ترک سخن کرد
ز خاطر ریخت بہرہوں نہک و بد را
صوب از رای ہر یک باز پرسید
شد ندش رھنہوں در صلح و در حزم
کہ پل سحکم بہ از تیزن در آب است
بہاید کرد با اندیشہ ہارے +
نہودار فرض را نکتہ پھونہ
دو سوے اندر صلاح کار کوشند

۲۰۷۰ بجای رای دانای را ہوک نور
چو رای از تیغ بازوے نہارد
ہزہمت گشتان را رای و تدبیر
گریزندہ کہ فہود دل بجایش
بہای لنگ مرکب کردن چوب
نہاند ہیچ ہیان ہذر دایم
فرض القصہ خسرو خان بد روز
بے نالاش ز بخت خورشتم کرد
۲۰۷۵ پس ازنگہ پیش خواند اہل خرد را
طریق مصلحت را ساز پرسید
سران ملک ہمت خوردہ رزم
یکے گفتا کہ حد بستن صوب است
۲۰۸۰ ہمی گفت آن دگر کس فیروز کارے
فرستیم آن طرف دانندہ چہند
کہ در آرائش ہنجار کوشند

گر آن سرکش در آرد سر درین کار
 ز هانسی هرچه زان - و عرصه داریم
 شویم آسوده دل زین کارسازی
 شویم ایمن بدین تدبیر و تمهیز
 دیگر گفتم از سر زمانائی خویش
 چو مارا عجز حال ما ز بون کرد
 چو کار افتاد و کار افتاده گشتیم
 چه جوئیم از کس در کار ماری
 کس کو ز باندک لشکر خویش
 جهان لشکرش چون گشت همدست
 نشانند اقبال و بخت با فداش
 نیاید تا سرش در سایه چتر
 بگندی می رسد آنکه شتابان
 بافسوس که خواند مرد دم ساز
 بود چهلست ز بونان را ز بون گهر
 بگشت سوز چو بد خو شوک دلی
 چو باد تنه رو در جلبد از دور
 چو باران از هوا ناوک روان کرد
 دریغی گر بود با چیرگی جنت
 بشطرنج ار یکم بازی نره کرد

۲۰۸۵

۲۰۹۰

۲۰۹۵

۲۱۰۰

که از راه رضا با ما شود یار
 همه در عهد کاری سها ریم
 هم از شمشیر کافو هم ز نازی
 از آن کافر کس و زان کفران ندر
 که چند الزام بر رسوائی خویش
 سلیم • مرده را نتوان فسون کرد
 بسیل تنگ بار افتاده گشتیم
 که بر ما می زند شمشیر کاری
 جهان را بوزر یکسر خویش
 بهنجار و فسون زو چون توان رست
 خیال باد شاهی در دماغش
 کجا سر قاید از سرمایه چتر
 چو سیل نذر کوه اندر بیابان
 چلیون تنه از دهانه کوه باز
 ز برگ گل نسا زند اسیر قیور
 بومش گشت بان را چیسست تاویل
 چراغ از زیر مقنع یک دهک نور
 بدو غافلین چون رو توان کرد
 بزر چورگی با یک سخن گفت
 فرو تو گردد از ترسان شود مرد

چو کار افتد کہ باید ندانجاں باخت

همان پر دل کہ زین سر می رسد تہز

نہ ہر جان لرزہ کرد و نہ ہر اسباب

نہ تلبا کرد چون شہراں وہاں چست

چو او بوداشت تو بخ لا اُبالے

کنوں مارا ہم از دروازۂ غیب

پس اگہم را صبا کردن بدال سروے

چو تو بر مسند شاہان نشستے

علم بہرور کھ و زایوں ہرور آے

کوتہ بکشا کرت در سہنہ عقدیست

چنان زن بر سپہ سرچہ ز پرتاب

زرے را کافتاب عالم افروز

شہاں را گر چہ گلچ افروز باشد

ماہ کار چون نماید بکارے

بدۂ گلچے کہ ہے + انفتختہ تست

چو شد ہاروے لشکر آہن از زر

کوت قحیم الہی یار باشد

وگر بر عکس گشت آئینہ کار

نو برے دادۂ باشی ہر چہ زل کام

یکے بود این و دیگر آن کہ بارے

مقامر وار ہا ہد خان و ماں باخت

نخست از ہستی خود شد سبک خیز

دژ اندر گل فگند و دیوہ ہر آب

ز تن شہشور و قیصرش لا جرم دست

خدا از غیب فتعش داد حالے

بباید خراست نقد فتح در جیب

شدن صد رویہ ہمچوں گل بیک روے

کمر ہم بر مہاں شاہانہ بستی

ز دست خوابکہ در دشت ذوں آے

فروریزانچہ در گلچینہ نقدیست

کہ مستغرق شود بل غرق سیراب

بچشم مہر پرورد از سر سوز

و لیکن از پئے این روز باشد

چرا سنگے نگہ دارند ہارے

دگر گل جست و انکوں ہختہ تست

بر آورد آہن از بازوے لشکر

فتوحات زین فہط ہسار باشد

بدیکر آئینہ رفت این نمودار

چو آئینہ ہماند روشنت نام

بہاند + خصم را آئینہ دارے

که هست آئینه ز کار پیش و از پس
کسی کشته در سینه در
همه آئینه کش گیرند در مشیت
در از آئینه را به نمود
هم اندر آئینه ز انصاف بگر
هر آن آیه خواهی دست از دست
چو آبست آن که سست بر کف آید
حسن را گداید این گفتار در گوش
رخ از دارو تلخ از چه ترش کرد
بناموس که دادندش کسان دل
علم فرمود بر انجم کشیدن
درون سوهی از چه پالان بر شمع برد
بسان حقه سحاب در طرز
چو کفش تهر بر از بخت سکن
چو ماهی بوه نفس از بهر گاش
خوب او در دلهای و جان در دوا در
گیردش بهن چه سان باشد ز دشمن
چنان تر به کسی را که بود که
بوی آمد برسم تا جداران
صف آرایان بگودش صف شکن هم

۲۱۲۵

۲۱۳۰

۲۱۳۵

۲۱۴۰

رون چون آئینه دو دست هر کس
سوی ز پشت چون آئینه دارد
بسوی در ازین روی کند پشت
نه سوی پشت سوی روی بود
صدا سوی دگر ز سوی دیگر
ببودی دست شو تا بر کف دست
که بنهاید و له بر کف نهاید
شدهش خون در دل انکار در جوی
وله چون دید سود خود فرو خور
شدهش در مصلحت باری دسان دل
مراتب ز اختر پنجم کشیدن
نمودار دل از بیرونش پر بود
درون سخت و درون سولور بر لرز
درون صد سهم و بیرون چرم رنگین
درون جوشن درون سو خار خار
تلش در شهر و جان در دهاو ماند
که صد فرسنگ جان بگریزد از تن
که او از جان رست جان و از و
جهان پر شد از چابک سواران
نراوان پل جنگی پهل تن هم

ز پیلان در خرامش چلد در چلد
 همه چون دیو لهن دیو با جنگ*
 برادر خانقاناں مرتد شوم
 بگردش هندوان پر ز تلپیس
 مسلمانان که خدمتکار هندو
 چنان آمیخته با آن سواهاں
 ز هندو و مسلمان لشکرے پر
 خرامش گر شد از دارالخلافت
 بر آمد پیش حوض خاص دهلوز
 ز تشویش ملک غازی که ناگاه
 سپاهی کو نکلجد بستم فرسنگ
 که اندر خیمهاے فلسفه کردار
 صفے † کز ازدهاے شد گزیده
 لوی ‡ کردند ناهموار در پیش
 پس پشتش النگ § گل کشیده
 درون سوه النگش حوض روشن
 سپه گونے گولت از حوض تعلیم
 اگرچه حوض دورے مختصر دافعت
 بگری می رسد آوازه هر روز

۲۱۴۵

۲۱۵۰

۲۱۵۵

۲۱۶۰

صد البرز گراں بل پاتصد البرز
 همه چون کوه لیکن کوه ے سنگ
 موان زانچ چهرهں چون یکے بوم
 چو عنبرقان هائل کرد المیس
 بسان سایه گشته یار هلد
 که خدوات مسلهاں با گناهاں
 که زان شد گبر و مومن در تصویر
 نهاندش بهر جنبیدن مسافت
 سرا پرده بر آمد هر طرف تیز
 رسد با سهل و اندک فوج از راه
 با نبره فرود آمد چنان تنگ
 صبرا را جائے جنبش بود دشوار
 بلورے مار پهنے بد خزیده
 که پاک از وے سر آید در نگ خویش
 سپه را در درونش دل کشده
 ز هر باده هوی پوشود جوشی
 که بهش از جنگ جوشن داشت از بهم
 همه لشکردان حوض آب و خورد اامت
 که انکه می رسد آن مرد کهن توز

* : پاچنگ = قش - † (کذا) ‡ مشکوک - لور = گڑھا یا بل -

§ النگ (بقتھتین) = دیوار مور چال -

<p>از و یک ذات و از دیگر شہاں سی جہاں ہر ہندوان تاریک سی شد بود ہر شب پرک تاریک و دیجور</p>	<p>گوشٹ از سرستی و آمد بہانسی بدہای ہر چہ او نزدیک سی شد چو خورشیدے کہ بارد ہر جہاں نور</p>
<p>خزینہ دادن و تاراج بہمت المال از خسرو ہر آن گنجی کہ جمع از باختو کردند و از خاور</p>	
<p>کہ نہرود سینہ لرزاں در نشانند کند نام بزرگی را فرو مال نہ آن کس کو برد منت پیور چو زہر بر بست ہم بر وے بخشد ز بن ہر شاخ پیورن افکند بار کہ ہم ہدرہ شود نقصان ہم بدر چو پیورن شد ز قصر از بخت قاصر کہ در شہر خدا غوغا ہر آمد بسنگ انداز باد سی خورد کہ سنگ انداز در شہر خدا داشت سر با تاج ہم بے تاج گرد مراد عالی را در کشادن ز زر و نقرہ، کوئی فزون قر چو بادے کوہن خاشاک یا خس</p>	<p>بقدوت بہ زر و گوہر فشانند ز بہم دشمنان بخشیدن مال نہ آن کس کو نشانند نام گوہر چو گل گاز شاخ زر ہر غاچہ بلند چو زائے کو خورد سورہ ہملقار چنین نادادہ بہ گنج گران قدر فرض القصد نا منصور و ناصر جہاں را بین چہ سودا ہر سر آمد دل انگلہ کہ خواہا کوش سی کرد دلش بہن کوہہ بے دینی را داشت ز بیم آن کہ زر تاراج گرد اشارت کرد گنجی زر کشادن ہر ز کویہ ہاے فقرہ و زر ز اندازہ فزون سی برد ہر کس</p>
<p>* کذا - نامفہوم - دوسرے مصرعے میں تیرا لفظ آگیا ہے مولوی رشید احمد مرحوم نے "گوئی" قیاس کیا ہے -</p>	

۲۱۶۵

۲۱۷۰

۲۱۷۵

چراغ کام ہو کس شد فووزاں
 چو سوئے کو بر آرد سر ز آتشی
 چو ماران سہو غلطوہہ بر گنج
 بیک بدرہ ہزاراں بدر کامل
 بدوں می رہخت صد گلہ ایک سلف
 بواصل داشت دہ پیرے شمارے
 بہ بعضے کان زر بے هیچ رنجے
 کسے از فقرہ کان صحن و خواں بود
 کسے از تذکۃ بدامہ علف کرد
 کسے نو سکہ سہم زود رو یافت
 ہمی شد مال بہت اماں قارت
 ز دریا موج بد بے سہل باران
 کرور ننگہ زر بود لے لک
 کہ گرتدہ زلف از بہر محتاج
 نہ بر بالا کند شاہنش پرواز
 رواں شد جوے زر در پوش از جوے
 ہمہ تہال بد زنجش تہال زر شد
 کہینہ ہندوے نو چند آن برن
 و لہکن بیم آہن ہم گراں بود

ازاں زر ہائے چون انکشت سوزاں
 زر والا شدہ ہندوے ہو کس
 ز مال بے کراں گبران زر سنج
 شدہ از سکۃ زر بدرہ حامل
 ز چرم خام دیلار ری و بلخ
 بقدر واجب خورد ہو سوارے
 بہ بعضے فوج می دانند گنجے
 کسے دہ قرص زر پختہ ناں بود
 کسے * را چند زر کلہا بکف کرد
 کسے از مہر کھندہ وجہ نو یافت
 بانگہے کہ ناید در عہارت
 بخانان و ملوک و کار داراں
 متاعے کز خزانہ بود ہو یک
 رسید آن گنج ہائے پر بتا راج
 نہ شاہین ترازو سنجدش باز
 بخواری روے شد نقرہ بہر روے
 ز بوسی + بسکہ ہندو سہر خورد شد
 مسلمان زر اگرچہ بے کراں بود
 اگرچہ بردن زر بے کراں بود

۲۱۸۰

۲۱۸۵

۲۱۹۰

۲۱۹۵

* مشکوک۔ بدامہ = بہرہ ؟ † فرہنگ جہانگیری میں یہ لفظ سیری درج ہے

اور یہی صحیح ہے۔

همیشه دم بدم آوازه در شهر
 گزشت از هانسی آمد در مدینه
 از آن آینه دین مقدار نویافت
 چو در رها تک سه پاید کرد رایت
 چو در مندوتی آمد بهوش منصور
 چو زنده نان فراسی کرد برخوان
 چو گرد آن سه پر شد پیالم
 چو نور افکند بر کوه کسلپور
 علم گر حوض سلطان عکس بنمود
 چو میله چند از آن نزدیک تر شد
 از آن جا سوه آب حوض ره جست
 پر از دهلیز و خرگه شد سراسر
 پس پشت آب جون و پیش دهلی
 ز رود جون همی آمد ندائے
 ملک فخرالدول بر روئے لشکو
 جوانی هم چو بخت خویش بهدار
 بگاه تیغ هر زخمش بلای
 بهمن* هر پیکش چون بهل کشتی
 بهر سوئی بتغی عزم می کرد
 از آن سهری که زد در سینه خنجر

۲۲۰۰

۲۲۰۵

۲۲۱۰

۲۲۱۵

که اینک دهره * زن شد صفدر دهر
 فمکن عونه دین الهی یله
 مدینه حودر گراز نو یافت
 ولی عهد نبی شد در ولایت
 بد هلی شد دمه نفعه صور
 و فرالهره من امه و اخوان
 به چشم هندوان شد تیره عالم
 شد آن سنگ از صفار خشنده چون طور
 مناره حله بست از ظل مدون
 سپاه هندوان زهر و زهر شد
 ز تیغ آرایش یک رزم زان شست
 همه صدوائے لهداوت ز لشکر
 کجا یار ستادن چشم دهلی
 ظفر با خوش دلی می کوفت پائے
 چو شهران بر تنش هو سوه لشکو
 رموده خواب بهداران بیک بار
 هر انگشته بدستش از دهائے
 که گردد غرقه در کبر کنشے
 همه تدبیر کار رزم می کرد
 نمی خفتند بهداران لشکر

<p>و هببت هر زمان از خواب می جست بلب گم کرده دفدا نهاده خندان درین قصه که چون گردد سر انجام بهر دل جز غم پیکار کم بود چو پیر در ستائے را سر و ریش جهاں شد بر سواران حلقه تنگ که در دل تنگش از بیم جان است که تنگ آرد درون دل نفس را</p>	<p>و گر کس دهنده بهر خواب می بست ز صفرا مانده خلقی بسته دندان فراهم گشته هر جا خاصه و عام بهر چه می جز این گفتار کم بود همه شبها کسان در بیم و تشویش خصوص آن شب که در روز خواست شد جنگ کسی داند که این تنگی چه ساا است مبادا تنگی دل هیچ کس را</p>	<p>۲۲۲۰</p> <p>۲۲۲۵</p>
--	---	-------------------------

حدیث دریمین فتح ملک قاری و وا گفتی
 ز ترتیب سوا و جلیش و برکوب و کو و فر

<p>گل فیروزی از فیروزه گلشن شود در های فتح از هر طرف باز سپر در دست او شمشیر گردد که جوشی گردش دیا بر اندام شود قبت یه ا نصر من الله صواب آموزدش چرخ بد آموز ز آهو بگزرد دوزخ دل شیر شود هر گوه قیغش چو خورشید ازو هم سوه دشمن باز گردد جهان پیل بنده بهر او سهد چو فتح آمد ز اندازه برون است</p>	<p>کسی که بشکفتد بخت روشن بهر کار که اقبالش کند ساز شکالے در صف او شهر گردد چنان باید بسد عصمت آرام دعائے بد کند گر سوئے او راه بهر چاره که گردد حیلست اندوز کشاید گر بر آهو فاوک چیر بهالم گیری اندر بیم و امید بر او دشمن چو تیر انداز گردد سواری را کند گر بر فرس جهد اگر لشکر کم است و گر فزون است</p>	<p>۲۲۳۰</p> <p>۲۲۳۵</p>
---	--	-------------------------

سپاہ و لشکر آنجا کیست بارے
 کنوں دیدیم ز اہرن ہر شہ مصر
 کہ چون از دہت در آمد شاہ غازی
 کہ فردا رایت افرازد بہ پیکار
 نہانی رفت عین الملک بیہوش
 عزیمت شد بشہر خود اُچیلش
 سران و سرکشانش نیز ہر پائے
 زمانہ قلقل خو نیز ہر داشت
 زحل آہی و مریخ آتشیں داشت
 ازاں ہر روز ترقیب آہنیں تر
 ہر آمد چوں سماں یک نیوز ہلا
 بکین سڑے ملک غازی کہیں توڑ
 تو گوئی خواست کردن با فلک حرب
 کہ جز سبغ شدادش من نکویم
 دو صوفی نوش خون را شستہ سافر
 کہ مصرے گیرم از شمشیر چوں نیل
 کھر بستہ بکین چوں میم کوفی *
 کہ ہو از سایستی + ہر افراز

کسے کلید بلندش خواست کارے
 ہدان ساں کات فیروززی و نصر
 چنان ہوہ این حدیث تیغ بازی
 شب جمعہ حسن شہ در پئے کار
 دران غوغا کہ ہر کس ہوہ مغفوں
 چو بنیادے دہد از ملک عینش
 ہمہ شب ہوہ خسرو لشکر آرائے
 چو صبح جمعہ تیغ تیز ہواشت
 ہمہ تن سہر کردن تیغ کہیں داشت
 بعزم رزم شد توتیب لشکر
 چو خورشید درخشاں در تلا
 روان شد تند خسرو خان بد روز
 سپاہ آراستہ از شرق تا غرب
 صفے چون ہفت جوش آہن نکویم
 ز دست راست گشتہ کینہ گستر
 یکے خاں یوسف صوفی بہ تعجیل
 دگر ہا او کمال الدین صوفی
 ہما نہا تو تمار اندر تگ و تاز

۲۲۴۰

۲۲۴۵

۲۲۵۰

۲۲۵۵

* کوئی خط کوفی - ن : لوفی - † قرۃ قمار نامی ایک امیر کے بیٹے کو "شائستہ خان"
 خطاب دیا گیا تھا - یہاں اسی سے مراد ہے اور غالباً مصرعہ یوں ہے :
 "کہا ہوہ از خان شائستہ سرفراز -"

بہر ف مہر داری گشتہ مشہور
 شہاب آن ہار یک را نامب کار
 ہمانجا پہلوے کا فور عنبر
 بہاء الدین د بیرش ہم مدد ہوں
 ہوا داران خسرو خان کم بخت
 ز دیگر خوک خواراں جست یاری
 دگر گج برہہ وناک + از تیرہ رایان
 امیر حاجب سلطانہش خواندند
 کہ رفت و باز گشت از بہر خون ریز
 شدہ دیوان عارض ہم بدای ضم
 ہمانجا نیز دہش گشتہ کہیں جوے
 کہ ابن جا یک بہ یک را باز خواند
 بخون رازی چو خون خویش جوشاں
 سنان سرتوز گشتہ خنجر الماس
 چہ مست معبری چہ پھل ہنگی §
 سوارے دہ ہزار از رانہ درای
 سیاہانے بسان درون سرکش
 شدہ دشت از سیہ روہاں سیہ درے

ہمانجا پا رکھل باب کا دور
 ہمانجا راست کردہ فوج ویکار
 ہمانجا خاص حاجب ہوں قیصر
 ہواں جانب بگمیں میروادہ ہوں
 بدست چپ ہم انبدہ لشکرے سخت
 یکے مرتد * گلہ خوک خواری
 دگر رن دھول یعنی رائے رایان
 دگر سہیل کہ حاتم خانہش خواندند
 دگر آن مال دیو آفت انگیز
 دگر اصحاب دیواں جملہ باہم
 دگر بد قبلہ رائے یغندہ زان سوے
 اموران دگر را کس چہ داند
 ہمہ نو میر گشتہ پارہ گوشاں
 فلاں را چونام خون دران پاس
 خواہاں پیش صف پیلان جنگی
 براو گرد پیلان شد صف آرائے
 سپاہ در زخی چوں کورہ آتش
 ز رنگ روئے شاں ظہوت بہر سوے

۲۲۶۰

۲۲۶۵

۲۲۷۰

* مراد حسن کے بھائی خانقاہاں سے ہے جسے بڑی بھی لکھتا ہے کہ مرتد ہو گیا تھا - † (کذا) ممکن ہے کہ صحیح لفظ گج برہہ ناک ہو - ‡ ن: پیر (۴) - § بنگالی -

نشان کفر شان در چہرہ پیدا
 اہا دالہ گلا دیو بر دیو
 زہر خوردن نشستم سیمہ بر سیمہ
 صفین شان مار مارو سردیسو مار
 ز خجالت خشک گشتہ صندل تر
 بد آن جا گرد ماراں صندل قاب
 چو آہرے سیمہ بالا زندہ شاخ
 بہ تیغ بہر مانی گشتہ خرسند
 کہ بر سر بہرمان بلندند در جنگ
 ہسان صبح کاذب در شب قار
 طلوع صبح صادق چشم می داشت
 بسے پایک گران زخم و سبک پایے
 ز رایت بردہ در روئین ندی نام
 دگر روئین تن اندر پیش شان نال
 بر پیش گاو دم صد اشکلم بست
 کہ از شیراں نہ ایم اندر وفا کم
 ہم از سر خاستہ ہم از ہمہ چیز
 چو افسوس گر بگرد سایہ داراں
 خروشاں چوں نمک در آتش تیز

دران تاریک چہراں عقل شہدا
 اہر دیو و ابر دیو و اسر دیو
 دگر * نوسہ سائیں سہہ برسیمہ
 ہگر ہراسو بھری مار و ہر مار
 بزئی صندلی کالودہ در ہر
 خوردن در گرد صندل مار اگر قاب
 رواں باخشت و روئیں ہندو گستاخ
 ہمہ از بہر مردن بہر مان + بلند
 بلے رسے است ہندو را در آہنگ
 سکے مرتد ہراں گہراں سپہ دار
 فلک کو جز بموسن مہر نگماشت
 بسے راوت بگرد رائے در رائے
 برنج خوردہ در خوردہ در اندام
 ہمے روئیں تن اندر پیش شان قہال
 ازاں پرچم کہ ہندو گاو دم بست
 بسے دندان خوگ آریختہ ہم
 بساکس بہر برد ہندوئے لہو +
 بہت § پیکار با آن نابکاراں
 بسے گندہ نمک ہم گشتہ در خیز

* (کذا) - + ایک ریشمی کپڑا - ‡ ک : ہیز - بمعنی نصف مرد برد کی
 رعایت سے - § بہات (جنگی) -

سپه فوجی مسلحان نهی گهر
 بیکس کار گیتی داده منهور
 بدین ترتیب لشکر راند خسرو
 همارو رو که آن بد حال می زد
 سپاهی کس چه داند وصف آن کرد
 ز آفاق آسمان در تاب گشته
 بلرز چرخ سپهائی هم از تاب
 عنان داده بچوای شیر مردان
 زره پوشان نمود از زیر پولاد
 نمود اندر زره هندو و لالا
 بجوشن مرد گاه کینه جوئی
 بجوشن گوئی هر نیرو جاکی
 بسا پخته که زیر خامش اندام
 چو در پیش ملک غازی رسیدند
 نمود آن روز پر دل در پئے جنگ
 چو دید آن حمزه خیل خاص را خواند
 که کارے سخت پیش افتاد مارا
 بهر خویشتن چون خویشان دل سوز
 دشمن و قیامت کاندل حق یاری
 همه مردانه گاه خفتن و خورد
 بسا مردان که جلیده از زرد و زور

۲۲۹۵

۲۳۰۰

۲۳۰۵

۲۳۱۰

۲۳۱۵ سردار زور مند و کار دہیدہ

ملک را جا بجا ہمسے بود

بغلامت پیش از آن سو گلد خورده

ہمہ # دل را بجان بازی سپردند

بپوشیدند خاک از راہ تعظیم

۲۳۲۰ کہ ما را چون کرم ہائے تو پرورد

چو جانے شد مہم ہولناکت

دراں جاے کہ از رخشت چکہ خورے

سر ما چون گلہ از دولت یافت

سرے کز نیغ ہر روزی سلام است

۲۳۲۵ تو در ہر جا کہ کوئی نا ترا ندیم

ہمیں دم ہیں کہ در یک حملہ کار

چو لشکر گار راں را پاسخ این داد

سبک غازی ملک شد در پئے جنگ

چو او از فتح و فیروزی طلب کرد

۲۳۳۰ ہمی جست او مدد ز ایزد تبارک

بائیں نخستین لشکر آراست

سر صف مہملہ حاضر باخلاص

بلوچ در نہیں شیر سبک عزم

بدیکر فوج از آن پس پہلوئے کار

کہ بودند این عمل بسیار دیدہ

کششہ کردہ کوششہ نمودہ

بجہد و جان سپاری ہمہ کردہ

خیال جان و مال از دل ستر دند

نہادند از سلامت سر بہ تسلیم

بباید مرد را شکر کرم کرد

نہ جان ما بہ است از جان پاکت

برفت خون خود رہنم صد پے

سر از حکم کلاہت چون توان تافت

ز تو بر گردن ما ماندہ وام است

بگردن کردہ آنجا پیش رسانیم

بافدک سی زنیم آن قلب بسیار

سپہوش مژدہ تاج و نکہں داد

سپاہ کوہ وہی را کون بے سنگ

جوادش بہر جاں بخشش طرب کرد

ہمی گفت آسمان الہ ببارک

بہر جا لشکر آراے ہر آراست

بہار الدولہ خواہر زادہ خاص

ملک بہرام ایہہ رستم رزم

علی حیدر بہر دو قام کرار

۲۳۳۵ بسوی میسره دار کهن کبر بلند
 بهیگر فوج هم چون سعد و قاص
 بدیگر فوج بود آماج دارے
 سر صف میز هادی صفدر شوق
 بهقلب انهر کزین خاص تقدیر
 ۲۳۴۰ ز عین حق یزک در پیش کرده
 نه هم چو دیگران ز آهن چغل پوش
 دور محض در چپ و در راست در نای
 تو پنداری که خورشید فلک راست
 سنان نیز هاش انهر تالا
 ۲۳۴۵ علم ماه و او با فر شاهی
 بهر سو شاه یازان برانده
 که آن غازی ملک هر جا که زند کوس
 که زان یمن از سپاه کافر شوم
 ز طایفه که زین سان داد اثر ها
 ۲۳۵۰ حدیث آن پر طایوس مهور
 که این آوازه زان گهران در هم
 غرض آن روز چون طایوس افلاک
 ملک فرمود تا هر صاحب کوس
 که تا فرقی بدانند خصم بد سیر

ملک فخر الدول شایسته فرزند
 اسد والا برادر زاده خاص
 جوش و غوری شهاب اسفند بهارے
 به تیر و تیغ هم باران و هم برق
 ملک غازی سچو دار جهان گیر
 توکل هم عدان خویش کرده
 سلیم از صفت یزدانش بردوش
 رسیده سر بگودون پای برجای
 سماک راسخ و اهل چپ و راست
 گذشته ز اسیانها فیظه بالا
 چو سعد اکبر انهر برج ماهی
 پر طایوس را بسته نشانه
 همایون داشت بر خود پر طایوس
 پرانیده بسے سر با پر بوم
 بهر بوم مثل رفیع خبر ها
 چنان در بوم ها گشته همایون
 کله با پر بوم افکنده سر هم
 ز بال نور کرده آرایش خاک
 به بندک بو علم ها پر طایوس
 ز راهات ملک با راهت غیر

چو شهبازے که از قوت نه از کید
سناه از هر دو جانب گشته در جوش
بجهت آن طائر فروخته رزم
اجل دندان بخوردن نیز کرده
ز خون خود هر دوای دست شسته
مبارز چو و جزاں گر بهر سو
غزل را بس امید از خود بریده
ز دودا برد ز انسان سرد کشته
ز جنبش های لشکر غرب تا شرق
دراں جنبش که عالم پر بلا بود
ز آواز "قلا" هلمکام خونریز
چنان شد گردن پر خورشید منظور
ز بهر مومنان کا فتنه در خاک
ملایک فائده آفاق کرده
سعاده حور و غلمان بهر آشام
ز بهر روح چندال و میوان
ز زنگ سوزش ایمان بلاموس
ملک فازی درین دم پر دل و شاد
درون شد به هر اسی به تمعجل
همیوائی که باغ صدف را
که چون در دهنه جنبه هر یک از جا

۲۳۵۵

۲۳۶۰

۲۳۶۵

۲۳۷۰

۲۳۷۵

همه طاروس هندوستان کند صبی
جهان کرده سلامت را فراموش
به پرواز شکار انگشته هم
امان بهر گر هوش خیز کرده
سنان و تیغ شان ز اندام رسته
سر به خود را بالا زده مو
ز سهم قیصر پیران جان پریده
که لب شان خشک و روشاں زرد گشته
زمن می خواست در دریا شوک فرق
نشانیء ملک فازی "قلا" بود
جهان در چشم خسرو گشته شبیه
که نورش خاک گشت و خاک شدنور
رسیده مزده های رحمت پاک
در فردوس رضوان باز کرده
رحیق سلسبیل افکنده در جام
که هم در سوختن گردند دیوان
سقر بر آتش خود خورده افسوس
به تنه سو بهیلان رفت چون باد
کجا هیبت خورن پیل افکن از پهل
همی سلجید هر کوه گران را
چسان بایه فرون افکندن از پا

که تیر از کوه چون گردد ترازو
بصید پیل نهر و گرد بالش
علان فتح کرده آسمان گیرد

ز دل سلجوق نے از زور بازو
چو میزبان بست شاهین خیالش
بقلب خویش باز آمد جهان گیرد

مظفر گشتن فازی ملک بر لشکر خسرو
بازندک فوج و لشکر پیل وصف درهم زدن لشکر

۲۳۸۰

بعزم دست بردن موی در موی
برون زن هم چو از دریای پر موج
که یک فوج ملک فازی ز جا برد
ز غوغا خلق هر یک دیگر افتاد
عنان را هر کس موی نگرفت
که گیرد از نهر و خویشتن ذوق
نهانده دیگریش از پیش و از پس
ز خشم آلودگی با حاضراں گفت
نخواهم یاری یارم خداست
کش از هر سو در آمد صفه و چند
که از هر گز به انداز گرد از
برادر زاده در معنی برادر
بهاء الدین دلی پر صدق و اخلاص
بفرزندی است عقدی بسته محکم
بخیله بانصدی شد بلکه زین کم

چو آمد هر دو لشکر روی در روی
ز سوی خسرو مدبر یک فوج
چنان در حمله با تندی پے افشود
ز صف بگوش و در بلکه در افتاد
بسی فوج گواں هم روئے بر تافت
نرفت از جا ملک فازی بهک جوق
سوارے سی صدش دنباله و بس
چو دید این حال با تندی بر آشفست
که من تنها نه ام تا هر بجایست
همو این راز خودش را خداوند
یکے بهرام ابیه دم سازے
دگر دین را اسد کهن را چو آذر
دگر شایسته خواهر زاده خاص
دگر والا ملک شادی که او هم
چو گشتند این همه یک جا فراهم

۲۳۸۵

۲۳۹۰

همین مقدار فوج اندک و بس
 که گرد چهرش آمد و تصور
 به تنگی سوره چتر و چادر کوفت
 که گشت از حمل آن صحرا خروشان
 پرهشانی در آن جمع پرهشان
 بمات اندهش کردند از ترها
 نه دل بل سنگ خارا شد قوارز
 سواران را بدان ده مشت می کشت
 صامی داد کر گس را که پش آئی
 ولی زاغ کمان را طعمه جان بود
 بفعل دل کلید تاز می کرد
 کلید نه بفعل آهن بود
 چکر می شد چو سوری پاره پاره
 ز هر تن لاله رست و ارفوا هم
 هزار انگلده در هر بازئی خویش
 هم اندر دیدنش بد خواه جان داد
 خرید از بیلکش زخمی بهانه
 نگویند گردش بفرق آن نگویند بخت
 مراتب را همه توتیب بشکست
 دیگر سر کم سوانش نهی در دم

۲۳۹۵ ملک فازی چو دید از پیش و از پس
 نپندیدش از آن انبوهائی پر
 سهک تکبیر گفت و تند بر کوفت
 بران سان حمل آورد جوشان
 ۲۴۰۰ فکاز از حمل آن خوب کوشان
 نهم فتح کازجا شد سهبا
 ز تهران گوان سخت بازو
 کمان یک مشت بود و تیر نه مشت
 گرفته زاغ بر شاخ کمان جا
 به زاغان طعمه چرم و استخوان بود
 ۲۴۰۵ طعمه سینه را دروازه می کرد
 دوان دلها که بانس سخت کهن بود
 ز سوره گل نه کم بود از کتاره
 از آن کمر که دل برد و روان هم
 یک انداز از هزار اندازئی خویش
 ۲۴۱۰ ملک هر سو که مرکب را غل داد
 یکی کاغذ پشش ناگهان
 ز بس کوپر دای بر چتر زد سخت
 فکاز آن چتر و آن ترکیب بشکست
 حصن سوره گرهان رفت سر کم

۲۴۱۵ گزان سو گشته گم در گم نرفته

هم آخر دور چرخش اشعلم کرد

ملوک از بس که خون آلوده رفتند

حسن بس کان غبار غم فرو خورده

سرا سوده سپاهیه پهبش بوجه

۲۴۲۰ نه پهلای را بجنبش زور یا بود

علم از تیر بر بالای پهلای

هزبرای پشت سر تیغ کرده

گریزان هر یک افتان و خیزان

اجل با جمله باره کرد زان جنگ

۲۴۲۵ یکی را بود زخم نهزه بر پشت

یکی را جان شیرین گشته ده گهر

یکی را چاک پهلوی خنده در کام

یکی را هر دهان انگشت زاری

یکی را تیغ بر زانو رسیده

۲۴۳۰ یکی را خون ز شه دگها کشاده

یکی افتاده بود و زخم خورده

یکی را آمده شمشیر بر روی

یکی غلطه جان می کند در خون

یکی از تشنگی مرگ ب هوش

سرش کم گشته از سر کم نرفته

چو پاگم کرده به سر نیز کم کرد

ز گرد کم غبار آلوده رفتند

شدش رخساره چون گل چون گل زرد

گریزان گشته دریای ز موج

نه پهل افکن یله را دل بجا بود

شده بر خار چون شاخ مغیلا

بسوی پشت روی تیغ خورده

تلش از جان و جان از تن گریزان

چو دیوانه که باز شیشه بوسنگ

یکی را حربه در دل رفته با مشیت

یکی در تلمشی جان کندن از تیر

یکی را زخم خون گریبان در اندام

یکی انگشتوارش زخم کاری

یکی را آهسته زانو بریده

یکی ب خود مهان خون فدا

یکی می شد یکی را زخم کرده

یکی را نهزه در رفته به پهلوی

یکی را جان ز تن می رفت بیرون

یکی سهراب خونهای جگر جوش

۲۳۳۵

یکے از معجز تن داده به تسلیم

۲۳۳۰

یکے در خار پنهان سو درون برد

نهنگ آهنگ از در ها سواران

چنان در دست و پا افتاد مردم

اگرچه پشت شان رو بود هر سوه

بسا پوینده را کانداز دروا دو

اگر می جسم مرغی در میان

سوار قدر صف فیروز مندان

گریزنده قنا کرده سوه جنگ

چنان از تنه داد زخم می داد

۲۳۴۵

پلرک تغم می شد در جگر ها

یاق را زخم خنجر مست مانع

سو گبران ز شمشیر هوا کوش

قراقی کز هود و ترک می خاست

ز نلده هیچ سوه گرز نگزارد

۲۳۵۰

ازان در خون سرشته آرد خام

شکال سیخ کرده سبالت خویش

شهادت ستم که در صحرای ناورد

دوان دشت از دل و از چشم هر کس

که نه دل می شدش در چشم دیدی

یکے در لور لور * در می شد از بهم

یکے هم در میان خار بن مرد

دوان بے دست و پا مانند ماران

که شد هر مردی را دست و پا نگم

همه سو پشت گشتند از همه روی

ز زخم تهر خورد ان گشت جو جو

همی شد رنگ رنگش سلکدانه

ز فیروزی چو بخت خویش خندان

دلور در قنایش کرده آهنگ

که اندر نقره گم می گشت بولد

مهاوز در زمین می گشت سرها

شراب سوگ شان داروه نافع

تو گوئی عاریت بودست بردوش

ز دلها خون ز سز ها مغز می کاست

که در پشت استخوان هارانه گرد آرد

خورشها پخته شد بهر دد و دام

که روزی گشت تنهایی ز حد بیخی

دل و چشم است خورد کورگس از مرد

چنان پر چشم و پر دل گشت کورگس

نه چشمش رفت سوه دل کشیدن

۲۳۵۵ دران هنگام گفت را صلا بود

مسلمان بر مسلمان تهنیت کم زد

معاذالله که گر شمشیر خون ریز

شده روشن که چون گشته ز بنهاد

ولے می شد ز هندی بواو

۲۳۶۰ از آن سوهائے هندو گوئی افلاک

فتاده هر سو آن نا خوب فال

ز هر تن تیر روزن ها کشاده

خندنگ ترکی و تور خطائی

بهر سو سهل خون رانده ز هر تن

۲۳۶۵ شده در هر یک هر دیو در جوش

سلان در سیل آن تیور کهای

بهمین واوت که در زور آزمائی

چو بکشانند تیر بے خطا را

ز خون گهر و مسلمان هر دورها

۲۳۷۰ ملک قازی درین رزم اہستاده

که ناگهان ز هندو پر آشوب

هزار افزون برداؤ سیمه دے

شد از قازی ملک بر چرخ نکهت

در آمد زان سپاہ آن حملہ تہز

بہ یک جا گهر و موسن در بلا بود

مگر هندو کھوکھر کیی قدم زن

بشوقریز مسلمانان شدے تیور

مسلمانی خراب و جلت آباد

کماء من ہنا بیع دماء

سراسر جو ز ہندی کاشت در خاک

بروے خاک ہم چون فال زان

عجب بہن تیر در روزن نہادہ

چو قد دلبران در دلبرہائی

کہان رستم و بہادران بہمن

چہ بیژن پر از خون سیاہی

زبان می داند و دل سی برد ازایشان

بروے پهل گفتی سرور ہائی

بزاری گذشت "ہے ہے تہر مارا"

ز دین دین و دین دین و دین

سواران دے در غارت نہادہ

بیکے فوج کہیں کہ کرد بر کوپ

برو سرخی ز خون خویش رو شوی

ز گہر آواز نادراین ہوا گہر

دران شد خلیج ہندی بخون ریز

۲۳۷۵

زه آن فوج یوار بر علمها

بسے کلک علم ها شد قلم ها

۲۳۸۰

علم های ملک غازی فرد خدیت

همه ماه علم شد با زمین جنت

تعالی الله ملک غازی چه دل داشت

که با آن جمله چای خویش انکراشت

در آمد پهلک پهلک زبان تهر

از آن دوزخ روزن گشت آتش انگور

همی غلطید هر کوه ز کوه

چو کنگرک از تنک زاغ از کوه *

ز زخم تهر در یک چشم زده گشت

سیاه و لعل رام از کشتن دشت

ز هندو تهر ژوینده همی چست

که در خارا نهیده لیگ نلست

بدان نهر که هر ترک هدر بمن

همی زن تیر و روسی کره زوین

از آن هندو که جان هر یکه رفت

فراوان گشته گشت و افدک رفت

چو آن فوج شکسته پوشه راند

ملک غازی کره را پیش خره خواند

اشارت کوه با یک ماهی خاص

بر آرد کش ملایک خواند اخلاص

کره چون کرد در نصب علم زور

شد از نصب علم چشم بدان کور

سبک برداشت ماهی را علم دار

ملک غازی ستاد آنجا علم دار

طلوع آفتاب از برج ماهی

همی دانه فوید بادشاهی

دهل زن را هم اندر پیش خود چست +

بفرمودش که شیند بفرس چست

بگفتش گای تهی سیده دهل دار

دهل پهاوے این یو دل نکهدار

نکر چون می زند فتنم یلماس

بدین بانگ دهل بر آسمان کوس

چو من قادر شوم از بیعت نهرور

برین شب چهره گبولن سیم روز

بمزه آنکه در جای چلیپ تلک

دهل پیغم زدی در نوبت جنگ

ز بهر عیسی روز و روزگوست

دهل پر زرشانم و کلا رت

۲۳۹۵ بهاهی دار هم گفت اندران تاب

ترا زان پس که ساکن گردد این برق

من و این ساهو و بازگ دهل بهش

صف از بهم چو سیل همت شاخت

برین سان چون سهندار صف آرای

۲۴۰۰ سواران پراکنده که دیدند

رسید از یک طرفها صدق و اخلاص

ز دیگر سو ملک غازی بر آمد

علی حیدر هم آمد حیدر آسا

گرد بستند شد جمه همتی سخت

۲۵۰۵ بهر اجانب ملک غازی نظر کرد

ز یک سو دود فوجی محکم از دور

سواء انبوه و پهل چلد در بهش

بسی بالا بسی در شیب مانده

ملک پرسود کین لشکر کیا نند

۲۵۱۰ چو پرسود ند سنبل بود و کلور

همان جا یوسف صوفی صف آرای

ز هندو نیز با ایشان یکم فوج

تغیر کرد روز آن را دران حال

ملکها جمله صف خاچر بر آهض

۲۵۱۵ بسختی زد بوان فرمای انبوه

که گرد آوی نو ماهی هم برین آب

میان تکه چون ماهی کلام فرق

کلم صد صف بکلام ماهی خویش

سوار آب ز برگستان پاخه است

تن تنها علم را داشت بر پای

علم بر پا رهز سو در رسدند

بهادر دولت خواهر زاده خاص

ملک بهرام سوارے دیگر آمد

دگر شیران یهکار از در آسا

که فتوحش زان نوره پورون دود بخت

که زان پس بر که باید رخس بر کرد

به پیشش فیله پیدا نهمه مستور

مسلمان نهز ناوک زن چو بد کیهی

ز کوب حمله به آسیب مانده

کز آشوب صف ما به زیانند

که گشتند از پنه مردی سنانور

توام جنگ را چون نیزه بر پای

چو خاشاک که باشد هم راجه

که چون مانندند گهراں قارغ البهال

پس اندر حمله شد با جلدی سخت

چو در روز قیامت کوه بر کوه

ہر گھنٹہ ہو سوے عنایں تاب
 بہ پہلو جزیر کرگس نمے دید
 فغانہ گرد یاہ قند پر خس
 شدہ شانہ شکات پرگرافاں
 ساک آدرہ سوے آردہ روے
 بجز در سمت منزل راہ نسپرد
 مسلمانان ہم افغانان ملکز
 ز سر خون از کمر خلیج کشادہ
 بہ بردند آب و آتش بہ رجان ہوں
 روانے تیغ راندہی بہر نقدے
 فرس برد از مسلمانان و ہر چیز
 کہ گشتہ مرده زندہ ہے اسان ہوں
 ستان و ہر چوں بز دھریاں دہر
 زرد و اسپ و جواہر سی دیوانہ
 دہان زخم شل تقبول خوردہ
 یکے از گوی گوی آواز زرد
 یکے سلمے کہ شہرے را ہوں قوت
 یکے انگشتقرین ناسور ہاندا
 کہ عین الہرہ برد از سوش ہارز

نہارنہ آن سپہ ایں حملہ را تاب
 برفتہ ہرچ مردے بس نمی دید
 تہو دل پش پش و پردن از بس
 بخندنگ موشکاف موشکافان
 چو بھکستہ اس سپاہ و رفتہ ہو سوے
 ۲۵۲۰
 نعارف لاسمت در تاراج کم ہوں
 ولہکن تہی ہے راہ و کہو کر
 بہر سودست غارت بر کشادند
 مسلمان را بجانے گر اسان ہوں
 ۲۵۲۵
 زموسن نیز اگر کس دید عقدے
 فراوان نو مسلمانان سفلی نیز
 و ایک آفت ہولے ہندوان ہوں
 ہمن رائند ند بر ہلندو ہصد قہر
 سوان چغتوانان + می در و دند
 ۲۵۳۰
 فغانہ گہر و موسن قول کردہ
 یکے از را وقاں ہار گہر ہوں
 یکے بکشاد بازار بند ہاقوت
 یکے عقدے ز مووارد ہر یافت
 یکے با رائفہ شد ہم تراز

* گرم خوردہ - صاف نہیں پڑھا گیا - ممکن ہے تہری (صحرائے تہر بندہ کی قوم) مراد ہو۔

+ کذا - غالباً چھ کی جمع بمعنی نربہ۔

۲۵۳۵	یکه ز د تمغ و فتح آن در کداحش گروه گروه جان داد برباد جهان را ببرد کانی چمن است کسی کو پشت داد و پس نه بیند غری با یز مثل زد در شبانی ملک غازی که این فحش بر آمد چپین را کرد در روی زمین جای چو بود آن سجده شکرش باخلاص کلون کار پالت تاج بادشاهی	که سبز آهن ز سوز سبز دادش گروه را قضا گنج کور داد که هر چه او را چکر این را نگرین است بغوت روی او را کس نه بیند که در غارت نپاشد مهر بانی سزای را که جست اندر برآمد ز رخ در پیش سلیم شد زمین سای شدش سر بهر تاج مملکت خاص همیشه نا جور دارش الهی
------	---	--

بشارت دادن اسباب شاهی و جهان داری
دل غازی ملک را بهر سلسله انجم و اختر

۲۵۴۵	چو دولت مرد را بر سر نهی تاج بهر قفلی که دستش یار گردد بهر منزل که جایش در خور آید به تعظیم آسمان بوسد جبینش ز نقدیر است چون بلی به تمیز یکه را کز بلندی بهره سلس است وگر کو آسمانش بهره پستی است بوی گندم خری بلا سرا فراز بکوشی دیو جمشیدی نیابد	فقد ز آسب او دشمن بقاراج در انگشتم کلید کار گردد مرد از بام و کام از در در آید بسلطانی دهند ز انجم نگینش خواص قابلیت در همه چیز فیازد پست مازین چون بلند است رهش در چار سو زبردستی است سر چلغوزه گویند با فلک راز ستاره نور خورشیدی نهاد
------	--	--

سرے کو را بود قسمت کلا ہے
 ازان نقدے کہ سی سلجند در غیب
 نہ ہر فرقے سوائے چتر شاہی اسمے
 نہ گوہر ز اہن ہر دھرہ یا بلند
 نہ ہر درے ہر افسر جائے یابد
 نہ ہر پا چشم شاہاں کرد پامل
 کف پایے شد غازی است آن بس
 چو بود آن خال ملکش در کف پایے
 چو از چتر سمہ آن بود نشانش
 کفنوں بشنو کہ از نہ چتر کردوں
 ملک غازی چو شد ہر چتر فیروز
 مہارک روز ہفت مہل خویش
 چو شب چتر سہاۃ خویش بکشاد
 دم باد از ہماے چتر شب دام
 کہ ہسم اللہ در آاے صاحب ہفت
 جہاں را از اختر خون نور نمودہ
 فراوان منتظر ہی مژدہ در چنگ
 چو ملک دہر بگرفتگی پہاچے
 در فشاں دور باہں گوہرین ساز
 ہمی گوید علم ہم پایۂ چتر
 علم ہاے سیاہ و اعل ہر جائے

۲۵۵۵

۲۵۶۰

۲۵۶۵

۲۵۷۰

ہوس ہر تاج ہر دن نیست راہ
 ہر روزی ہر شود نے از ہوس جیب
 نہ ہر قس را لقب ظل الہی است
 نہ ہر پیشانی را مہرہ یا بلند
 نہ ہر سر تاج ملک آراے یابد
 نہ ہر کس در کف پا دارد این خال
 کہ شد خالش سواد چشم ہر کس
 گرفت آن پا نگر ہر پید ہا جائے
 بفرق آن چتر شد سایہ فشانش
 چہاں ہر فرقش آمد چتر شہگون
 ہماں جا بد بغیر روزی ہمہ روز
 شب آمد در مہارک منزل خویش
 مہ نو ہم کلاہ خویش بکشاد
 ملک را بہر ملک آورد پیغام
 کہ ہم تاجت مہارک باد وہم تھت
 یہ برج ہاں شاہی شمع نو نہ
 سوو پایے ترا اذلیل اورنگ
 ہنوز این انتظار ہر سو قائم
 ہرں کردہ زبان گوہر انداز
 تو بخش از روے خود پیرایۂ چتر
 وراہند ایستادہ ہر یکے پایے

<p>کہ مہابہم از قو در دولت روائی کہ من ہم خویشتن را منی دہم یان شود نہ گنبد گردوں پر آواز پیام ساز سلطانی ہسلطانی ہسلطانی خویش را خرسند کردہ ہمی ز باخون اندر ہوشہ خویش بگرد مسند شاہی نگردم نہد بر یک سر خود ہار عالم کجا بیرون شود چرخش بد نہال</p>	<p>۲۵۷۵ کہ در دولت ہریں سو کے گروائی بکاہ صبیح شد نوبت بندریاد بہا تا نوبت چوں نو نغد ساز ہمہ شب باک من آورد ازین سان ملک در دل ہوس را بند کردہ ۲۵۸۰ گرفتہ راس در اندیشہ خویش کہ من مرد صف آراے نہردم گواہیں سو کہ جوید کار عالم کسے کش ساخت چرخ از بہر اہن حال</p>
---	---

حکایت

<p>بسوی ملک عقبی جست راہ ز شہر خود بسوی شد خواہان کہ ناگہ بخت باکس ہم مذاں بود فریبے را رسدے بارے از بخت بدو گشتے سزای ملک معمور رسد آنجا ہمی شد در در قصر ہمی ہایست در ہایست شاہ شدند ہی بہر تاج و تخت خواہان ہشاہی بر سر بختش نہاندند</p>	<p>۲۵۸۵ شہیدم گوہرے از سلک شاہ کشید از کار تاج و تخت دامان دریں بیکانہ شہر آئیں چنان بود چو خالی گشتے از فرمان روا تخت چو دیدندے ہسیمای کس اہن نور دران ہلکام کان شہزادہ عصر ۲۵۹۰ مگر + بے کار فرما ہون گاہے چو بدندش بزرگان شکل شاہان ز رویش گرد نا گسی فشانندند</p>
---	---

* ن : ہاش - + ن : مگر بیکار فرمان -

ز آواز نقیبان کو گزر دور
 کہان گیران پس و پیش علما خاص
 کہان در مشیت و حاضر دیدہ درواں
 کہ گر پرنده بالا پروازے تہز
 سنانہا برہنہ پوشیدہ در کرد
 برہنہ تبغ ہائے آبگون ہم
 ز اُرد خاص تا دروازہ قصر
 بدیں تر تہب در حفظ الہی
 فرود آمد ز رخس و ہم بران سطح
 پس انگہ خواند با لطفے ز حد بہش
 دل ہر یک بجاں بخشش قوی کرد
 بدار جملہ را با خوبش ہانہاند
 کہ من ہودم یکے آوارہ • مردے
 بلطفم شہ جلال الدین مغفور
 گرفتہ ہر سرش تہغے چو الہاس
 چو آن سلطان گیتی رفت در خواب
 ہسان شمع می ہودم درین سوز
 کہ ناکہ صبح اقبال علانی
 ز بہر نور کار چان و تن را
 چو پیش ہر او گشتم ہلاے

۲۹۱۵

۲۹۲۰

۲۹۲۵

۲۹۳۰

رستخیز مردان چوں سایہ از نور
 کماں کش گشتہ پیش رخس رقص
 ز پیکان شعلہ آتش فروزاں
 شدے پر کم ز پیکان سبک خیز
 کہ خورشید از فروغش حربہ می خورد
 درون چرخ برق افکن ہروں ہم
 ہمہ تہخ و سداں بد باشہ عصر
 درون آمد بقصر بادشاہی
 بجائے آورد حق را سجود فتم
 ملوک و میو باقی ماندہ پیش
 دران بخشش نبی را پھروی کرد
 ہمہ منشور کار خود فرو خواند
 ز سہر و مہ چشمدہ گرم و سردے
 مقرب کرد نزدیک خود از دور
 بہ بہداری فراوان دانشم پاس
 دلم گشت از درینش در تب و تاب
 کہ کے باشد شب شمع مرا روز
 جہاں را داد فہض روشنائی
 دران پر تو فکندم خویشعن را
 ہمی افزون ہو روزم جمالے

کفون کهن بدر من گدازد جمال است
 افش خاں کو برادر بود شه را
 چو پاهلوانه بر حوض بود گاهی
 چو لو بگرفت گهتیم باز یک چند
 از آنکه تا کلهی کلیمها رسویم
 چو بشنیدند گفتش نیک رایان
 که چون سر رشته خود بیرون نکندی
 چو سی دانیم کز قیغ تو آن خاصه
 چو خاں بر حصن رفته مهر بر تاخت
 جوان شد رای کرد حمله چون باد
 فرستاد از دوری سولشکرے سخت
 به لشکرگاه خان ضررے در افتاد
 توا فرمود خاں تا پیش رفتی
 نمودی زان نمط جہد اندران جنگ
 بهلجاری سزان را وہ نمودی
 ہم از شمشیر موسن پاک شد زنگ
 در حصه کشته شد از لشکر رای
 ازان جا چون مظہر باز گشتی
 نشست آن کار زان کو نہ بیادش
 کھاد کار اقبالیت هہاں بود
 چو او در عالم دیگر سفر کرد

۲۶۳۵

۲۶۴۰

۲۶۴۵

۲۶۵۰

ازان آثار مہرہم اینی کمال است
 ازو افزویم چندے کله را
 چه خد سہا کہ کورم بلندواروش
 بہ پیش شد علاء الدین کور بلند
 ازان شاہنشہ والا رسیدم
 بگفتند انچه گفتن راست شایان
 کور از خویش بر ضررے چه بلندی
 کہ فاید و صفش از نوک قلم راست
 ز اشکو گرد گردش حلقہ ساخت
 بود آن حلقہ آہی بہ پولاد
 چو سہل کورے کو غارت کند رخت
 چہاں کلهی خاں در یک دیگر افتاد
 غزوں از ہم سوزان خویش رفتی
 کہ بر آیند کال کردی جہاں تنگ
 کہ زان گردن کشاں سوزا دیوی
 ہم از خوں ہاے کافر لعل شد سنگ
 ہمد حیاہ یکے شد باز بر جاے
 ہدست خاں یکے شہہاز گشتی
 کہ زان پدر تو قوی گشتی اعتقادش
 طلوع صبح بضعت زان زمان بود
 امیدت سوزے دیگر رخس پر کرد

شده سلطان اسما چون وفا بود
 میان بندگانی دولت اندیش
 شه آن سوره که چون تیرت فرستاد
 دیگر کافر چو سوره برن برتاخت
 ترا چون شه فرستاد اندران سوره
 تمن ها چار بود و مهر هم چار
 چو با آن لشکر پر باز خوردی
 ورت شد عزم بر اقبال مدبر
 دیگر در رزم قزماق و علی بیگ
 وگر بر جاش تهبو و کبک بود
 دیگر در بونبل + نزدیک دریا
 سپاهش یک تمن گبران قتال
 همهن مقدار راء بونبل هم
 معظم تغلق غازی ترا نام
 چو تو تغلق غزا را آهنگ در دست
 چو پهر نصرت دایم است زورت
 نشاندی در دل گبران سلاطین را
 ز راء بونبل هم بستدی مال
 دیگر بر جهد و زیرک رسدی
 بری سان هژده رزم جا بجا بود

۲۹۵۵

۲۹۶۰

۲۹۶۵

۲۹۷۰

بسان * تغلق خانی بجا بود
 هوی بودی برسم بلندگی پیش
 رسیدی بر فرض باز آمدی شاد
 مسلمان را چو هندو برده می ساخت
 د مائدم راندی از خون های شان جوی
 همه شهزادگان ملک قاقار
 باندک مزد کردی آنچه کردی
 دیوان هم قدرتمت بود از مقدر
 هم افکندی بسے سرهای چون دیگ
 هم از تو قتل گبران یک په یک بود
 صف کافر چو دریا شد سپیا
 زمین دریا صفت زایشان بوزال
 ز بار هندوان کرده زمین خم
 مغل هم نام تغلق داشت ز ایام
 چو او تغلق بگبری + تیر درشت
 لکد بر فوق ایشان کوفت بورت
 اسیر و بنده کردی هم گدای را
 ز دریا هر چه باشد عبیره * سال
 صف آن صندران هم تو دریعی
 که در هر هژده فیروزی ترا بود

گر ایں ہر یک مشرح باز گویند
 ہلوزت انتہارے ہوں ہر دل
 کہ فتح نوردہ زاد از پس دیو
 بصفایت ہستم ہوں ایں کہ در جنگ
 چو حیدر شہر یزدان رفت از اں پس
 از اں پس شکر یزدان را کہ تقدیر
 خداوندت کہ ہے آزار من داشت
 و گر نہ کس بچندین قتل و خونریز
 کفوں گزاد ماندی ران بلا ہا
 برابر تفت چون ہوشادک و چہ شہد
 ملک گفتا کہ گفت من همان است
 نہ کار رزم باید سروران را
 چو از لطف علانی روز تا روز
 سرا یاداش لطفش ہوں واجب
 چو بشنہدم کہ کافر نعمتی شوم
 خلیفہ قطب دین را با چنان بہر
 بوخم دشنہ گیر آن را تلف کرد
 بر اخلاف دگر ہم تیغ خون راند
 چنان باغی ز گہران شد بتاراج
 حرم بشکست و حورے چلتہ از انہا
 دگر بعضے بگہران تپہ دہان

۲۶۷۵

۲۶۸۰

۲۶۸۵

۲۶۹۰

ہمیں مرتد براہو خانہاں

بچشم زین غضب تاریک شد دہر

نشستم تفلکدل چوں درہ منداں

ز دم از سوڑ چوں آتش فغاے

بران دلہائے نوخیز دل افروز

پس این ہم با دل خود کردم آغاز

کہ ایں قصہ کہ رنج تازہ ماست

بزرگانے کہ پروردند مارا

سہم دادند و مہری و ولایت

پس اندر مہم ما جمعے پدیشان

روا باشد کہ مارا خون در اندام

زہر سستی کہ مارا جان بسینہ

چرا بازوے مارا زرد کم گشت

چہ شد مارا کہ چہی مردان نکوشم

شد ایں اندیشہ فاجارم علماں کور

وگر پرسی نہ تلمہا ایں نہت بود

عالمہ بلکہ کلا تیغ و تیورم

نصحت آن کہ اندرین خاک خطرناک

بکوشم بہر دین مصطفیٰ را

دوم آنکہ ایں ہمایوں عرصہ و ہوم

کسے گر ماندہ باشد ز ارجمندان

۲۶۹۵

۲۷۰۰

۲۷۰۵

۲۷۱۰

ملوت کرد چندیں پاک جانان

ز دود قصہ من تھوہ شد شہر

کڑیدم پشت و سمعہ خود بلندانی

کہ شد بے شمع زان سان دودمانے

بسے بگریستم چہی ابو نو روز

کہ اے دل خانہ از شادی پورداں

فرو خوردن نہ در اندازہ ماست

بصد تہوار ہم خوردند مارا

بچہری بانگ کوی و نصب رایت

خلاف آرند ہو اخلاف ایشان

بماند خون شان فاکرہ آشام

پس از ما میورد این آزار و کینہ

چرا پیکار مارا نیوہ خم گشہ

بہر دی خون شان چہی سے نفوشم

کہ گشتم در عدو دوزی سلطان کیر

کہ خون بے گناہان را دہمت بوف

سہ نہت گشت محکم در ضمیمہ

ز گرد کفر نور دہیں شوہ پاک

کہ از سر گردن اسلام آشکارا

کشم از دست ہند و زادہ شوم

بلندانی را دہم جاے بلندانی

سے لہگو آن کہ کافر نعمتے چند

چنان شاہ سرز نام لڑ کھنہ خواہی

۲۷۱۵

چنان دہرا دہم از خون شاہ قوت

نہست چون بہر یزدان در سر آمد

چو هست بود معکم ہسچو پولاد

چو گھتم بو مراد خورشید نھروز

نمی جویم سیر کاسکوی

۲۷۲۰

زنسل شاہ مرحوم از کسے ماند

در از لہج چہاں شد نام شاہ دیک

من و رخسہ کہ در ہر افہ پوید

مرا دہو پال پور من پسند است

بزرگان بر زمین سودند رخسار

۲۷۲۵

بعدر بد کی دادند پاسخ

ترا زبید کلاہ بادشاہی

سزائے دیکرے بودے گر این ناج

تہائے را کہ درواں بہرت آراست

بطے کو طعمہ یارست در کام

۲۷۳۰

گوزنے را کہ شیر آورد در زہر

فروغ قسمت این ازمانہایی

چو ما ہستم دو خدمت نگوں سر

نگوں سز شب پرک شب ہا بہ پرواز

چو نسل شاہ را بدھاہ ہو کفہ

کہ خون گرہد بو ایشاں تیغ شاہی

کہ خاکش لعل گوندہ سفک یاقوت

بہ پادشاہ نیست کارم ہو آمد

کلیدے گشت و باب فتح بکشاہ

من و تہ عہد باقی فکر این روز

جز از بہر فرا خضر و گزری

بناسن بلید این منظور نو خواند

بسے ہستند امہوان خطر ناک

سیر شاہی انکہ ہر کہ جوید

دراں بیوانہ نور من پسند است

بوسودند پایش را از میں واد

کہ اے بر ملک دیوار تو فرخ

کہ مخصوصی بتائید الہی

بدو دادے قضاہی گو نہ معراج

ہبالے دگر کس کے شود راست

ہوں زو درخ خوان را طمع خام

شکال ہم خورند اما چو شد سیر

کہ از قراہ نیاید آفتابی

نگوں سر کے سزا باشد بر افشور

سزائے تاج طاؤس سر افروز

۲۷۲۵ ہماں روزت رسود این نام و ناموس

چو یزدان این سرائازی ترا داد

دگر رہ گفتہ دارائے جہان گیر

کہ چون من صفدری جریم کہ جنگ

من و فرق مغل و این تہنغ کاری

دگر رہ مہتران خواہش نمودند

ہمی گفتند گاہ از لطف جانی

شد از تہذاب تہمت کفر بہر ان

مہدادا جز تو کس فرساں نہ ما

چو یکبار از تو جان بخشودہ بردیم

دریں صورت تو مارا جان پاکی

دگر رہ گفت ملک آرائے جان بخش

نہ من طغلم کہ زین گنغار رنگین

اگر من خواہم این ملک از خود آراست

کہ نے من بہر دین و کس زدم تہنغ

دریں نقش فرض پروردہ من

۲۷۵۰ پس آن بہتر کہ من زین سر بقایم

چو من بہ دل دریں کار اندر آیم

شبائے کش ستم ہو بزگارند

دگر بارہ خرد مندان باخلاص

کہ بستی بر علم پڑھای طراوس

بافسر سر فوازی ہم ترا داد

کہ من ہستم کہیں ساز و گہاں گیر

چگونہ چایکہ دارم بر اورنگ

شہا دانید قاچ و تاجداران

بسے کوشش بخواہش در فرودند

عدو را مرگ و مارا زندگانی

عہارت یافت عیش دین بدہران

کہ ہستی بعد جان نہ جان نہ ما

نہ بخشد گر دگر جان بخش بردیم

مکن این زندگان را باز خاکین

کہ جان بخشہ خداوند جہاں بخش

کنم بے صبر و سلگ این کار سنگین

کمان مردمان خواہد شدن راسخ

یکار خود بر آمد برقم از سیغ

ہمہ فاکردہ گردن کردہ من

بسوے چارۂ دیگر شعلایم

بگرد کار دلہا کے بر آیم

بدیہ از دہ رسمہ یک بز نیارند

دروں دادند گوہر ہا چو قواص

نہ مردم کاسان را ہم ہر آمد
 گرفتہ حالہم پوزش کلاہ سخت
 چگونہ خسیک اہمن از سلانہ
 کہ از ہالمن خود ہرچہند این خار
 کہ تا اگلوس چلوئے تارجمان نہست
 ہزور افگند حوڈ را دور ازہن شور
 ہسان تدبیر او شد ہر دے آفہ
 چو آب جعفر ازوے خون ہرون بہشت
 فروہشت اندرین پختہ سخن گوش
 جہت پختہ دیگر بار می پختہ
 سہ چتر ملک چون سہ پارہ نور
 ملک سرگرد خم چون شاخ ہر بار
 کہ ہون نہ این فلک ہا را مہ و مہر
 ازل خولے کہ سہ ماہش ہسر تافت
 حذر از بخشش ہزدان خرد نہست
 غرورت در چنہن کارے رضا داد
 ز چرخش باتک ہر مسئلہ ہر آہود

کہ این کارے کہ از دست ہر آمد
 کسے کو جز تو خواہد رفت بہشت
 چو ہند این دلیری ہم ولانہ
 دران کوشی نماید چار و ناچار
 حدیث رزم ہو مسلم نہان نہست
 خلافت را سزا ہون ارچہ در زور
 ہجعدہ داد تدبیر خلافت
 دل جعفر رواں در خون آرمختہ
 ملک را گرچہ خامی ہون ازان جوش
 درہن اندیشہ باخود کار می پختہ
 کہ ناگہ گشت پودا پویش از دور
 چو آمد ہر سزان سہ ابر در بار
 بسے ہگر یست ہر شاہان ہصد مہر
 پس از سہ ماہ ہون آورد دریانت
 ہدل دانست کالہن جائے رہ نہست
 عثمان کار در دست قضا داد
 ہمان روزے کہ چندین ماجرا ہون

۲۷۵۵

۲۷۶۰

۲۷۶۵

۲۷۷۰

جلوس شہ فہاک الدین و دنیا تغلی غازی

قرار تخت سلطانی چو افریدوی و اسکندر

مبارک دروز شعله گد پشپش
 جهای از چشمه خود روم شسته
 موذن قامت خود برکشیده
 ممالک گور سلطان جهای بضم
 سریر آراسم ماه و آفتابش
 ملایک جمله گفتند هم آنکه
 خروش کوس گهتی را خبر کرد
 موافق ریخت گورها ز حد بیش
 فلک شادی بدورای و زان داد
 دگر پردی ز عالم حلال کوس
 شده سربخ ناوک زی کسان گور
 کسان ملک را بشده بلندی
 بدر بر جوسی برج آرائی گشته
 که مال هفت کشور سلج برسنج
 پیروم خانه زایر مشتری و ش
 دلهش آن بود کز چرخ دولاب
 ز هل در پرد و ناهر به تعلیمت
 چو آن سوار باز و بلکه است
 زمستی شهر گهری زهره سعد
 بتعلیمت از نهم * او هم نظر دار

۲۷۷۵

۲۷۸۰

۲۷۸۵

۲۷۹۰

که هتای است با انوار پیش اینی
 که و مه سبزه و سجاده چسکه
 جماعت صف پمسجه پوکشیده
 هوان ماصع پرواند هر سر تخت
 فوات دین و دنیا شد خطایش
 د عا خلد المرحمن ملکه
 دل بد خواه را زهر و زهر کرد
 مخالف هم ولوک از دیده خویش
 جهای را مؤدۀ اسی و امان داد
 که زلی طالع جهای گفت فردوس
 که بر جلی به اندیشا زند تیر
 بهاروم شد آرد زور خندی
 به بهت اهل مال اذوائی گشته
 رساند در خزینه گنج در تلج
 شده دلبو لها لب را رسن گش
 باز دیکان و خواهانش دهد آب
 ز مهر و دوستی چون نوح یا شمس
 بلندی خور شاه ارجمند است
 نهاده شهر را زنجهری از جعد
 بلشر صحت و از هر سو خبر دار

۲۷۹۵	بهاجر قمری خور بالحقه دلایلش این که کار ملک جمشید سران مملکت فرمان پویند عطارد نیز در ماهر طرب پاپ شود زان تیر و کار رائی و تدبیر قمر در مقرب و خانه ده و دو سنان سازد قمر نوش چنان را این طالع زمانه دارک اسعد	که دانه خورشید گداهم د قوت شود پخته باتشهای خورشید بفرمان هم زیند وهم بهیوند بخوشه کرده در بهت الشرف خواب ز بهر بخت شاهی راسع چون تهر عدو را نهی مقرب زد به پهلوی زند در چشم بد خواه آن سنان را که دایم ماند این تابنده خورشید
------	--	---

حدیث مرتد مدبر که چون بودند گرفتاری

وزان پس کشته گشتن بعد رسوائی بهیرواندر

۲۸۰۵	چو ناصر کشته ب نصرت و تقدیر برادر شد جدا زو مرتد شوم در آمد در سرائی با رخ زرد ز رنگ زعدران گونشی پیای بران گونه و از اندیشه جان درین حال انجمن بر کشته حال دیوان بهیروان آن بهیروان درون رفت چو لشکر ها ز کشتن باز پرداخت نهای † هر کسی شان را سپرد داد	خدا کرد از سنان و تیر چون تیر بهر گوشه خزان می گشت چون بوم وزو زردی بهر دیوار اثر کرد در و دیوار می زد خنده بر و چو جان می گشت و چون اندیشه پنهان نهای یافت جای کاخ زالی برخنه هم چو ساران سرنگون رفت سوارے چند ناکه آن طرف تاخت که نتوان خانه هر را گرچه در داد
------	--	--

و لعلک این جا است ز آلے پوزستان
و گو مرغی در دام او نغاه است
دود گر رستم در کنج آن زال
اویشان رستم بو زال بهتافت
چو نهکوش از شلمائی نظر کرد
که جائے هست مرته خانستان
شب این روشن شد و خاں رفت که را
سوارے چله رنت از پیش در حال
رساندند در دم پیھی خانش
که شاهنشاه ماچون هست جان بخش
بهاں بخشو چو دل دانی ز آلے
چغان فرمان شد از فرمان ده دهر
بگردانند در شهرش بخواری
بفرمان خان اعظم عزم آن کرد
چو او آلود دامن هائے مستور
سبک پرده ز گارھ بر فکندند
خون این شه راحق آن شاه انکلی داد
پس آنکه خان اعظم سرور دهر
بگردانند از هر شاه رای
بهر پرده همه دهلن زن و مرد

۲۸۱۵

۲۸۲۰

۲۸۲۵

۲۸۳۰

که گر سی مرغ می جوئیش هسمت آن
چو سی مرغش بکنجے جائے داد اسمت
شود صید وے آن سی مرغ بے بال
چو سی مرغ بکنج آن مرغ رابالت
شاهل رفت الف خاں را خبر کرد
سر اندر کھ ز بیم تیغ دانان
وزان قاریک روشن کرد شه را
کشیدندش ز معدن خانہ زال
برحمت داد خاں اول زبانش
به بخشد جان و مالے از جهاں بخش
روان کردش بسوے شیر و آلے
که باخویش بود خاں * جانب شهر
که این باشد حق ناحق گزاری
که راند بروے آنچه او باکسان کرد
ز سحر پاک دامنان دین دهر
بعجزش دامنه بر سر فکندند
که بر سر هائے شاهل دامنه داد
ز دهر گشت شهرش بود در شهر
پر از نظارگی هر راه شاه
بههرانی درو نظاره می کرد

<p>ازان نفع و ازان نصر و ازان زور زمین را سایه او به گران گشت ر گشت آن جهان گذتله رازش چو در بوش خیالش سر نگلدند که شویید گرد رسوائی ز ریش که سرت را چنین به سرخروئی فکونسارش بکنگر بر کھیدند بلندیش این چنین باشد بفر جام که درخورد بلند ی را چو خورشید</p>	<p>گزان دست تعصب را دوان شور نگون سر مرتد رسوا دوان گشت ز گشت شهر چون بر دند بازش بنای کتر گذران بر نگلدند روان شد خوس که کشتن چو جویش بها می گرد خونش از چهره شوئی بس از خاکش بخواری در کھیدند بلندی چون بچوید کس به هنگام شه مارا بلندی باک جاوید</p>	<p>۲۸۳۵</p>
--	---	-------------

گرفتاری و خسرو از الف خان مخالف کس

۲۸۳۰

چو مرخصم کس بازی کند صید از برای خور

<p>که نبود پرتو اقبال از دور همه بر عکس گردد صورت کار دگر آئینه بیلد گیردش رنگ حریفش زیر پا خاشاک گردد و گر بدست گیرد گلی شود خس سر خود را بود زان خنجر تیز پرد مرغابی بویان ز خوانش ز پهلویش گریزند آشنایان فرس دزدان بوند از پایگاهش</p>	<p>بکار مود چندان بون نور چو رفت آئینه بخت از نمودار اگر گوهر بدست آرد شود سنگ ز نقدش بدامن خاک گردد فرس گر پوشتر راند نقد بس اگر خنجر کشد بر خصم خونریز گردون مرغ چوشیده ز نان بد آسوزی کلدش نهک دامن رمد گرگان رهازد از سپاهش</p>	<p>۲۸۳۵</p>
--	---	-------------

۲۸۵۰ چنان کش پوش بر پوش آید آسان

ز دور روزگار است این کم و بیش

تو نه ناسی طریقی دهر قتال

کہ خسرو خان کافر نعمت خس

چہ سان شد ز اختر گردنہ خال

۲۸۵۵ چو آواز پیش شاهنشاه فازی

برابر بود کافر نعمتی چلد

فرض را ہر طرف لختی ممان گیر

ممان ہر سو کہ سی پیچہ جان

دراں پیچاک جانش اسکاں نشد هیچ

۲۸۶۰ چو کم رہ ہو رہ را نہز کم کرد

جدا گشتند از آن گمراہ خستہ چلد

چو آن گمراہ ماند از ہم رہاں دور

خزاں در رفت در بھرانہ باغی

کہے ماند و کہے رفت و کہ افتاد

۲۸۶۵ خبر بردند پیش شاہ منصور

اشارت کرد الخ خاں را شہنشاہ

شماہاں گشت الخ خاں عد و سوز

خزاں • دیدہ درختی دیدہ کندہ

رسیدہ بلبلان گلشن از وے

کنکدش باز کم کم ہم بر آنسای

کہ آرد ہر دم آئینے دگر پوش

مگر آنکہ کہ خواتم پر تو این حال

چو از فازی ملک بگریخت واپس

چگونہ کرد گھتی پایے مالش

شکست و کرد راہ چارہ سازی

برای نیز چندے سخت پیوند

خیالش مژدہ تیر و سلمان گھر

اجل می داد پویش در ممانش

کہ زں پیچ بہ کردد ممان پیچ

سوار گمراہش نیز اسلیم کرد

خس گمراہ چہ گویم ناگسے چند

برہ جوے کشان از چشم بے نور

نہاد از سوز در ہر لالہ دافے

چو برگے در خزاں از چنہش باد

کہ در باغے است باغی ماندہ مقہور

کہ گردن باد سوے آن چمن گاہ

بسوے آن چمن چون باد نو روز

سہرہ از برگ و بارش بر نگرندہ

دسیدہ نو بہار گلشن از وے

۲۸۷۰

شده زو پز مغان باغ نسرین
 ز بهر خورش زلفی خیز کرده
 ازین سو تیغ بیرون کرده سوسن
 ز نیم دیدن رویی دران باب
 الف خان چون چنان بهماره دیدی

۲۸۷۵

که مددیش ارچه تو در خورد آبی
 ولے شه مکره است و مهربان هم
 بگفت این و نوازی کرد در حال
 چو آن برگشته روز آمد بدوگاه
 شهن گفت اے ستم کار چنا کیش

۲۸۸۰

ریت کرد از عزیز تو چکر جائے
 جواب این داد کافر نعمت شوم
 اگر نا رفتنی بر من نرفتی
 قلم چون رفته بد گاین ز آمد از من
 قلم نا چار حرف خود بیرون داد

۲۸۸۵

چنان کو حرف شمشیر از قلم خورد
 قلم آورد نعلوان پیش ازین گفت
 دگر ره گفت شاه شاه اناق
 چرا گشتی دگر شهزادگی را
 یزادی باز پاسخ داد خون ریو

بنسربینش نهشته کرد نفوس
 کلا قان نو کها را تهر کرده
 وزان سو بار پروز رانده تو سن
 به بسته چشم های خویش را آب
 نوازش کرد چون دل پاره دیدی
 که از تهت دست اطف زبانی
 بنخواست جانت بشهود و جهان هم
 روان کردش سو شاه عدو سال
 زمین بو سید پوش مسند شاه
 چرا کردی جفا بر منم خویش
 تو بشودی روان د خون لویای
 که عالم همگنان راهست معلوم
 زمین نا آمدی و این فن نرفتی
 دزو آن آمد و این آمد از من
 نه این تهمت زمین ملک از قلم زاک
 مرا هم حرف او خواهد قلم کرد
 که حرف از خط نضوید چون قلم خفت
 که اے با فتنه جنس و با بلا طاق
 تو بند سرزدی آواز گل و را
 که آنجا من فراندم خلیج تیر

و لیکن شد بهشتان هر ز بونی
همی گفتند ازین راه خطر ناک
دگر گفتش چو تو پائین پرستی
بگفتا رانم من هم داشت آهنگ
و لکن مصلحت بیدان بد زان
که چون سلطان نشان باشی تو در پیش
به تخت مملکت خود گن قیامچست
ضرورت چون در آمد یاری بخش
دگر گفتش که چون کردی بسر تاج
نورستانی همه لشکر بسوزم
بگفتا رو شام بود این سراسر
کنم سوئے تو اقلیمی ز عالم
و لکن این گفت ایشان آب من بود
کنون که من ستم یزدان تو داد
همین + جان بخش و دهمی ده
که مانم از پنه شامخ و کوری
نخواهم گندم سلطان فباع
شهن گفتا که سهند است این توان کرد
چو باتو کار بهر دهن و کین است
چو چنگ دهن جان که در خور بد زبان را

۲۸۹۰

۲۸۹۵

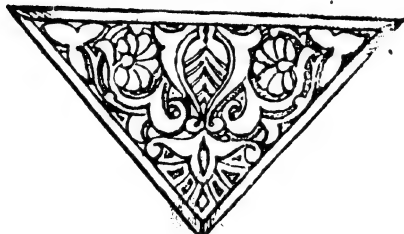
۲۹۰۰

۲۹۰۵

زمان بد سکا لان تمغ خونی
بهلید خار کلان تا شود پاک
چرا خود بسو مسعد نشستی
که یک شهزاده را شام چو اورنگ
شدند اخلاص بد را کار فرمای
بود سلطان نشان را خطره * بیخ
که دیگر هر که شید دهن تست
ز بیم سر نهادم پای بر تخت
چرا آهنگ من کردی بتاراج
که یک رویه زند بهخ دو روزم
که کس باتو نیارد شد برابر
کشاده بند مت حد تا بهالم
که باید زرد بوکشت آتش خرد
علی رفم من این دولت ترابان
که گردش جانم آزاد از ره ده
ز هور خاک شای هر خاک شوری
بموری گونم از نو دیده قانع
ولم چون باتو ترک کین توان کرد
باید کرد کین کاین کار دین است
به بهشتیدم همه اسلامان را

<p>۲۹۱۰</p> <p>شود حمل ار کفم جانت هم آزاد پس از ا-لام دور افتاده باشم فقد در خاک هر گردے که خوردم بزرگای که بهر کین ایشان قصاص خون اگر بر تو نرانم * ۲۹۱۵ برو سر نه چو آتش در ته تیغ بگفت ای و اشارت کرد در حال ههان جائے که بر سلطان مبارک سر آن نا مبارک هم بدان جائے ۲۹۲۰ برو بردند و افکندند در صحن بنظارة عوام و خاصه و میر</p>	<p>۲۹۱۰</p> <p>که چادریں فتنه نے از تو ز س زان رضا هر کفر و کفران داده باشم روں بر باد هر چه که کردم کمر بستم بسان خوب گیهاں ز روح پاک شان شرمگناه مافم که می باید فهاں سزته تیغ که کردندش روان مردان فعال مخالف را ند شمشیر پلارک چو تیغ آسمان گون شد زمین ساه که تاپاسال شد چون دانه در طعن همی گفتند کا حسلت اے جهانگیر</p>
<p>* ن : ندانم -</p>	

(ترک صفحه آخر :- زہے)



صحت نامہ

یادداشت :-

کتاب کے حواشی میں ”ن“ سے نسخہ حبیب گنج -

”وقر“ سے قیاس مولوی رشید احمد -

”وڪ“ سے کاتب الحروف (سیدہاشمی) کا قیاس مراد ہے

صفحہ	سطر	غاط	صحیح
۱	۵	خزائن الفتوح	مفتاح الفتوح
۳	آخری	عبرت	عبارت
۴	۱۶	،	تھا
۱۵	۱۲	تاریخی مثنوی	تاریخ
۲۰	۷	دیپال پورا	دیپال پور
۴۴	۶	بھکا	بھاگا
۴۸	۲	بڑھا	بڑھ
۵۳	۲۰	قلعہ کبران	قلع کبران ، نے -
۶۶	۱۷	سرساک	شرمناک
۶۹	۱۶	۔	کہ
۷۱	۱۵	۱۹۲۰	۲۹۲۰
۷۷	۱۹	عشقہ	عشیقہ
۷۹	۱	”	”
۹۱	۲۰	نام	نام سے
۹۳	۷	ما شاء	ما شاء اللہ

متن منوی

صفحہ سطر	غلط	صحیح	صفحہ سطر	غلط	صحیح
۲۲ حاشیہ	x	x ن	۸۸ ۱۸	سو	صباح سر
۲۳ ۹	مود	مرد	۹۱ ۱	قبلش	قبلش
۲۴ ۱۴	میہمان	میہمانی	۹۴ ۱۴	تند و تند	تیز و تند
۲۴ حاشیہ	۲۰ ۱۹	۱۹ وین ۲۰	۱۹ ۱۹	ستارہ	ستادہ
۳۱ حاشیہ	ك: ب	ك: كن	۹۵ حاشیہ	سپدن	سپودن
۳۴ ۲	بسپردہ	بسپرد	۹۷ ۴	زردی زد	زردی زد
۴۶ ۱۱	بکبارگی	بکبارگی	۹۹ ۷	دو	در
۵۱ ۴	کدد	کردد	۱۲ ۱۲	و	و
۱۶ ۱۶	چہ بافی	چہ می بافی	۱۰۰ ۱۳	زربی	زرین
۵۴ ۱۲	قطع	قلع	۱۰۲ ۱۳	بنائے	برائے
۵۷ ۶	شمشیم	شمشیر	۱۷ ۱۷	درمند	زورمند
۱۱ ۱۱	سرے	سوئے	۱۰۶ ۱۳	نجم	رنجم
۱۵ ۱۵	هويك - رود	هر يك - ریزد	۱۰۷ ۱	و	ز
۵۸ ۴	غرا	غزا	۱۱۳ ۵	بران	بر آن
۱۶ ۱۶	دگر	وگر	۱۱۴ ۶	فشانندن	فشانندن
۶۰ ۱۲	بیداری	بیدرائے	۱۱۵ ۱۸	هر پیکش	هر پیکش
۶۴ ۱۵	گویا	گو با	۱۱۸ ۶	گاہ	گاہ
۶۷ ۶	درین	ور این	۱۲۹ ۵	ز کوہ	ز کوہ
۷۳ ۴	یابد	پا بر	۱۳۰ ۱۳۰	کروہ	کروہ
۷۷ ۴	کاری	کارمے	۱۳۸ حاشیہ	ن	ك
۷۷ ۷۷	بیداری	بیدار	۱۴۷ ۱۳	اجرائے	افرائے
۷۷ ۷۷	کفند	گفتند	۱۴۴ ۱۳	دگر	وگر
۸۱ ۶	احتر	اختر	۱۴۴ ۱۳	بس	پس
۸۲ ۱۱	مستن	بستن	۱۶ ۱۶	بس	پس

ملنے کا پتہ : —

دفتر مخطوطات فارسیہ

لال ٹیکرو۔ حیدرآباد دکن

— * —

قیمت فی نسخہ (مجلد) ————— چار روپیہ

” ” ” ” بیرون ہندوستان ————— چھ شلنگ

(تاجروں کو معقول کمیشن دیا جائے گا)

